اِرشاداتِ دردِ دل

بر زمین افریقہ

ملفوظات

عارف باللہ حضرتِ اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

مرتب۔ خادم خاص حضرت والا مدظلہم

فہرست

نامِ کتاب: ارشاداتِ دردِ دل

نام مصنف: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ادام اللہ ظلھم علینا الیٰ مأۃ و عشرین سنۃ

موضوع: جنوبی افریقہ، بوٹسوانا، زمبیا اور موزمبیق کے اسفار کے احوال اور ملفوظات

مرتب: سید عشرت جمیل میرؔ خادِمِ خاص حضرت والا دامت برکاتہم

کمپوزنگ: سید عظیم الحق صاحب ۱۔جے ۶۷/۳، مسلم لیگ ہاؤس، ناظم آباد نمبر۔۱ ٦٦٨٩٣٠٠

اشاعت اوّل: رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

تعداد: ۱۱۰۰

ناشر: کُتُبْ خَانَہ مَظْہَرِیْ

گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاداتِ دردِ دل

محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی تقریباً پونے دوسال سے صاحبِ فراش ہیں۔ اللہ حضرتِ والا کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائیں اور مجھ سیہ کار پر رحم فرما کر بدونِ استحقاق محض اپنے کرم سے یہ دعا قبول فرما کر میرے دلِ مردہ کو زندہ کردیں اور پورے عالم میں حضرت والا کی صحتِ کاملہ اور درازیٔ عمر کے لیے جو دعائیں مانگی جارہی ہیں انہیں قبول فرما کر اس کا ظہورِ عاجل فرمائیں، آمین۔

سفرِ لاہور

مارچ میں ڈاکٹروں کے مشورہ سے حضرت والا نے لاہور کا سفر فرمایا اور وہاں پندرہ دن قیام فرمایا اور وہاں حسبِ معمول باوجود ناسازی صحت کے خوب دین کا کام ہوا اور روزانہ حضرت والا کی دو مجالس ہوتی تھیں جن میں بہت لوگ شریک ہوتے تھے۔ پنجاب اور سرحد کے دور دراز علاقوں سے لوگ دو دو دن کا سفر کرکے آئے۔ الحمد للہ تعالیٰ اس سفر سے حضرتِ اقدس کی صحت پر اچھا اثر پڑا۔

جنوبی افریقہ کے سفر کی دعوت

سفرِ لاہور کے بعد حضرت والا کے بہت مقرب، خادمِ دیرینہ اور خلیفہ اور جنوبی افریقہ کے میزبانِ اوّل حضرت مفتی حسین بھیات صاحب کا

فون آیا اور جنوبی افریقہ کے سفر کی دعوت پیش کی۔ دو تین ماہ قبل جنوبی افریقہ سے حضرت کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا عبدالحمید صاحب تشریف لائے تھے اور انہوں نے بھی حضرت والا سے درخواست کی تھی کہ حضرتِ والا عمرہ کرتے ہوئے جنوبی افریقہ تشریف لائیں لیکن بوجہ صحت یہ سفر ممکن نہ ہوا۔ اب سفر لاہور کے بعد مولانا کا پھر فون آیا اور انہوں نے دعوتِ سفر کا پھر اعادہ کیا۔ اگرچہ الحمدللہ حضرت کی طبیعت پہلے سے بہت بہتر ہے لیکن داہنا ہاتھ ابھی متأثر ہے اور حضرت والا ایک آدمی کے سہارے سے چلتے ہیں لیکن اپنی شفقت ومحبت اور کرم سے جو حضرتِ اقدس کی طبیعتِ مبارکہ کا خاصہ ہے جنوبی افریقہ کی دعوتِ سفر قبول فرمالی اور فرمایا کہ مفتی حسین بھیات صاحب کو اطلاع کردی جائے کیونکہ جنوبی افریقہ کے سفر کے بانی وہی ہیں، انہی کی وجہ سے جنوبی افریقہ کے تمام اسفار ہوئے لہٰذا انہی کے یہاں قیام ہوگا۔

سراپا محبت

حضرتِ والا سراپا محبت، سراپا کرم ہیں بقول بنگلہ دیش کے ایک عالم اور حضرتِ والا کے خلیفہ مولانا حبیب اللہ صاحب کے کہ اگر اللہ تعالیٰ محبت کو کوئی شکل اور جسم دیتے تو وہ حضرت والا دامت برکاتہم ہوتے گویا محبت، حضرتِ والا کی شکل میں متشکل ہوگئی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرتِ والا مجسم محبت ہیں۔ سینہ میں درد بھرا دل سارے عالم میں حضرتِ والا کو اللہ کے لیے بے قرار رکھتا ہے۔ حضرت والا ہی کا شعر ہے ؎

اختر کو کیا ہوا ہے کہ عالم میں ہر طرف
پھرتا ہے اپنا چاک گریباں کیے ہوئے

حضرت والا کے قلبِ مبارک میں دردِ محبت کا ایک بے مثل اور

نایاب خزانہ ہے جس کے متعلق احقر کا گمان اقرب الی الیقین ہے کہ امت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کو اس میں بالکل منفرد فرمایا ہے اور آنے والی صدیاں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی گواہی دیں گی اور آنے والی نسلیں اس دردِ محبت سے مست ہو کر سر دُھنیں گی کہ آہ! عشق کا ایسا آتش فشاں امت میں موجود تھا جس کو کوئی پہچان نہ سکا اور قدر نہ کر سکا، اللہ تعالیٰ احقر کو اوّلاً اور اُمتِ مسلمہ کو ثانیاً حضرتِ اقدس کی قدر کی توفیق عطا فرمائیں اور حضرتِ اقدس کے قلبِ مبارک کے اس دردِ محبت سے پورا پورا سرشار و سیراب ہونے کی توفیق عطا فرمائیں کہ یہ حسرت دل میں نہ رہے کہ آہ ہم نے اس بے مثل خزانہ سے کچھ حاصل نہ کیا، آمین ثم آمین ۔

جی بھر کے دیکھ لو یہ جمالِ جہاں فروز
پھر یہ جمالِ نور دِکھایا نہ جائے گا

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کا سایۂ حیات صحتِ کاملہ و عافیت و عظیم الشان دینی خدمت و شرفِ قبولیت کے ساتھ ایک سو بیس سال تک ہمارے سروں پر دراز فرمائے اور حضرتِ والا کی جانِ پاک کو ہم سے مسرور فرماوے اور احقر کو خصوصاً اور جملہ احباب کو عموماً حضرتِ اقدس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے اور ہمیشہ علیٰ وجہ الکمال راضی وخوش رکھے، آمین یَا ربَّ العٰلمین۔

اللہ کی محبت کی یہ آگ حضرتِ اقدس کو بے قرار رکھتی ہے، حضرتِ والا چاہتے ہیں کہ ہر دل میں اللہ کی محبت کی آگ لگ جائے اور ہر شخص معمولی درجہ کا ولی اللہ نہیں، ولایتِ صدیقیت کی آخری سرحد تک پہنچ جائے۔ حضرتِ والا کی زندگی کا یہی مقصد اور یہی مشن ہے جس کے لیے ہمیشہ سفر و حضر میں حضرتِ والا کو بے قرار پایا اور اس بیماری کی حالت میں بھی اسی لیے جنوبی افریقہ کا دور دراز کا سفر قبول فرمایا۔ حضرتِ والا کے اشعار مضمونِ بالا

کے ترجمان ہیں، فرماتے ہیں ؎

سارے عالم میں پھر پھر کے یارب
تیرا دردِ محبت سنائیں

تیرا دردِ محبت سنا کر
سارے عالم کو مجنوں بنائیں

سارے عالم کو مجنوں بنا کر
میرے مولیٰ ترے گیت گائیں

دربدر ڈھونڈتا ہے یہ اخترؔ
اہلِ دردِ محبت کو پائیں

ایک اور شعر میں فرماتے ہیں ؎

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

جنوبی افریقہ سے تین حضرات کی کراچی آمد

سفر کی منظوری کی اطلاع فون پر مولانا عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم کو ہوگئی تھی۔ مولانا نے اپنے تین خاص احباب کو حضرت والا کی ہمراہی کے لیے کراچی بھیجا جن میں جناب یوسف ڈیسائی صاحب نے تمام انتظامات و اخراجاتِ سفر قبول کرنے کی درخواست اپنے شیخ مولانا عبدالحمید صاحب سے کی تھی جس کو مولانا نے قبول فرمایا۔ جناب یوسف ڈیسائی مع اپنے دو ساتھیوں کے یکم اپریل ۲۰۰۲ء بروز دوشنبہ کراچی پہنچے اور اگلے دن صبح ویزا لینے کے لیے اسلام آباد روانہ ہوئے اور الحمدللہ اگلے دن ویزا مل گیا۔

لہٰذا ۲۱ / محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۵ / اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعہ سفر کا نظم طے ہوگیا۔ حضرت والا کے ساتھ حضرت والا کے خدام حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب امریکی اور مظہر محمود صاحب لاہوری اور احقر راقم الحروف تھا۔ جناب شمیم احمد صاحب اور سید واثق حسین صاحب اور رضی الدین صاحب بھی ساتھ تھے۔ ان تینوں حضرات نے حضرت والا کے ہمراہ سفر کی اجازت چاہی تھی جو حضرت والا نے منظور فرمالی تھی۔

کراچی ائیر پورٹ روانگی

صبح ساڑھے نو بجے حضرت والا کے ساتھ ہم لوگ ائیر پورٹ روانہ ہوئے۔ ائیر پورٹ پہنچ کر حضرت والا وھیل چیئر پر تشریف فرما ہوئے جس کو حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب چلا رہے تھے۔ کراچی ائیر پورٹ کے فرسٹ کلاس لاؤنج میں حضرت والا نے آرام فرمایا کیونکہ ابھی پرواز میں دیر تھی۔

دُبئی ائیر پورٹ پر قیام

بارہ بجے کے قریب حضرت والا کے ساتھ ہم لوگ امارات ائیر لائن کے جہاز پر دبئی کے لیے سوار ہوئے اور بارہ بج کر بیس منٹ پر جہاز نے پرواز کی اور پاکستانی وقت کے مطابق سوا دو بجے ہم لوگ دبئی پہنچے جہاں سے جوہانسبرگ کے لیے پرواز صبح چار بجے مقرر تھی اور یہ پرواز اسی لیے اختیار کی گئی تاکہ حضرت والا کو دبئی میں آرام مل جائے۔ چنانچہ دبئی ائیر پورٹ کے ہوٹل کے کمروں میں حضرت والا مع ہم سب خدام منتقل ہوگئے۔

حضرت والا کا تقویٰ

ہوٹل کے کمرے میں ٹی وی رکھا ہوا تھا۔ حضرت والا نے اس پر چادر

ڈلوادی اور فرمایا کہ یہ گناہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اس میں ناچ گانے، عورتیں، بے حیائی کی باتیں اور تصویریں وغیرہ آتی ہیں اس لیے اس پر چادر ڈلوادی کہ ہم آلۂ گناہ کو بھی دیکھنا نہیں چاہتے اگر چہ اس وقت یہ بند ہے اور کوئی گناہ نہیں ہو رہا ہے مگر اس کو بھی دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔

ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں اپنے اپنے کمروں میں دو دو آدمیوں نے جماعت سے ادا کیں۔ عشاء کی نماز کے بعد حضرت والا کھانا تناول فرما کر سونے کے لیے لیٹ گئے کیونکہ رات کو تین بجے روانگی تھی۔

دُبئی سے جوہانسبرگ کے لیے روانگی

صبح سوا چار بجے امارات ائیرلائن سے جوہانسبرگ کے لیے روانگی ہوئی۔ صبح چھ بجے کے قریب ہم لوگوں نے جہاز میں نمازِ فجر ادا کی۔ اور آٹھ گھنٹہ کی پرواز کے بعد ہمارا جہاز مقامی وقت کے مطابق دس بج کر دس منٹ پر جوہانسبرگ ائیرپورٹ پر اُترا۔

ائیرپورٹ پر جوہانسبرگ کے علاوہ جنوبی افریقہ کے دور دراز شہروں سے آنے والے علماء اور دوسرے حضرات کا ہجوم تھا اس لیے اعلان کر دیا گیا کہ حضرت والا کی طبیعت ناساز ہے اور سفر کی تھکن اور ضعف ہے اس لیے برائے مہربانی آپ حضرات سلام، مصافحہ اور معانقہ کی کوشش نہ کریں۔ حضرت والا خود سلام کریں گے، آپ لوگ جواب دیجیے تا کہ ہر ایک کے سلام کا حضرت والا کو بار بار جواب نہ دینا پڑے۔ چنانچہ حضرت والا نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرمایا اور سب نے سلام کا جواب دیا۔

ائیرپورٹ سے مفتی حسین بھیات صاحب کے ہمراہ ان کے مکان واقع لنیشیا میں حضرت والا تشریف لائے جہاں پہلے ہی سے کافی حضرات جمع

ہو گئے تھے جو ائیر پورٹ پر ملاقات کے بعد سیدھے مفتی حسین بھیات کے مکان پر دوبارہ ملاقات کے شوق میں آ گئے۔ ان میں مولانا منصور الحق صاحب بھی تھے۔ حضرت والا نے مولانا سے باندازِ مزاح فرمایا کہ اپنی ایک غزل اُڑاؤ۔ مولانا نے ترنم سے اپنا کلام سنایا۔ پھر حضرت والا نے نہایت درد سے یہ شعر پڑھا ؎

کہاں تک ضبطِ بے تابی کہاں تک پاسِ بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

تحدیثِ نعمت

فرمایا کہ اگرچہ میں تارکِ سلطنت نہیں ہوں لیکن (نہایت رقت کے ساتھ فرمایا) دل میں تارکِ سلطنت کا جذبہ رکھتا ہوں۔ میں بادشاہوں کے کانوں کو تلاش کرتا ہوں کہ تمام دنیا کے سلاطین جمع ہو جائیں اور میری تقریر کا ہر زبان میں ترجمہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل مجھ پر ہو تو پھر دیکھئے تماشہ! اگر بادشاہ لوٹنے نہ لگیں اور سلطنت ان کو حقیر اور کمتر نہ معلوم ہونے لگے تو اللہ کے کرم سے میں یہی گمان رکھتا ہوں۔

پھر مولانا منصور الحق صاحب سے فرمایا کہ چلیے مولانا منصور صاحب سنایئے۔ میں تو اس بیماری میں اتنی دور سے آیا اور آپ لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہیں۔ مولانا منصور الحق صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جتنے دن ملازمت پر نہ جاسکیں اور جو تنخواہ کٹے اس کا میں انتظام کردوں گا۔ (اپنے غلاموں کے ساتھ حضرت والا کو جو تعلق اور محبت ہے اس کی بھی کوئی مثال نہیں۔)

مجلس بعد عصر بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

کراچی سے جوہانسبرگ تک تقریباً ۲۷ گھنٹے کا سفر تھا حضرت

مرشدی کی تھکن بھی ابھی دور نہیں ہوئی تھی۔ لیکن عصر کے بعد بہت سے لوگ حضرت سے ملاقات کے شوق میں جمع ہو گئے تو باوجود ضعف اور تھکن کے حضرتِ والا مجلس میں تشریف لائے۔ مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ ان کے بھائی اعجاز الحق صاحب حضرت کے اشعار پڑھنا چاہتے ہیں۔ حضرتِ والا نے ان سے پڑھنے کے لیے فرمایا تو انہوں نے حضرتِ والا کے یہ عارفانہ اشعار بہت عمدہ آواز میں درد کے ساتھ پڑھے ؎

جس سے ہیں آپ خوش اِس جہاں میں
وہ شب و روز ہے گلستاں میں

دیکھ کر میرے اشکِ ندامت
ابرِ رحمت کی بارش ہے جاں میں

آپ کا سنگِ در اور مرا سر
حاصلِ زندگی ہے جہاں میں

سارے عالم کی لذت سمٹ کر
آگئی ہے ترے آستاں میں

ارشاد فرمایا کہ ہر شعر میں غور کیجئے تو ہزاروں غزلیات ایک طرف اور اس کا ایک ایک شعر ایک طرف۔ غور کیجئے کہ ایک ایک شعر کیا معانی رکھتا ہے اور کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اس کو خالی شعر و شاعری مت سمجھئے، یہ میرے دل کی آواز ہے۔

لذتِ ذکرِ حق اللہ اللہ
اور کیا لطف آہ و فغاں میں

کیا کہوں قربِ سجدہ کا عالم
یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں
درسِ تسلیم و خونِ تمنا
ہے نہاں عشق کی داستاں میں

ارشاد فرمایا کہ خونِ تمنا کا لفظ کہنا تو آسان ہے مگر جب تمناؤں کا خون پینا پڑتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ اس میں کیا مزہ ہے۔ اسی خونِ تمنا سے حلاوتِ ایمانی ملتی ہے۔ شیر خون پیتا ہے تو اس میں کتنی طاقت آجاتی ہے کہ دریا کے بہاؤ کے خلاف تیرتا ہے اِسی طرح جو مومن اپنی حرام تمناؤں کا خون پیتا ہے اُس میں اتنی طاقت آجاتی ہے کہ وہ معاشرہ پر غالب رہتا ہے، معاشرہ کی رفتار کے خلاف اللہ کی مرضی پر چلتا ہے اور جو تقاضائے نفس سے مغلوب ہوکر گناہ کرلیتا ہے وہ ظالم شیر نہیں ہے لومڑی ہے، رُوباہ خصلت ہے، بزدل ہے۔ شیر کی غذا خون ہے اور مومن کی کیا غذا ہے؟ اپنی حرام تمناؤں کا خون۔ میرا شعر ہے ؎

نے ترا دل، نے تری جاں چاہیے
اُن کو تجھ سے خونِ ارماں چاہیے

کتنا ہی ارمان ہو، کتنی ہی تمنا ہو، کتنا ہی دل چاہتا ہو کہ اس شکل کو دیکھ لو، پھر نہ جانے یہ سامنے آئے یا نہ آئے اس وقت خونِ تمنا پی لو تو پھر ایمان کا عالم کچھ اور عالم ہوگا۔ شیر خون پیتا ہے تو اس کی طاقت کتنی ہوتی ہے جس طرف چلتا ہے زمین ہلتی ہے، سارا جنگل اس سے کانپتا ہے۔ اگر خونِ تمنا، خونِ ارماں کرنے کی توفیق ہوگئی تو ان شاء اللہ آپ سے بھی سارا عالم کانپے گا۔ جس طرف جائیں گے ہلچل مچ جائے گی۔ روباہ خصلتی سے توبہ کرو، شکل دیکھو تو بایزید بسطامی کی ہے مگر خونِ تمنا کرنا کیوں مشکل معلوم ہوتا ہے؟ یہ کیا بات ہے

کہ شکل تو شیروں کی ہے اور کام لومڑیوں جیسا ہے۔ شرم کرو، شرم کرو، شرم کرو۔

درسِ تسلیم یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے سر ڈال دو، اپنی رائے بالکل نہ رہے، جو اللہ کو منظور ہے وہی ہم کو منظور ہے اور اس کے خلاف لومڑیانہ حرکت دِکھانا بالکل پسماندہ لوگوں کا کام ہے، وہ سلوک میں کبھی ترقی نہیں کر سکتے جو لومڑی کی طرح جیتے ہیں کہ جیسا چاہا کرلیں۔ دل کے خلاف، معاشرہ کے خلاف کام کرو، دل چاہتا ہے کہ فلاں شکل دیکھ لو، اُس وقت غراؤ کہ دیکھتا ہوں کہ تو کیسے دیکھتا ہے۔ غرانا سیکھو، شیر کی طرح دنیا میں رہو تب آپ ولی بنیں گے۔

اس کے بعد حضرت والا نے مولانا منصورالحق صاحب سے کلام سنانے کے لیے فرمایا۔ انہوں نے اپنی غزل کا یہ شعر پڑھا جو حضرت والا ہی کا ملفوظ ہے جسے مولانا نے نظم کر دیا۔

شیر کی طرح جیو، رکھو بڑی سی ڈاڑھی
شیرنی کی طرح کیوں رہتے ہو بندر کی طرح

اور اگلا شعر حضرتِ اقدس کی شان میں بہت عمدہ ہے جو حضرت والا کے مقامِ حضوری کا ترجمان ہے۔

چپکی ہر آن رہے جان یہ رحمٰن کے ساتھ
جینا سیکھو مرے مرشد سے قلندر کی طرح

مولانا اشعار سنا چکے تو حضرت والا نے یہ ملفوظ ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ اپنی تنہائی کی عبادت زیادہ پسند کرتے ہیں بہ نسبت اللہ کے دوستوں کی ملاقات کے، لیکن یہ ذوق صحیح نہیں ہے بالکل غلط ہے ورنہ یہ حکم ہوجاتا کہ تنہائی میں اپنے اپنے کمروں میں نماز پڑھتے رہو اور ہمیں اکیلے یاد کرتے رہو لیکن جماعت واجب کردی، سنن و نوافل اکیلے پڑھنا مستحب ہے جماعت کی نماز

واجب ہے۔ جماعت واجب کردی گئی ہے کہ پانچوں وقت میرے عاشقوں سے ملاقات کرواور جمعہ کے دن جامع مسجد میں اورزیادہ عاشقوں سے ملو، پھر عید بقرعید میں اورزیادہ عاشقوں سے ملواور پھرحج وعمرہ میں بین الاقوامی اولیاء سے ملاقات کرو۔ اور جب جنت میں داخل ہوگے تو وہاں بھی پہلے میرے عاشقوں سے ملو فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ ۔عبادی میں یاءِ نسبتی ہے کہ یہ میرے خاص بندے ہیں اور یہ میرے کیوں ہیں؟ کہ یہ دنیا میں بھی کسی کے نہ ہوئے، میرے ہوکے رہے، نفس کے نہیں ہوئے، شیطان کے نہیں ہوئے، معاشرہ کے نہیں ہوئے صوبہ وملک کے نہیں ہوئے، بین الاقوامی اصولوں کے نہیں ہوئے لہٰذا یہ دنیا میں میرے تھے تو جب یہ میرے ہیں تو انہیں میرے کیوں نہ کہوں، جب یہ میرے بن کے رہے تو کیوں نہ ان کو کہوں کہ یہ میرے بندے ہیں اور میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جنت مکان ہے اور اہلِ جنت مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے، میرے شیخ نے کیسی پیاری دلیل دی لہٰذا اہلُ اللہ جنت سے افضل ہیں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میرے اِنہیں خاص بندوں کی ملاقات کی بدولت تم لوگ جنت میں آئے، صحبتِ اہلُ اللہ سے اخلاق صحیح ہوگئے، اخلاق صحیح ہوئے تو تم ولی اللہ ہوئے اور ولی اللہ ہوگئے تو جنت میں آگئے اس لیے اہل اللہ کی صحبت کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیے۔ جب اللہ والوں کی صحبت مل جائے تو اپنی تنہائی کی نفلی عبادت کم کرکے ان کی صحبت میں زیادہ بیٹھو۔ اہل اللہ کی صحبت نفلی عبادتوں سے افضل ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ستر برس تک میں شاعر نہیں تھا یعنی باقاعدگی کے ساتھ شعر نہیں کہتا تھا۔ میرے اشعار اب اتنی کثرت سے ہوئے کہ فیضانِ محبت کی صورت میں شائع ہوئے، یہ ستر برس کے بعد کے ہیں۔ سترّ برس کے بعد یہ سب ایک دم سے ہوا اور اصل بات یہ ہے کہ

شاعری مدِّ نظر ہم کو نہیں
واردات دِل لکھا کرتے ہیں ہم
ایک بلبل ہے ہماری راز داں
ہر کسی سے کب کُھلا کرتے ہیں

میرے اشعار کو اشعار نہیں سمجھئے، دردِ دل سمجھئے، یہ میرے دل کی آہ ہے جو شعر میں ڈھل گئی ہے۔

چھپاتی رہیں رازِ غم چپکے چپکے
مری آہیں نغموں کے سانچے میں ڈھل کے

آپ اگر میرے شعروں کو شاعری سمجھیں گے تو کچھ نہیں پائیں گے اگر دل کی آواز سمجھیں گے اور دل کی واردات سمجھیں گے تو امید ہے کہ کچھ پا جائیں گے۔ اور سب نہیں پائیں گے، کچھ پائیں گے۔ سب کب پائیں گے؟ جب میرا جیسا دل ہو جائے گا۔

(**نوٹ**: احقر جامع عرض کرتا ہے کہ اکابر نے لکھا ہے کہ بعض اوقات اولیاء اللہ کی زبان سے ایسی باتیں من جانب اللہ تکوینی طور پر کہلوادی جاتی ہیں تاکہ امت کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ استفادہ کر سکے ورنہ وہ ایسی بات از خود نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ تو خود کو سب سے زیادہ کمتر اور حقیر سمجھتے ہیں۔)

مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیں کہ ہمارا دل بھی ایسا ہو جائے۔ حضرت نے دعا فرمائی کہ میں یہی چاہتا ہوں کہ ساری دنیا اولیاء صدیقین سے کم نہ رہے اور اولیاء صدیقین کیسے ہوں گے؟ جن کو اللہ کے راستہ میں جینا اور مرنا نصیب ہو جائے اور اللہ پر جینا اور مرنا کیا ہے؟ جس بات سے اللہ تعالیٰ خوش ہوں اس کو کر لینا چاہیے چاہے جان چلی جائے اور جس بات سے اللہ تعالیٰ ایک ذرّہ ناراض ہوں، اس کو نہ کرنا چاہیے چاہے جان نکل

جائے۔ صاف بات یہ ہے، کھری بات یہ ہے کہ جس بات سے اللہ خوش ہوں اس کو کرنا ہے جس سے ناخوش ہوں اس کو نہیں کرنا ہے چاہے جان نکل جائے۔ شیرانہ مزاج رکھئے، شیر ہمیشہ دریا کے بہاؤ کے خلاف تیرتا ہے لہٰذا معاشرہ کے خلاف چلیے۔ اللہ کی مرضی کے سامنے معاشرہ اور بین الاقوامی طور طریقے کیا چیز ہیں۔ بین الاقوامی اصول انسان ہی کے تو بنائے ہوئے ہیں۔ بین الاقوامی ہوں یا کچھ ہوں اللہ کا نام سب سے بلند، اللہ کا حکم سب سے مقدم۔

اس لیے دو مشورے دیتا ہوں اور یہ مشورہ بمنزلہ حکم کے ہے ان لوگوں کے لیے جو مجھ سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۱) نظر کی حفاظت، کتنا ہی حسین ہو، معلوم ہو کہ حسن میں اوّل آنے والی آج Lenasia کی سڑکوں سے گذرے گی تب بھی اس کو بالکل نہ دیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ سارے عالم کے بادشاہ ہیں، بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، ان کا حکم ہے کہ کسی نامحرم یا کسی امرد کو مت دیکھو تو آنکھوں کی حفاظت سے سرحد کی حفاظت ہوگئی۔ اور (۲) دل کی حفاظت، دل میں گندے خیالات مت پکاؤ، اس سے دارالخلافہ کی حفاظت ہوگئی۔ کسی ملک کی حفاظت سرحد اور دارالخلافہ کی حفاظت پر موقوف ہے، اگر یہ دونوں محفوظ ہیں تو مجال نہیں ہے کہ اس ملک پر دشمن کا قبضہ ہو جائے تو اسلام و ایمان واحسان کا ملک جو آپ کے قلب میں ہے اس کی حفاظت آنکھوں کی حفاظت اور دل کی حفاظت پر ہے۔ اگر یہ دو حفاظت نہ کی جو میں کہہ رہا ہوں تو واللہ کوئی ولی نہیں ہوسکتا۔ یہ دو کام جو کرلے تو دوسرے بڑے کام خود بخود چھوٹ جائیں گے کیونکہ جو بھینس اٹھالے گا وہ بکری بھی اٹھالے گا۔ دوسرے تمام کام ان کے مقابلے میں بالکل آسان ہیں، نماز، روزہ، ذکر و تلاوت، حج، زکوٰۃ مثبت کام تو آج کل لوگ خوب کرلیتے ہیں لیکن منفی کام ان سے نہیں ہوتا حالانکہ منفی کام کے معنی ہیں کہ کام نہیں کرنا ہے اور کام نہ کرنا آسان ہے پھر بھی

لوگ نہ کرنے والے کام کر کے مشکل میں پڑتے ہیں حالانکہ گناہ کے کام نہ کرو اور آرام سے رہو۔ ہمارے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گناہ چھوڑنا تو بہت آسان ہے کیونکہ ہر گناہ کا نام منکر ہے اور منکر اجنبی کو کہتے ہیں اور اجنبی سے کسی کو اطمینان نہیں ہوتا۔ اگر کسی مالدار کے پاس کوئی اجنبی آ کر بیٹھ جائے تو شبہ کرتا ہے کہ کہیں یہ جیب کترا نہ ہو۔ لہٰذا اجنبی سے لوگ خود کو بچاتے ہیں اور اس کو بھگاتے ہیں لہٰذا گناہ بھی اجنبی ہے، اس کو کیوں نہیں بھگاتے، اس کو بھگانا کچھ مشکل نہیں۔ اور کام کچھ نہیں کرنا، کام نہ کرو اور مزدوری لے لو، اللہ کے سوا کون ایسا کریم ہے کہ کام نہ کر کے مزدوری دے اور بڑی بَڑھیا مزدوری دے یعنی حلاوتِ ایمانی۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ خود خوں بہا ہیں، خونِ تمنائے حرام کے خوں بہا میں اللہ تعالیٰ اپنے کو پیش کرتے ہیں۔ ثواب کی لالچ نہیں دی کہ ثواب دیں گے، نہیں ہم خود تمہیں مل جائیں گے، خود اپنی ذات تمہیں دے دیں گے، تمہاری تمناؤں کے خون کا خوں بہا میں ہوں۔ تم اپنے خونِ تمنا کی قیمت تو پہچانو کہ اس خون کے بدلہ میں ہم نے اپنی ذات کو رکھا ہے، تم ناجائز تمناؤں کا خون کرو تو ہم اپنی ذات تم کو پیش کر دیں گے۔ حلاوتِ ایمان کس چیز کا نام ہے منجملہ اس کے معنی یہی ہیں۔

بس ہماری بہت ضروری گفتگو ہے۔ اگر اس معاملہ میں ہمت سے کام نہ لیا تو پوری زندگی ناقص رہو گے، ناقص رہو گے، ہرگز کمالِ ایمان، اولیاءِ صدیقین کا ایمان نہیں ملے گا اور ایک تعریف اس ادنیٰ غلام نے کی ہے۔ اولیاء صدیقین کا درجہ نبیین کے بعد ہے۔ قرآن پاک میں ہے مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ اور وَالشُّھَدَآءِ ان کے بعد ہے جو اگرچہ جان بھی دیتے ہیں لیکن صدیقین سے پیچھے ہیں کیونکہ صدیق زندہ شہید ہوتا ہے۔

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم، نہیں یہ حسرت کہ سر نہیں ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے بسا زندہ شہیدے معتمد

بہت سے لوگ شہید ہیں اور زندہ بھی ہیں اور یہ شہادت ان کی معتبر بھی ہے، جسم سے تو خون نہیں بہا لیکن اندر اندر دل کا خون ہوگیا اس لیے یہ زندگی ہی میں شہید ہیں۔

بس تصوف نام عمل کا ہے، باتوں کا نام نہیں ہے، نہ باتوں کو نوٹ کرنا، نہ یاد کرلینا، نہ نقلِ ملفوظاتِ تصوف کا نام ہے۔ بزرگوں کی باتوں کو نقل کردینا کافی نہیں ہے، بزرگوں کی باتوں پر عمل کرنا چاہیے، عمل کرنے سے کام بنے گا ؎

قدم بایدت در طریقت نہ دم

سلوک اور طریق میں قدم کی ضرورت ہے، باتیں بنانے سے، دم مارنے سے کام نہیں بنتا، بس یہ راستہ بہت آسان ہے ؎

جو آسان کرلو تو ہے عشق آساں

جو دشوار کرلو تو دشواریاں ہیں

اچھا ہم یہ پوچھتے ہیں کہ حسینوں کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ بتائیے بے چینی، پریشانی، تڑپنا، للچانا اور ناشکری کہ اے کاش یہ ہمیں ملی ہوتی، یہ ہمیں کیوں نہیں ملی، بتائیے یہ اللہ کی ناشکری ہے یا نہیں؟ اور پانچ سال کے بعد حکومتیں بھی بدل جاتی ہیں، حسینوں کی حکومت پانچ سال بعد دیکھئے تو حکومت بدلی ہوئی ملے گی اور زندگی ہی میں بڑھاپا آجاتا ہے تو شکل بگڑ جاتی ہے ؎

میر کا معشوق جب بڈھا ہوا

بھاگ نکلے میر بڈھے حسن سے

کوئی بڈھے معشوق کو پسند کرتا ہے؟ ہندو، عیسائی اور یہودی بھی پسند نہیں کرتے لہٰذا اگر آپ نے بڑھاپے میں حسینوں سے نظر کو پھیرا تو کیا پھیرا؟

عالمِ شباب میں نظر بچانا کمال ہے اور یہ مومنِ کامل یعنی اللہ کے دوستوں کا کام ہے، کسی کافر و فاسق کا نصیبہ نہیں اور جب خوب طاقت جوانی کی ہو اس وقت اللہ پر فدا ہو جاؤ بتایئے جوان بکرے کی قربانی زیادہ ثواب ہے یا بڈھے بکرے کی۔ اللہ تعالیٰ مردہ قبول نہیں کرتا۔ مردہ اگر کہے کہ میں نے سب گناہ چھوڑ دیئے تو کیا وہ متقی ہو جائے گا؟ کیونکہ اس نے گناہ چھوڑے نہیں ہیں، گناہ اس سے مجبوراً چھوٹ گئے ہیں اور متقی وہ ہوتا ہے جو اپنے اختیار سے گناہوں کو چھوڑتا ہے، تقویٰ نام ہے:

﴿کَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْهَوٰی﴾

(فتح الباری، کتاب الرقاق، باب من جاھد نفسه فی طاعة اللہ)

یعنی گناہوں کے تقاضوں کے باوجود گناہ نہ کرنا، اس کا نام تقویٰ ہے۔

بس ایک سبق آج دے دیا اس کو نوٹ کرلو، یاد کرلو۔ اگر اولیاءِ صدیقین کا مقام حاصل کرنا ہے تو ان دو چیزوں پر عمل کرو بقیہ چیزیں اللہ کے فضل سے آسان ہو جائیں گی۔

تو ایک تعریف اولیاءِ صدیقین کی یہ ہے:

﴿اَلَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُهٗ حَالَهٗ﴾

جس کا قال اور حال یکساں ہوں۔ دوسری تعریف ہے:

﴿اَلَّذِیْ لَایَتَغَیَّرُ بَاطِنُهٗ مِنْ ظَاهِرِهٖ﴾

جس کا باطن ظاہری حالات سے متاثر نہ ہو۔ لندن کے ہیتھرو ائیرپورٹ پر جو ائیرہوسٹسوں کے سامنے متقی رہے وہ صدیق ہے۔ تقویٰ اس کا نام ہے کہ خوش قامت کو دیکھ کر اپنی استقامت کو متاثر نہ ہونے دے اور تیسری تعریف ہے:

﴿اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِهٖ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج:۱۲، ص:۲۸)

جو دونوں جہاں اللہ تعالیٰ پر فدا کریں؟ جنت کو اس طرح فدا کیجئے کہ عبادت کو اللہ کی رضا کے لیے کیجئے، ثواب کے لیے نہیں، حدیثِ پاک کی دعا ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ رِضَاکَ وَالۡجَنَّةَ
وَ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ سَخَطِکَ وَالنَّارِ﴾

(تفسير اللباب، سورة فتح، آيت: ۲۹)

حق تعالیٰ کی رضا کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت پر مقدم کیا ہے اور اسی طریقہ سے اللہ کی ناراضگی سے ڈریئے، گناہ چھوڑ یئے اللہ کی ناراضگی کے خوف سے، اے اللہ میں تیری ناراضگی سے زیادہ ڈرتا ہوں اور جہنم سے، واؤ داخل کر دیا، واؤ آتا ہے عطف کے لیے اور عطف ہوتا ہے مغایرت کے لیے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی رضا میں اور جنت میں مغایرت ہے، اللہ کی رضا بہت بڑی چیز ہے لیکن جنت اس لیے مانگتے ہیں کہ وہاں آپ کا دیدار ہوتا ہے اور آپ کے عاشقوں کی جگہ ہے اسی طرح واؤ عاطفہ سے ثابت ہوا کہ ناراضگی حق اور دوزخ میں مغایرت ہے کہ ہم پہلے آپ کے غضب سے پناہ چاہتے ہیں پھر دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں کیونکہ دوزخ کا سبب آپ کا غضب ہے اور گنہگاروں کی جگہ جہنم ہے۔

یہ تین تعریفیں تو علامہ آلوسی کی ہیں اور چوتھی تعریف میری ہے اور میں کیا چیز ہوں، میری کیا وقعت ہے، بس ان ہی بزرگوں کی جوتیوں کے صدقہ میں مجھے بھی مبدأ فیاض سے اللہ نے عطا فرما دی، جس مبدأ فیاض سے اللہ نے علامہ آلوسی کو دیا اسی مبدأ فیاض سے مجھ کو عطا فرمایا، مبدأ ایک ہے۔ وہ تعریف کیا ہے؟ جس کی ہر سانس اللہ کی مرضی پر گذرے اور ایک سانس بھی جو اللہ کو ناراض نہ کرے وہ بھی ولی صدیق ہے۔ یہ تعریف میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

بس جتنے بھی میرے دوست اور متعلقین ہیں سب کو اللہ تعالیٰ اولیاءِ صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچادے اور جب تک ہم آخری سرحد تک نہ پہنچیں ہمیں موت نہ دے، آمین۔

اس کے بعد اعجاز الحق صاحب نے حضرت والا کی یہ غزل شروع کی۔

جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

ارشاد فرمایا کہ صرف سننے سے کام نہیں بنے گا، ساری عمر سنتے رہے لیکن جب خونِ تمنا کیجئے اور غم اٹھائیے تب دیکھئے اللہ کا پیار کہ وہ کس طرح اپنے عاشقوں کے دل کا پیار لیتے ہیں۔ میرا شعر ہے۔

از لبِ نادیدہ صد بوسہ رسید
من چہ گویم روح چہ لذت کشید

اللہ کے ہونٹ نظر تو نہیں آتے لیکن روح ان بوسوں کی لذت کو محسوس کر کے مست ہوتی ہے۔ تائب صاحب سلمہٗ کا شعر ہے۔

محسوس تو ہوتے ہیں دِکھائی نہیں دیتے
اُس چومنے والے کے ہیں لب اور طرح کے

۲۴ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۸ اپریل ۲۰۰۲ء بروز اتوار

صبح کی سیر کے لیے روانگی

بعد نمازِ فجر حضرت والا کا معمول سیر کا ہے۔ ناسازی طبع سے پہلے تک کراچی میں بھی یہی معمول تھا۔ تقریباً پونے دوسال بعد آج صبح ساڑھے سات بجے حضرت والا صبح کی سیر کے لیے کار میں روانہ ہوئے۔ مفتی حسین بھیات صاحب حضرت والا کو (Floridia Lake Roode Poort)

لے گئے جو بہت خوبصورت جھیل ہے، جس کے چاروں طرف لمبی لمبی زلفوں جیسی شاخوں والے درخت ہیں جن کو یہاں رونے والے درخت (Weeping trees) کہتے ہیں، ان کی لمبی لمبی سبک شاخیں جھیل میں لٹک رہی تھیں۔ بہت خوبصورت منظر تھا۔ حضرت والا چار سال کے بعد جنوبی افریقہ تشریف لائے ہیں اور ناسازی طبع کے سبب کراچی میں دو سال آہ! ایک ہی کمرہ میں تسلیم و رضا کا پیکر بن کر گذار دیئے۔ اللہ تعالیٰ احقر کی خطاؤں کو معاف فرمادے اور میری زندگی کی آخری خواہش محض اپنے کرم سے پوری کردے کہ حضرت والا کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمادے اور بیماری کا ایک ذرّہ اثر باقی نہ رہے، پہلے سے بھی اچھی صحت کے ساتھ ایک سو بیس سال کی عمر دین کی بے مثل اور عظیم الشان خدمت شرفِ قبولیت کے ساتھ عطا فرمائے اٰمِین یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ۔

جھیل کا خوبصورت منظر دیکھ کر حضرت والا بہت خوش ہو رہے تھے اور حضرت والا کے احباب خصوصی جو مختلف شہروں سے یہاں جمع تھے جس کی وجہ سے حضرت والا کو اور زیادہ خوشی تھی کیونکہ اپنے احباب کی ملاقات سے حضرت والا کو سب سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

ضیاء الرحمٰن صاحب کے سہارے سے حضرت والا نے پارک میں تھوڑی دیر چہل قدمی فرمائی۔ اس کے بعد پیڑوں کے سائے میں آرام دہ کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ زمین پر قالین بچھا دیئے گئے تھے جن پر سارا مجمع حضرت والا کے سامنے بیٹھ گیا اور مولانا منصور الحق صاحب کے بھائی اعجاز الحق صاحب سے اشعار پڑھنے کے لیے فرمایا۔ انہوں نے حضرت والا کے اشعار سنائے جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

ان کے غم کی رفعتوں کو یوں بیاں کرتے ہیں ہم
مائلِ غم زندگیِ دیگراں کرتے ہیں ہم

دنیا کی فانی لذتوں کی بے مائیگی

ارشاد فرمایا کہ دنیا کی جو خوشی ہے عارضی ہے اور عارضی کے ساتھ ساتھ ندامت اور شرمندگی ہے مثلاً انسان کے لیے بیوی سے صحبت حلال ہے اور بہت لذیذ ہے لیکن بتائیے صحبت سے قبل کیا حال ہوتا ہے۔ دندناتے ہوئے اپنی شان دِکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بعد جب اِنزال ہوگیا تو چھپاتے ہوئے شرمندگی کے ساتھ جاتے ہیں۔ یہ ہے دنیا کی حقیقت! حلال لذت بھی فانی ہے۔ چند منٹ کی لذت ہے جس کے لیے مرد و عورت کیا کیا طوفان بناتے ہیں۔ اس لیے کہتا ہوں کہ دنیا کی فانی چیزوں پر مرنے والا انتہائی بے وقوف ہے۔ حلال لذتیں بھی اس قابل نہیں ہیں کہ آدمی ان پر مرے اور اِس کی دُھن میں رہے۔

اللہ کے نام کی دائمی لذت

اس کے برعکس اللہ کی محبت میں ایک دفعہ اللہ کہو، ساری زندگی روح پر اس کا نور باقی رہتا ہے، ایک بار ان کی راہ میں گناہ چھوڑنے کا غم اٹھالو، ساری زندگی اس کا نور مست رکھتا ہے، میرا شعر ہے ؎

رکھتا ہے مجھ کو مست خزانہ یہ قلب کا
ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیے ہوئے

ویرانۂ دل میں خزانۂ قرب

چند ارمانوں کو دفن کرنا ہے اور خزانہ ویرانے میں دفن ہوتا ہے پھر وہ خزانۂ مدفونہ مست رکھتا ہے کیونکہ جہاں خزانہ ہوتا ہے اس کی مستی و گرمی لازمی

ہے۔بس کچھ ارمان جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں ان کو دفن کر لیجئے، یعنی ان پر عمل نہ کیجئے تو دل تو ویران ہو جائے گا لیکن اس ویرانے میں اللہ کے قرب کا ایسا خزانہ ملے گا جو ہمیشہ مست رکھے گا۔جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان سے بچیئے، جائز نعمتیں استعمال کیجئے لیکن جائز نعمت کے استعمال میں بھی اعتدال ضروری ہے، جائز میں بھی اتنی کثرت نہ ہو کہ صحت خراب ہو جائے۔ایک مولوی صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ جو نعمت جائز ہے اس میں کمی اور اعتدال کے لیے کیوں کہا جاتا ہے جبکہ حدیث میں ہے کہ

اِنَّ لِاَھْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا (سنن ابی داؤد، باب ما یومر به من القصد فی الصلوٰۃ)

تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے تو حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی نے فرمایا کہ مولانا! اسی حدیثِ پاک کے آگے یہ بھی تو ہے کہ **اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا** کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے ورنہ نفس کمزور ہو جائے گا اور پھر معجون مانگو گے کہ انجن ٹھنڈا ہو گیا اور حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ جو اپنی بیوی سے بھی صحبت کثرت سے کرتا ہے اس کی قوتِ مردانگی تو کمزور ہوتی ہی ہے اس کی روحانی قوت بھی کمزور ہو جاتی ہے اور جو اعتدال کے ساتھ صحبت کرتے ہیں ان کو دنیاوی مزہ بھی زیادہ ملتا ہے اور روحانیت بھی خوب قائم رہتی ہے۔اس لیے **اِنَّ لِاَھْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا** کے ساتھ **اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا** فرما کر اعتدال قائم فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ دنیاوی حلال اور جائز نعمتوں پر بھی پابندیاں ہیں۔ حلال کو بھی اتنا حلال نہ کرو کہ صحت خراب ہو جائے، چکر آنے لگے، چلتے ہوئے مکھی مارنے لگو، چال بتا دیتی ہے کہ یہ شخص کثیر الجماع ہے۔ بیوی کا حق ادا کرو مگر کافی تاخیر سے۔منی کو جمع رکھو، روحانیت قوی رہے گی اور مست رہو گے۔

رکھتا ہے مجھ کو مست خزانہ یہ قلب کا
ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیے ہوئے

بس بعض ارمانوں کو دل میں دفن کرلو پھر دیکھو اللہ کیا دیتا ہے، جو خواہش اللہ کی مرضی کے خلاف ہو اس کو دفن کر دو اور کثرتِ جماع بھی اللہ کی مرضی کے خلاف ہے۔ اپنی حلال بیوی کو بھی زیادہ استعمال کرنا یعنی حلال کو بھی زیادہ حلال کرنا جائز نہیں ہے۔

اخترِ بسمل کی تم باتیں سنو
جی اُٹھو گے تم اگر بسمل ہوئے

بسمل کے کیا معنیٰ ہیں؟ بسم اللہ پڑھ کر جس مرغ کو ذبح کر دیا گیا اور چھوڑ دیا، تو وہ تڑپتا رہتا ہے اسی لیے اس کو مرغِ بسمل کہا جاتا ہے۔

فانی چیزوں کو باقی بنانے کا طریقہ

بس اللہ کی یاد میں رہو، باقی سب چیزیں فانی ہیں، جتنی دنیا ہے کھانا پینا، صحبت کرنا سب فانی ہے۔ ذرا آنکھ بند کر کے سوچئے کہ آج تک جو کچھ کیا جو کھایا، جو پیا، جو صحبت کی لذت اڑائی، کچھ موجود ہے یا سب فنا ہو گیا۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اور اگر ایک بار بھی اللہ کا نام لیا ہے تو اس کی مستی مرتے دم تک روح میں باقی رہے گی، اس کو فنا نہیں ہے کیونکہ وہ مَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ ہے یعنی جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ یعنی جو تمہارے پاس ہے وہ سب فنا ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے باقی ہیں کہ جو کچھ ان کے پاس جمع کر دیا وہ بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، بس اللہ کو خوب یاد کرو اور دردِ محبت سے یاد کرو۔ (حضرت والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ) اللہ کو اتنا یاد

کرو کہ ان کی رحمت خود ہمیں پیار کرلے۔ یہی چیزیں کام آئیں گی۔ باقی دنیا فانی ہے۔ اگر اللہ کے نزدیک دنیا مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اللہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔ مچھر کے پر کے برابر نہ ہونے کی وجہ اس کی فنائیت ہے۔ بس دنیا کی فنائیت مستحضر رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت اپنی یاد میں رکھے اور دردِ دل کے ساتھ یاد کرنے کی توفیق دے۔

حقیقی ذکر کیا ہے؟

ہم لوگ یاد تو کرتے ہیں لیکن صرف زبان سے۔ اصل یاد یہ ہے کہ زبان اور دل دونوں ساتھ دیں۔ جب اللہ کہو تو زبان بھی ہل جائے اور دل بھی ہل جائے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ اللہ کی عبادت کے ساتھ گناہوں سے بھی حفاظت ہو۔ اصل ذکر یہ ہے کہ ان کو ناراض نہ کرو۔ پھر دیکھو ان شاء اللہ ایسا مزہ پاؤ گے، ایسا مزہ پاؤ گے کہ اختر کو یاد کرو گے۔ دنیا میں کچھ نہیں ہے، دنیا بالکل مردہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿اَلدُّنیا مَلْعُوْنَۃٌ مَّلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرَ اللہِ وَ مَا وَالاہُ اَوْ عَالِماً اَوْ مُتَعَلِّماً﴾

(سنن ابن ماجه، باب مثل الدنیا)

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے لیکن اِلّا سے استثنٰی ہے کہ جو چیزیں اللہ کی یاد میں معین ہیں وہ دنیا نہیں ہیں جیسے یہ مجلسِ احباب ہے۔ اب یہ درخت، یہ پانی، یہ فضا، یہ ماحول قابلِ قدر ہے کیونکہ اس ماحول میں اللہ کی محبت سیکھی جارہی ہے، یہ ماحول ہماری آخرت کے لیے مفید ہے اس لیے یہ دنیا نہیں ہے۔

اور جب اعجاز الحق صاحب نے حضرت کی غزل کا مقطع پڑھا ؎

اہلِ دل کی صحبتوں سے اخترِ خستہ کو بھی
دل ملا ایسا کہ شرحِ دل بیاں کرتے ہیں ہم

کامل دیوانۂ حق کون ہے؟

تو حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ کے دیوانے دوسروں کو بھی اللہ کا دیوانہ بناتے ہیں۔ کامل دیوانہ وہ ہوتا ہے جو دیوانہ ساز بھی ہو۔ اگر خود اکیلا دیوانہ ہے، دوسروں کو دیوانہ نہیں بناتا تو ابھی وہ کامل دیوانہ نہیں ہے، بالغ نہیں ہے، روحانی اولاد سے محروم ہے۔ اس بات کو خوب سمجھ لو کہ کامل دیوانہ جب ہوتا ہے جب دیوانہ سازی آجائے اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ جہاں بیٹھ جائے، جہاں آہ و نالہ کرے، جہاں گریہ وزاری کرے وہیں لوگ جمع ہوجائیں اور اللہ کے دیوانے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے دوستوں کو اس قابل کردے کہ ہم خود بھی دیوانے بنیں اور دیوانہ سازی بھی کریں، کامل بنیں، روحانی طور پر بالغ بنیں کہ ان سے دوسرے بھی دیوانے بن جائیں۔

دیوانۂ حق بننے کا طریقہ

لیکن اللہ کا دیوانہ کیسے بنیں؟ کسی دیوانے کے ساتھ رہو اور اس کی طرح غیر اللہ سے بچو۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میں تمہیں مل جاؤں گا لیکن گدھوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ یہ بات اہلِ دل، اہلِ عقل اور اہلِ قسمت کی سمجھ میں آتی ہے۔ کیا چھوڑا اور کیا پایا اس کا **Difference** نکالو، جب عمل کروگے تو پتہ چلے گا کہ عورتوں اور لڑکوں کو چھوڑا اور اللہ کو پالیا۔

بڑھاپے میں جوانی کا حال

اور اگر ان حسینوں کو نہ چھوڑا تو اسّی برس کا لڑکا اور اسّی برس کی لڑکی جب آپ کے پاس آئے گی تب اس کو دیکھنے کو دل چاہے گا؟ تب تو اس کو دیکھ کر گدھے کی طرح بھاگوگے اور جب بھاگنے لگے تو اس پر جوتے برساؤ کہ

اب کیوں بھاگتا ہے؟ کیا تجھے نہیں معلوم تھا کہ ایک دن یہ اسّی برس کی ہوگی یا اسّی برس کا ہوگا؟ جوانی میں تم نے کیوں دھوکہ کھایا اور اگر دونوں کو رعشہ ہوگیا اور بڈھے بڑھیا دونوں معانقہ کرنا چاہ رہے ہیں تو معانقہ کے وقت عجیب منظر ہوگا کہ عاشق و معشوق گردن کپکپاتے ہوئے معانقہ کرنے جارہے ہیں لیکن جب دونوں نے گردن ملانی چاہی تو ایک نے اثبات کیا تو دوسرے نے بے اختیار گردن نفی میں ہلادی کیونکہ ان کے اختیار میں نہیں تھا کہ نفی اثبات ساتھ ساتھ ہو۔ اس لیے ایک نے گردن ملائی تو دوسرے نے بے اختیار دوسری طرف دھکیل دی۔ کیا دنیا ہے! ایسی سڑی ہوئی دنیا پر مرنے والا انتہائی بے وقوف اور گدھا ہے چاہے کتنا ہی بی کام، گریجویٹ اور اپٹوڈیٹ ہو۔ اللہ کے لیے توبہ کرلو، اللہ کے لیے رحم کرلو اپنی جان پر، اللہ کے لیے رحم کرلو اپنی جان پر، میں اللہ ہی کے لیے کہتا ہوں کہ اللہ کے لیے اپنی جان پر رحم کرو۔ نظر کی حفاظت کرو اور دل کی حفاظت کرو۔ دشمن دو طرف سے حملہ کرتا ہے، بارڈر سے یا کیپٹل پر۔ نظر کی حفاظت بارڈر یعنی سرحد کی حفاظت ہے اور دل کی حفاظت کیپٹل اور دارالخلافہ کی حفاظت ہے۔ یہ دونوں حفاظت کرلیجئے تو آپ کا ملکِ ایمان، ملکِ اسلام اور ملکِ احسان سب محفوظ رہے گا۔

چہرہ ترجمانِ دل ہے

ارشاد فرمایا کہ دیکھو اللہ کے لیے اپنے چہروں کو ذلیل نہ کرو کیونکہ چہرہ ترجمانِ دل ہے۔ دل میں جو چیز ہوگی چہرہ اسی کا ترجمان ہوگا۔ یہ عجیب بات شاید مجھ ہی سے سنو گے، کتابوں میں نہیں پاؤ گے۔ اگر دل میں کسی لڑکے کا عشق ہے تو چہرہ مقامِ گو کا ترجمان ہوگا اور اس پر گندگی کے اثرات ہوں گے اور اگر دل میں کسی عورت کا ناجائز عشق ہے تو چہرہ لعنتی مقام کی ترجمانی کرے گا۔ دل میں جو ہوتا ہے اس کا عکس چہرہ پر آجاتا ہے۔ اس

لیے اگر دل میں اللہ ہے تو چہرہ اللہ کی ترجمانی کرے گا لہٰذا دل کو صاف رکھنے کا، اللہ والا رکھنے کا انتظام کرو تاکہ ہمارا چہرہ اللہ کی ترجمانی کرے۔ اسی لیے اللہ والوں کا چہرہ دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

﴿اِذَا رُأُوْ ذُکِرَ اللہُ﴾

(تفسیر روح المعانی، سورۃ یونس، آیت: ۳)

جب ان کو دیکھا جاتا ہے تو اللہ یاد آجاتا ہے کیونکہ ان کے دل میں اللہ ہے اس لیے چہرہ اللہ کا ترجمان ہے اور انگریزوں کی کھال کتنی گوری ہے لیکن چہرہ پر کیسی بے رونقی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ پر دھواں اُڑ رہا ہے۔ اگر دل میں کفر ہے تو چہرہ ترجمانِ کفر ہوگا، اگر دل میں فسق ہے تو چہرہ ترجمانِ فسق ہوگا، دل میں اگر مُردوں کا عشق ہے تو چہرہ ترجمانِ مُردگاں ہوگا۔ اہلِ دل، اہلِ نظر اور اہلِ روشن ضمیر بتا دیتے ہیں کہ اس کے چہرہ سے بدمعاشی ٹپک رہی ہے چاہے وہ کتنا ہی چھپائے اور صابن سے منہ دھولے لیکن صابن سے دھونے سے چہرہ نہیں بدلتا کیونکہ دل میں جو چیز ہوگی چہرہ پر آجائے گی اس لیے عشقِ مجازی خواہ عورتوں کا ہو یا لڑکوں کا اس کا حاصل کیا ہے؟ گناہ کے گندے مقامات ہیں۔ عشقِ مجاز کی آخری منزل گناہ پر ختم ہوتی ہے۔ میرا شعر ہے ؎

عشقِ بتاں کی منزلیں، ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہو ابتدا غلط، کیسے صحیح ہو انتہا

بدنظری عشق مجازی کی ابتدا ہے جو حرام ہے۔ پس جس فعل کی ابتداء ہی غلط ہو اس کی انتہا کیسے صحیح ہوگی؟ اس لیے اگر اللہ کو لینا ہے تو اس کی کوشش کرو اور اس کوشش میں جان کی بازی لگادو کہ دل میں کوئی غیر نہ آجائے ؎

نہ کوئی غیر آجائے، نہ کوئی راہ پا جائے
حریمِ دل کا احمدؔ اپنے، ہر دم پاسباں رہنا

غیر اللہ کی نفی کے بعد اللہ ہی اللہ ہے، جب دل میں غیر اللہ نہیں تو اللہ ہی اللہ ہوگا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسئلہ بتایا ہے کہ کسی شخص نے نماز پڑھی اور اللہ کے لیے نیت نہیں کی یعنی کوئی عمل کیا لیکن اللہ کی رضا کی نیت نہیں کی لیکن اس کی نیت غیر اللہ کے لیے بھی نہیں تھی تو حضرت فرماتے ہیں کہ یہ عمل اللہ ہی کے لیے ہے، کیونکہ جب غیر اللہ نہ ہو تو سمجھ لو اللہ ہی اللہ ہے۔ اس عالمِ کون وفساد میں دو چیزیں ہیں، جیسے اب اس وقت اللہ ہی اللہ ہے۔ آسمان دیکھو تو اللہ، زمین دیکھو تو اللہ، پانی دیکھو تو اللہ، درختوں کو دیکھو تو اللہ۔ ہر طرف اللہ ہے۔ یہ منظر کتنا پیارا ہے، درخت ہیں، جھیل ہے، آسمان ہے، ہر ذرہ سے اللہ کی آواز آرہی ہے۔ بس غیر اللہ نہ ہو تو سارے عالم میں اللہ ہی اللہ نظر آئے گا۔ اے اللہ! غیر اللہ کی محبت سے ہم کو پاک کردے۔ بہت بدنصیب، بدقسمت ہے وہ جو کسی مردار پر عاشق رہے کیونکہ آخر میں ۸۰ برس کی عمر میں یہ عشق باقی نہیں رہے گا۔ جس شخص کی نظر حال پر ہو انجام پر نہ ہو یہ شخص بین الاقوامی بےوقوف اور اُلو ہے کیونکہ عقل کی بین الاقوامی تعریف انجام بینی ہے۔ جس کی نظر انجام پر ہو وہ عقلمند ہے۔ عقل کی بین الاقوامی تعریف کے مطابق مرنے والوں پر عاشق ہونے والے سب اُلّو ہیں۔ جانتے ہیں کہ ہم اُلّو پنا کررہے ہیں مگر پھر بھی الو پنا کرتے ہیں، جانتے ہیں کہ نامحرم عورتوں کو دیکھنا برا کام ہے، لڑکوں کو دیکھنا برا کام ہے لیکن گدھے، الو اور بندر کی طرح انجام سے غافل ہوکر دیکھتے ہیں۔ بتائیے اس وقت عقل رہتی ہے؟ کیوں بدنظری کرتے ہو کہ اللہ کی لعنت برسے:

﴿لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ﴾

(المشکوٰۃ، کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ)

بدنظری کرنے والے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا ہے کہ اے اللہ! ناظر اور منظور پر لعنت برسا اور لعنت ضد ہے رحمت کی۔ جب بدنظری کی تو اللہ

کی رحمت ہٹی اور جب اللہ کی رحمت ہٹی تو اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ کا سایہ ہٹا۔اب یہ نفسِ اَمّارہ کی گود میں ہے اور نفسِ اَمّارہ سب سے بڑا دشمن ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلو میں ہے۔ پس جو دشمن کی گود میں ہوگا اس کو عزت ملے گی؟ اللہ کی ستّاری ہے، پردہ پوشی ہے، اگر انسان کے کرتوت پر اللہ کی ستاری کا پردہ نہ ہوتو اتنے جوتے پڑیں کہ سر پر ایک بال بھی نہ رہے۔

پس اگر چاہتے ہو کہ غیر اللہ سے پاک رہو تو اللہ سے محبت کرو اور اللہ والوں سے محبت کرو اور سب سے ضرورت کا تعلق شریعت کی اجازت کے مطابق رکھو مگر محبت کرو صرف اللہ سے اور اللہ والوں سے۔

جھیل کا کنارہ درخت اور سبزہ کے منظر میں حضرت مرشدی کے روح پرور اِرشادات سے مردہ قلوب زندہ ہوگئے۔لوگوں نے کہا کہ چار سال سے ہم لوگ حضرت کی آواز کو ترس رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایہ ایک سو بیس سال تک صحت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ حضرتِ والا بھی آج بہت خوش تھے لیکن کافی دیر ہوگئی تھی اور گھر واپسی کا وقت ہوگیا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہاں سے بادلِ ناخواستہ جاؤں گا۔ مفتی حسین بھیات صاحب سے فرمایا کہ تم ایسی جگہ لائے کہ یہاں سے اٹھنے کو جی نہیں چاہ رہا ہے۔ درختوں کے جھرمٹ میں مزہ اور بڑھ گیا، یہاں اللہ کا نام لیا گیا، پانی کے قطرہ قطرہ کو اور درختوں کے پتہ پتہ کو اللہ قیامت کے دن گواہ بنادے اور قبول فرمالے اور ہم سب کو میرے احبابِ حاضرین واحبابِ غائبین اور پوری اُمتِ مسلمہ کو بے حساب بخش دے، آمین۔

مجلس ۱۱ بجے دن بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب بمقام لنیشیا

غمِ حسرت پر انوکھا مضمون

آج اتوار ہے جو یہاں چھٹی کا دن ہے اس لیے رات اعلان کر دیا گیا تھا کہ ۱۱ بجے دن حضرت والا کی مجلس ہوگی۔ بہت لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت والا کے حکم پر قاری یعقوب صاحب نے حضرت والا کے اشعار سنانے شروع کیے اور جب اس شعر پر پہنچے کہ ؎

سب کی عشرت دل سے باہر ہوگئی
میری حسرت میرے دل میں ہے سدا

تو فرمایا کہ یہ انداز بھی نرالا ہے۔ ایک شاعر نے کہا ؎

مرا معشوق دنیا کے حسینوں سے نرالا ہے
فقط اک آنکھ کانی ہے فقط اک رنگ کالا ہے

کہتے ہیں کہ ہماری سب تمنا پوری ہوگئی یعنی عشرت دل سے باہر ہوگئی اور حسرت دل کی دل میں رہتی ہے۔ پس میرے کام کی چیز میری حسرت ہے۔ کیونکہ میرے دل کے اندر رہتی ہے، دل کی دل میں رہتی ہے اور عشرت تو سب پوری ہو کر دل سے باہر ہوگئی تو کون باوفا ہے حسرت یا عشرت؟ تو حسرت کو ہم کیوں نہ پیار کریں جو ہمارے دل میں رہتی ہے۔ بولو نرالا مضمون ہے؟ پھر قاری صاحب نے حضرت والا کا یہ شعر پڑھا ؎

عشرتیں تو دشمنوں کو بھی ملیں
عاشقوں کو اپنا غم بخشا سدا

تو حضرت نے اس کی یہ تشریح فرمائی کہ دشمنوں کو، کافروں کو اللہ نے عشرتیں دی ہیں کہ نہیں؟ مسلمانوں سے زیادہ دی ہیں۔ خوبصورت بیویاں، خوبصورت مکان، بنگلے کاروبار اور یہ سب ان کے ٹھاٹ باٹ ہیں مگر ان کے ہارٹ میں

اطمینان نہیں ہے اور ہم لوگوں کا کیا ہے؟ اطمینانِ ہارٹ ہے، ہاٹ پاٹ ہے اور فقیری میں ٹھاٹ باٹ ہے اور دشمنوں کا ہارٹ چونکہ بے اطمینان ہے اس لیے وہ اپنے ٹھاٹ باٹ کے باوجود ایئر کنڈیشنوں میں خودکشی کررہے ہیں۔ اگلے دوشعروں میں میں نے یہی مضمون بیان کیا ہے ؎

دشمنوں کو عیشِ آب و گل دیا
دوستوں کو اپنا دردِ دل دیا
اُن کو ساحل پر بھی طغیانی ملی
ہم کو طوفانوں میں بھی ساحل دیا

عالمِ برزخ میں اہلِ ایمان کے مزے

ارشاد فرمایا کہ عالمِ دنیا اور عالمِ آخرت کے درمیان عالمِ برزخ ہے جہاں تمام سلف صالحین کی روحیں ہمارا انتظار کررہی ہیں۔ عالمِ برزخ میں نیا جسم عطا ہوتا ہے۔ یہ جسم تو یہیں گل سڑ جاتا ہے لہٰذا یہ تصور کرو کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، بابا فریدالدین عطار، مولانا رومی اور شمس الدین تبریزی اور بڑے بڑے صحابۂ کرام عالمِ ارواح میں ہیں اور وہ ہمارا انتظار کررہے ہیں۔ اس تصور سے موت لذیذ ہوجاتی ہے ورنہ عام آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم قبر میں اکیلے پڑے رہیں گے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد آدمی قبر میں اُلّو کی طرح اکیلا پڑا رہتا ہے۔ حالانکہ وہاں دوسرا جسم عطا ہوتا ہے، عالمِ برزخ میں ہر مومن کو سیدالانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت بھی نصیب ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ میں اولیاء اللہ میں اِن شاءَ اللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو پوچھوں گا کہ کہاں ہیں مولانا رومی؟ مجھے ان

کی زیارت کرنی ہے کیونکہ میں نے ان کی مثنوی کی شرح لکھی ہے۔ اولیاءاللہ میں سب سے پہلے میں ان شاءاللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کروں گا۔

احقر مرتب نے عرض کیا کہ معارف مثنوی کے علاوہ درسِ مثنوی اور فُغانِ رومی بھی حضرت والا کی تالیفات ہیں۔ اِرشاد فرمایا کہ درسِ مثنوی کا اِن شاءَ اللہ شام کو درس بھی ہوگا۔ پھر احقر سے فرمایا کہ درسِ مثنوی کا خواب بیان کرو۔ احقر نے عرض کیا رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ یعنی ۱۹۹۸ء میں سات آٹھ ملکوں سے علماء خانقاہ کراچی میں جمع ہوئے تھے۔ ان کی درخواست پر حضرتِ والا نے مثنوی کا درس دیا تھا۔ جو درسِ مثنوی مولانا روم کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ اس وقت کا یہ درس عجیب وغریب درس تھا محبت ومعرفت سے لبریز۔ اس کے متعلق حال ہی میں ایک صاحب نے جو حضرت والا سے تعلق رکھتے ہیں جن کا نام سید ثروت حسین صاحب ہے اور وہ مناظرِ دیوبند مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے ہیں۔ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت مرشدی دامت برکاتہم کے حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دائیں جانب حضرت مرشدی ہیں اور حضرت کی دائیں جانب خواب دیکھنے والے صاحب ہیں اور سامنے الماری میں درسِ مثنوی مولانا رومی رکھی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب دیکھنے والے سے فرمایا کہ درسِ مثنوی بہت اچھی کتاب ہے تم یہی پڑھا کرو۔

ارشاد فرمایا کہ مولانا روم کے کلام کو ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ حاسدین جل کر خاک ہوگئے۔ ایک رافضی نے ایک اہلِ سنت سے کہا کہ مثنوی کے معنی ہیں مشنوی یعنی اس کو نہ سنو۔ مولانا رومی کو اس کی اِطلاع دی گئی تو فرمایا کہ اس ظالم سے کہہ دو۔

مثنویم را تو گوئی مثنوی
اے سگِ ملعوں تو عوعومی کنی

میری مثنوی کوتو کہتا ہے مت سنو۔اے ملعون کتے تو عوعوکرتا ہے،بھونک رہا ہے۔

آنکھوں کا زِنا

اس کے بعد مولانا منصورالحق صاحب نے اپنا یہ شعر ترنم سے پڑھا ؎

نگاہوں کی چوری کو ہلکا سمجھتے، یوں ہی نورِ تقویٰ فنا کرتے رہتے
اگر شاہ اختر کی صحبت نہ ملتی تو ہم سب نظر کا زِنا کرتے رہتے

تو حضرتِ والا نے فرمایا کہ یہ شعر بخاری شریف کی حدیث:

﴿زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ﴾

(صحیح بخاری، ج:۲، باب زِنا الجوارح دون الفرج)

کا پورا ترجمہ ہے، آنکھوں کا زِنا ہے نظر بازی۔لوگ اس کو معمولی گناہ سمجھتے ہیں کہ ارے صاحب نہ لیا نہ دیا صرف دیکھ لیا۔اور مولوی لوگ خواہ مخواہ شور مچا رہے ہیں لیکن مولوی لوگ شور نہیں مچارہے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو آنکھوں کا زِنا فرمارہے ہیں۔

مولانا منصورالحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بخاری شریف تو ہم نے بہت عرصہ پہلے پڑھی بھی تھی اور اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ پڑھائی بھی لیکن اس مضمونِ حدیث پر عمل ہمیں آپ کی بدولت حاصل ہوا ہے۔اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکرادا کریں کم ہے۔

قلبِ شکستہ کی عظیم الشان خدائی تعمیر

پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک مزہ اور ہے جو کم لوگ جانتے

ہیں۔نظر بچانے پر اللہ تعالیٰ کے مبارک ہاتھوں سے تعمیر ملتی ہے۔دل ٹوٹتا ہے مگر جوان کی راہ میں اپنے دلوں کو توڑ کر چور کر دیتے ہیں ان کے ٹوٹے دلوں کی اللہ تعالیٰ تعمیر کرتے ہیں۔میرا شعر ہے ؎

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

دیکھئے! میں نے ویرانی کو مبارک باد پیش کی ہے، جو دل خدا کی راہ میں شکستہ، خستہ اور ٹوٹا ہوا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ میری راہ میں ٹوٹا ہے تو اس ٹوٹے ہوئے دل کو اپنی اُلفت دے کر اس پر اپنی اُلفت کی اَلفی لگاتے ہیں۔(الفی ٹوٹے ہوئے برتنوں کو جوڑنیوالے ایک لوشن (Lotion) کا نام ہے۔جامع) اے دنیا والو! میں اپنے دل کے ٹوٹنے پر افسوس نہیں کرتا ہوں کہ تم سمجھو کہ یہ مولوی بڑے گھاٹے میں ہیں۔تمہیں کیا خبر کہ ہم بہت نفع میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دستِ مبارک سے ہماری تعمیر ہو رہی ہے۔سرکاری خزانے سے ہماری تعمیر ہو رہی ہے۔دنیا میں زلزلہ آتا ہے تو دنیاوی حکومتیں سیمنٹ، بجری اور لوہے سے تعمیر کرتی ہیں لیکن ٹوٹے ہوئے دلوں کی تعمیر اللہ تعالیٰ حلاوتِ ایمانی سے کرتے ہیں، ایمان کی مٹھاس دیتے ہیں، خونِ تمنا کا خوں بہا اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کو رکھا ہے۔واللہ! یہ اجر اور یہ بشارت کسی چیز میں نہیں رکھی، ایسی لذت کسی چیز میں نہیں رکھی، دل مست ہو جاتا ہے، دل تو ٹوٹا مگر مست ہو گیا۔میرا شعر ہے ؎

رکھتا ہے مجھ کو مست خزانہ یہ قلب کا
ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیے ہوئے

جہاں خزانہ دفن ہوتا ہے وہاں مستیاں ہوتی ہیں کہ نہیں؟ دفن کرنے والا مست ہوتا ہے، جو اپنے ناجائز ارمانوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے دفن کرتا ہے اللہ کو اس پر پیار آتا ہے۔پھر اس کو حلاوتِ ایمانی دے کر مست کر دیتے ہیں۔

سماع اور اس کے شرعی حدود

مولانا منصور الحق صاحب سے اشعار سنانے کے لیے فرمایا۔ انہوں نے اپنے نہایت عمدہ اشعار ترنم سے سنائے، کئی غزلیں سنائیں جو محبت و معرفت سے بھری ہوئی تھیں۔ آخر میں حضرت والا نے فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کہ غذائے عاشقاں باشد سماع

عاشقوں کی غذا سماع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے اشعار حدودِ شریعت کے اندر سننا۔ معلوم ہوا کہ وہ عاشق ہی نہیں ہے اس کا عشق برائے نام ہے جو اشعار سے مست نہیں ہوتا۔ یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ اگر کسی کو شعروشاعری سے مناسبت نہیں ہے تو اس کے عشق میں کمی ہے اور سماع کے لیے حدودِ شریعت یہ ہیں کہ گانا باجا نہ ہو اور سنانے والا عورت اور امرد نہ ہو۔ مضمون خلافِ شریعت نہ ہو اور سننے والے اللہ والے ہوں، صالحین ہوں۔

۲۵ / محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۸ / اپریل ۲۰۰۲ء دوشنبہ، فلوریڈا جھیل کے کنارے

حفاظتِ نظر کا عجیب علاج

آج بعد فجر حضرت والا صبح کی سیر کے لیے دوبارہ فلوریڈا جھیل کے کنارے تشریف لائے۔ تھوڑی دیر چہل قدمی کے بعد جھیل کے کنارے جہاں حضرت والا کے لیے آرام دہ کرسی پر گدے لگا دیے گئے تھے تشریف فرما ہوئے اور تمام احباب گھاس پر جہاں قالین بچھا دیے گئے تھے بیٹھ گئے۔ موسم میں خوشگوار خنکی تھی۔

ارشاد فرمایا کہ امریکہ جاتے ہوئے جرمنی کے فرنک فرٹ

ائیر پورٹ پر ایک ٹیڈی بہت شوخ طرح طرح کے کرتب دکھاتی تھی۔ سامنے میز تک جاتی تھی پھر واپس آتی تھی پھر بلا مقصد جاتی تھی۔ ہمارے ایک دوست جو ساتھ تھے یہ دیکھ کر پاگل ہوگئے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ یہ لڑکی تو مجھے پاگل کیے دے رہی ہے۔ میں نے کہا ٹیڈی اگر مل بھی جائے تو اس کے پاس کیا ہے ؎

آگے سے مُوت پیچھے سے گوُ
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

میں نے کہا اُدھر نہ دیکھو، اگر دیکھ کر پڑھو گے تو یہ شعر بے اثر ہو جائے گا کیونکہ دیکھنے سے لعنت برستی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا ہے:

﴿ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ ﴾
(المشکوٰۃ، کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبہ)

جب اُسے دیکھو گے تو لعنت میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ پھر رحمت کیسے پاؤ گے؟ نظر بچانا سببِ رحمت ہے۔ جب کوئی نظر بچاتا ہے تو اس پر رحمت برستی ہے اور تم لعنتی کام کر کے امیدوارِ رحمت ہو؟ اُدھر مت دیکھو، جب نہ دیکھو گے تو لعنت کا برسنا رُک گیا۔ اب حصولِ رحمت کی ترکیب کرو، پھر یہ شعر پڑھو ؎

آگے سے مُوت پیچھے سے گُو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

بعض لوگ دیکھ کر پڑھتے ہیں ان کو کچھ فائدہ نہیں ملتا، جو دیکھے گا پھر اس کو گُو مُوت کہاں نظر آتا ہے۔ اگر ان حسینوں کے سوراخ میں مشک و زعفران ہوتا تو پھر بہت کم ولی اللہ ہوتے۔ جتنے فقیر ہیں سب پیالے لے کر کھڑے رہتے کہ میرے پیارے ذرا سا ایک لینڈ نکال دے، گھر میں آٹا نہیں ہے، بچے بھوکے مر رہے ہیں لیکن اللہ نے پرچہ آسان کر دیا۔ اس لذت کے مقام پر پیشاب اور پاخانے کا مرکز بھی متصل ہے تاکہ میرے عاشقوں کو نظر بچانا آسان

ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان اور ان کی رحمت ہے کہ گُو اور مُوت کی وجہ سے بچنا آسان ہوگیا۔ اس کے باوجود جو دیکھتا ہے تو وہ خود ذمہ دار ہے اور اپنے لیے مشکل پیدا کررہا ہے۔

جو آسان کرلو تو ہے عشق آساں
جو دشوار کرلو تو دشواریاں ہیں

بدنظری سے راہِ سلوک نہایت دشوار ہوجاتی ہے کیونکہ لعنت کا مورد ہے۔ لعنتی آدمی کا راستہ آسان کے بجائے دشوار ہوگا، وہ کیسے اللہ تک پہنچے گا؟ بدنظری آنکھوں کا زِنا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

﴿زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ﴾

(صحیح بخاری، ج: ۲، باب زِنا الجوارح دون الفرج)

اور زِنا کرکے کوئی اللہ کا راستہ طے کرسکتا ہے؟ اللہ تک پہنچ سکتا ہے؟ آنکھوں کا زانی اللہ کا ولی ہوسکتا ہے؟ تو آنکھوں کے زِنا سے مکمل طور پر بچو۔ دانت پیس لو۔ گھر سے جب نکلو تو نفس سے کہو کہ خبردار! اگر حسینوں کو دیکھا تو گردن مروڑ دوں گا۔ دیکھیے آنکھوں پر جو اللہ نے پردہ دیا ہے یہ محتاجِ سوئچ نہیں کہ پہلے سوئچ دبائیں پھر پردہ گرے گا۔ آنکھوں کا پردہ آٹو میٹک ہے، خود آنکھوں پر گرا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ہیں۔ نگاہ بچانے کو آسان کردیا۔ اس کے بعد بھی کوئی دیکھے تو خدا کی آگ دیکھے گا۔ ان کے سوراخوں میں گندگی ہے پھر بھی لوگ ایمان ضائع کر رہے ہیں۔ مشک و زعفران ہوتا تو ایمان بالکل ہی کھو دیتے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو گندے اعمال میں مبتلا ہیں مگر تقدس مآبی دکھانے کے لیے کہتے ہیں کہ فلاں صوفی صاحب کیسی فحش بات کرتے ہیں، ایسی بات تہذیب کے خلاف ہے اور خود تہذیب کا پردہ چاک کرتے ہیں اور بدفعلی کرتے ہیں مگر دوسروں پر تقدس مآبی ظاہر کرنے کے لیے

کہتے ہیں کہ ہماری طبیعت شرمیلی ہے، ایسی گندی بات سن کر ہمیں تو بہت تکلیف ہوئی، ایسی بات بیان کرتے ہیں جس سے بہت شرم معلوم ہوتی ہے۔ بتائیے باتیں بنانا اور اس گندے فعل سے نفرت دِلانا برا ہے یا چھپ چھپ کر بدمعاشی کرنا؟

۲۶ / محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۹ / اپریل ۲۰۰۲ء بروز منگل ۸ بجے صبح

بدنظری کا سب سے بڑا نقصان

آج صبح جھیل پہنچ کر سیر کے بعد مولانا منصور الحق صاحب سے اشعار سنانے کو فرمایا۔ مولانا نے اپنے اس شعر سے ابتدا کی ؎

بدنظری جو کرلیتا ہے روزانہ لِٹل بِٹ
وہ تاجِ ولایت کے لیے رہتا ہے اَن فِٹ

ارشاد فرمایا کہ دیکھوان کا شعر میرے وعظ کا خلاصہ ہے۔ وہ شخص اللہ کا ولی بننے سے محروم رہتا ہے جو بدنظری کرتا ہے، محض مردہ لاشوں کو دیکھنے سے اور بدنظری کر کے لذت کشید کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ولایت سے محروم رہتا ہے اور اسی حالت میں مرجاتا ہے۔ ساری زندگی بدنظری کے لعنتی گناہ میں مبتلا رہتا ہے اور چونکہ عادت پرانی ہوجاتی ہے تو غیر شعوری طور پر بدنظری کرتا ہے۔ بدنظری کرنے والا اسی حالت میں مرجاتا ہے، اسی لعنتی زندگی کے ساتھ اور اس کو پتہ بھی نہیں کہ میں اپنا کتنا بڑا نقصان کررہا ہوں، خود کو کتنا بڑا نقصان پہنچارہا ہوں۔ اللہ کی دوستی سے محروم ہوجانا معمولی نقصان ہے؟ یہی کہتا ہوں کہ اگر اس کے نقصان کا استحضار ہوجائے تو ہر سانس، ہر سیکنڈ حفاظتِ نظر کی توفیق ہوجائے، ہر وقت چوکنا رہے کہ میرا نفس مجھے دھوکہ تو نہیں دے رہا ہے۔ نفس کا احتساب کرے کہ ادھر تو نے کیوں

دیکھا، کیا اس کو دیکھنا ضروری تھا؟ سڑک پر موٹریں چل رہی ہیں تو موٹروں کے ڈرائیور کو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ عورت چلا رہی ہے یا مرد۔ آپ ریسرچ آفیسر تو نہیں لگائے گئے ہیں کہ دیکھو عورت چلا رہی ہے یا مرد۔ آنکھ بند کر کے بیٹھے رہو، اللہ کا نام لو، اللہ کی یاد میں رہو مگر کیا کہیں جب خبیث لذت کی عادت ہو جاتی ہے تو غیر شعوری طور پر اس کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ جب کچھ دن شعوری زندگی گذار لے تب احساس بیدار رہتا ہے۔

اپنے خدام کے ساتھ حضرت والا کی محبت و شفقت

پھر مولانا منصور الحق صاحب سے پڑھنے کے لیے فرمایا اور نہایت محبت اور رِقّت کے ساتھ فرمایا کہ اگر میں نواب ہوتا تو کوئی ریاست آپ کے نام لکھ دیتا کہ سب چھوڑو میرے ساتھ رہو لیکن کیا کریں اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی سامان ان کا کر دیں تو یہ ہمارے لیے بہت ضروری ہیں (تمام احباب نے آمین کہا) پہلے زمانہ میں نواب لوگ شاعروں کو کچھ گاؤں لکھ دیتے تھے کہ یہ تمہارا ہے، شاعروں کے مزے آجاتے تھے۔ اب تو ریاستیں بھی ختم ہو گئیں مگر اللہ کی قدرت بہت بڑی ہے (رقت آمیز آواز میں فرمایا کہ) وہ چاہیں تو اپنی رحمت سے کوئی انتظام غیب سے فرما دیں۔

حسنِ مجازی کی گندگی کا پوسٹ مارٹم

پھر مولانا منصور صاحب سے فرمایا کہ پڑھیے۔ مولانا نے یہ شعر پڑھا ؎

جو حسنِ مجازی سے کنارا نہیں کرتا
وہ عشقِ خدا کے لیے پاتا نہیں پَرمِٹ

حضرت والا نے فرمایا کہ کیا عمدہ شعر ہے، زبردست شعر ہے اور فرمایا

کہ یہ زندگی ایک ہی دفعہ ملی ہے، اگر اس کو بدنظری اور حسنِ مجاز میں ضائع کردیا تو حسنِ مجاز کے پاس کیا ہے۔ اگر ان کی ریسرچ کیجیے تو پیٹ میں پاخانہ ہے، پیشاب ہے اور ریاح ہے یعنی بدبودار ہوا۔ یہ تین ملک ہیں ان حسینوں کے پاس۔ ان تینوں ملکوں کے علاوہ چوتھا ملک نہیں ہے اور پھر چند سال کے بعد وہی شکل ایسی بری ہوجاتی ہے، ایسی بدل جاتی ہے کہ اس کو دیکھ کر شرم آتی ہے کہ میں نے کہاں زندگی کو ضائع کیا۔ پانچ سال میں تو حکومتیں بدل جاتی ہیں۔ حسن کی حکومت بھی پانچ سال کے بعد بدل جاتی ہے۔

مولانا یونس پٹیل صاحب نے عرض کیا کہ ہم حضرت والا کے ارشادات سناتے رہتے ہیں تو ایک شخص نے کہا کہ بیوی کے پاس بھی تو یہی تین ملک ہیں؟ فرمایا کہ وہ حلال ہے اسی لیے حلال کو حلال کرتے ہیں اور جب تک بیوی نہیں ملی تھی تب تک صبر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ (سورۃ الزمر، آیت: ۳۶) کاف نکرہ ہے، تحت النفی واقع ہوا ہے اس لیے فائدہ عموم کو دیتا ہے یعنی کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہے؟ اس میں نصِ قطعی ہے کہ ہر چیز کے لیے اللہ کافی ہے، ہر ضرورت کے لیے کافی ہے، آخر بہت سے اولیاء اللہ نے شادی نہیں کی، مجبوری تھی، کمانے میں دل نہیں لگتا تھا۔ ان کا گذارا ہوا کہ نہیں؟

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص بدنظری کرکے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں آبیٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا حال ہے ایسی قوموں کا جو آنکھوں سے زِنا کرتے ہیں حالانکہ وہ ایک شخص مجرم تھا لیکن قوم سے خطاب کیا اور اس کے جرم کو تقسیم کردیا قوم کے اندر۔ یہ اللہ والوں کی ستاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پردۂ ستاریت کے اللہ والے مظہر ہوتے ہیں۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا)

سکون صرف اللہ کے قبضہ میں ہے

مولانا منصورالحق صاحب حضرت والا کی فرمائش پر مسلسل اپنا کلام سنارہے تھے۔ جب انہوں نے یہ شعر پڑھا کہ ؎

پس اسی کو ملے گا جہاں میں سکوں
اپنے مولیٰ کا جو باوفا ہوگیا

تو ارشاد فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو سکون نازل کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ سکون اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اس کی کیا دلیل ہے؟

﴿هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

(سورۃ الفتح، آیت: ۴)

ایمان والوں کے دل میں سکون نازل کرنے والا اللہ ہے۔ انزل بتارہا ہے کہ اللہ کی واحد ذات ہے جس کے قبضہ میں سکون ہے اور بدنظری سے دل غائب ہوجاتا ہے، اُسی منظور کی طرف چلا جاتا ہے تو جب ائیرپورٹ ہی نہیں ہوگا تو سکینہ کا جہاز کہاں اترے گا؟ سکون نازل ہی کہاں ہوگا جب سینہ میں دل ہی نہیں ہے۔ اسی لیے دنیا والے سکون کو ترستے ہیں۔ (مولانا منصورالحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا)

سکون کس قلب پر نازل ہوتا ہے؟

ترجمہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر ائیرپورٹ پر ہنگامی حالات ہوتے ہیں تو جہاز لینڈنگ نہیں کرتا، فضا میں اُڑتا رہتا ہے، انتظار کرتا ہے کہ نامناسب حالات درست ہوجائیں، تب لینڈ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سکینہ کا جہاز اُس دل کے ایئرپورٹ پر نازل نہیں ہوتا جہاں مردے بسے ہوتے ہیں۔ غیرتِ خداوندی اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ سکینہ کا جہاز اس دل میں نازل نہ کرے جس دل

میں مردوں کی محبت ہو۔ جن کو دیکھ کر للچا رہے ہو یہ مریں گے یا نہیں؟ جب مرنے والے ہیں تو مردے ہیں۔ ہر چیز کا فیصلہ اس کے انجام پر ہوتا ہے۔ ساری دنیا مردہ ہے سوائے اللہ والوں کے۔ وہ زندہ ہوگئے اس زندہ حقیقی سے دوستی کی برکت سے ورنہ یہ بھی مردہ ہوتے، زندہ کے ساتھ تعلق ہوگیا تو یہ بھی زندہ ہوگئے۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا)

نزولِ سکینہ کا مقصد

فرمایا کہ سکینہ کے نزول کا مقصد کیا ہے؟ اللہ ایمان والوں کے دل پر سکینہ کیوں نازل کرتا ہے؟

﴿لِيَزْدَادُوْا اِيْمَاناً مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾

(سورۃ الفتح، آیت: ۴)

تا کہ ان کا وہ ایمان جو موروثی، استدلالی اور عقلی ہے وہ ایمان بدل جائے ایمانِ حالی، وِجدانی، ذوقی سے۔ یہ تفسیرِ بیان القرآن ہے جو میں نے بعینہٖ نقل کردی۔

مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا اتنے بیمار ہوئے، اتنی تکلیف میں مبتلا رہے لیکن حضرت والا کا حافظہ **سبحان اللہ! سبحان اللہ! ماشاء اللہ! اللہ اکبر!** حضرت والا رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے میرا حافظہ باقی رکھا ورنہ فالج میں حافظہ ختم ہوجاتا ہے، اللہ کا بہت بڑا شکر ہے۔ مولانا منصور صاحب نے عرض کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہیے۔ **الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ** حضرت والا نے تین بار فرمایا **اَلْحَمْدُ لَکَ وَ الشُّکْرُ لَکَ یَا رَبَّنَا**۔

سکینہ دل پر کیوں نازل ہوتا ہے؟

پھر ارشاد فرمایا کہ اس تفسیر کو آپ لوگ یاد کرلیں کہ اللہ تعالیٰ سکینہ کیوں

نازل کرتا ہے، ایمان والوں کے دلوں پر، قلوب المؤمنین فرمایا، یعنی مومنین کے دلوں پر، کان ناک زبان اور جملہ اعضاء نہیں فرمایا کیونکہ سارے اعضاء کا سکون دل کے سکون پر موقوف ہے لہٰذا ہیڈ کوارٹر کا ذکر کیا کہ تمہارے دلوں میں سکون نازل کروں گا۔ جب دل میں سکون ہوتا ہے تو دل سارے جسم میں خون کی پمپنگ کرتا ہے۔ جب بسط ہوتا ہے یعنی دل پھیلتا ہے تو دل میں سارا خون آجاتا ہے اور جب قبض کرتا ہے یعنی سکڑتا ہے تو خون جسم میں پھینکتا ہے جس سے سارے جسم میں خون پہنچ جاتا ہے۔ پس جب دل میں سکینہ نازل ہوتا ہے تو خون کے ساتھ سکینہ بھی جسم کے ہر ذرہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جب خون جسم کے ہر ذرہ میں جاتا ہے تو بذریعہ خون سکون بھی ہر ذرہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے اللہ والے سراپا سکون ہوتے ہیں اور پھر ان کا سکون لازم نہیں ہوتا متعدی ہوتا ہے۔ اس لیے جو اہل اللہ کے پاس بیٹھتا ہے وہ بھی سکون پا جاتا ہے۔

ایمانِ ذوقی، حالی، وِجدانی کیا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ یہ دو جملے یاد رکھیے کہ جو ایمان استدلالی، عقلی اور موروثی ہوتا ہے وہ ایمان ذوقی، حالی اور وجدانی سے تبدیل ہوجاتا ہے۔ ذوقی کس کو کہتے ہیں؟ جس کا ذائقہ خود چکھ لیتا ہے۔ ایمان کا ذائقہ اس کو محسوس ہوتا ہے۔

مولانا یونس پٹیل صاحب نے پوچھا کہ حضرت وجدانی کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ وجدان کے معنی ہیں پا جانا یعنی وہ اللہ کو پا جاتا ہے، وہ واجد ہوتا اور اللہ موجود ہوتا ہے۔ یجد کا فاعل واجد ہے اور مفعول موجود ہے۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ ہم لوگ ساتھ ساتھ صرف ونحو بھی پکا کر رہے ہیں) واجد موجود کے لیے ہوتا ہے، اگر موجود نہ ہو تو واجد نہیں ہوسکتا، جو واجد ہوتا ہے اس کے پاس موجود کے اثرات ہوتے ہیں۔

یہ الفاظ یاد رکھیے کہ جو ایمان ان کے پاس موجودہ حالت میں ہے وہ موروثی ہے، عقلی ہے اور استدلالی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِیَزْدَادُوْا میں چاہتا ہوں کہ ان کا ایمان زیادہ ہوجائے اور ایمانِ موروثی، عقلی، استدلالی، ایمانِ ذوقی، وجدانی اور حالی سے تبدیل ہوجائے یعنی فی الحال ہر حالت سے اللہ کے وجود کا نشان ملے گا۔ ہر حالت میں اہل اللہ، اللہ کی دلیل اور نشانی ہیں۔ حالی کو سمجھنے کے لیے قالی کا سمجھنا ضروری ہے۔ حالی سے مراد ہے کہ قالی نہ ہو؎

قال را بگذار مردِ حال شو

یعنی اللہ صرف زبان پر نہ ہو، اللہ پر ایمان اس کا حال بن جائے۔ دل میں اللہ کی محبت حل ہوجائے۔ اپنی ہر حالت میں وہ اللہ کے وجود کا نشان پائے یہاں تک کہ:

﴿ اِذَا رُأُوْ ذُكِرَ اللّٰهُ ﴾

(تفسیر روح المعانی، سورۃ یونس، آیت:۳)

وہ خود اللہ کی نشانی بن جاتا ہے، اس کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے۔ اگر دل میں نور ہے تو قلب کی پمپنگ سے سارا جسم نورانی ہوگا اور اگر دل میں گندگی ہے، بدنظری سے مردوں کی محبت دل میں ہے تو سارا جسم مردار ہوجاتا ہے اور سارا جسم مردوں کی نشانی بن جاتا ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ میں نے معمولی گناہ کرلیا حالانکہ جسم کے ایک ایک ذرّہ میں قلب کے قبض وبسط کے ذریعہ بدنگاہی کے ظلمات پھیل جاتے ہیں اور سارا جسم مردار کے گندے اثرات کا حامل ہوجاتا ہے۔

غسلِ جنابت میں تمام جسم کے غسل کی وجہ

یہی وجہ ہے کہ غسلِ جنابت میں تمام جسم کا غسل واجب ہوتا ہے حالانکہ ایک عضو مزہ لیتا ہے تو اس مزہ لینے والے عضو کو دھولینا کافی ہونا چاہیے تھا مگر سارے جسم پر غسل کیوں واجب ہوجاتا ہے؟ کیونکہ قلب مزہ لیتا ہے اور

قلب خون کے قبض وبسط سے اس مزہ کو سارے جسم میں سپلائی کرتا ہے اور جسم کا ذرہ ذرہ اس مزہ سے محظوظ ہوتا ہے لہٰذا سارے جسم پر غسل واجب ہے۔ اگر جسم کا ایک ذرہ بھی خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوگا۔

آخر میں حضرت والا نے آہ وفغان وگریہ وزاری کے ساتھ دعا فرمائی۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اے اللہ میری آہوں کو ضائع نہ ہونے دیجیے، میری آہ کو قبول فرمالیجئے، میری ٹوٹی پھوٹی جو آہ ہے، جو نالے ہیں ان کو قبول فرمالیجئے اور میرے ساتھیوں کے دلوں میں میری آہ کی قدر ومنزلت ڈال دیجئے اور میری آہ وفغاں کی سارے عالم میں ہوا چلا دیجئے۔ یہ میری طاقت میں نہیں ہے۔ آپ اس کی خوشبو سارے عالم میں پھیلا دیجئے اور مجھے صحت عطا فرمایئے، ایسی صحت جو پہلے سے بھی زیادہ مکمل ہو اور ملکوں ملکوں، شہروں شہروں، قریہ قریہ ساری روئے زمین پر مجھے پھرا دیجئے، میری آہ وفغاں سارے عالم میں پہنچا دیجئے اور قبول فرمالیجئے اور قیامت تک صدقہ جاریہ بنا دیجئے۔ مجھ کو اور میرے دوستوں کو تقویٰ کامل نصیب فرمادیجئے، اللہ تعالیٰ میرے حق میں، میرے حاضرینِ احباب کے حق میں اور غائبینِ احباب کے حق میں، میری ذُرِّیاتِ خاندانی کے حق میں اور میری ذریاتِ روحانی کے حق میں اور حاضرین وحاضرات، غائبین اور غائبات سب کے حق میں قبول فرمالیجئے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

مجلس بعد عصر برمکان مفتی حسین بھیات صاحب (لینیشیا)

خزانۂ قربِ الٰہی اور قلبِ ویراں

ارشاد فرمایا کہ جب تک اپنی خواہشات کو، وہ خواہشات جو مرضی الٰہی کے خلاف تمہارے دل میں گرم تر ہیں ان کو ویران نہیں کروگے اس وقت

تک نسبت کا خزانہ، قُرب کا خزانہ اس قلب میں دفن نہیں ہوگا کیونکہ پُرانے لوگ خزانہ کسی جنگل میں دفن کرتے تھے اور یادداشت کے لیے کوئی نشانی نوٹ کر لیتے تھے کہ فلاں درخت سے فلاں فاصلے پر اتنے گز گہرائی میں خزانہ مدفون ہے۔

گنج در ویرانی است اے میر من

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے میرے سردار، دیکھو! دَعْوَۃ اِلَی اللہ کے طریقے مولانا روم سے سیکھو کہ اپنے سامعین کو جن کو دعوت دے رہے ہیں ان کو میر بنا رہے ہیں کہ اے میرے سردار، خزانہ تو ویرانے ہی میں ہوتا ہے۔ تم اپنی خواہشات کو ویران کرنے میں کیوں دیر کرتے ہو، خزانہ لینے میں کوئی تاخیر کرتا ہے؟ یہ بڑے تعجب کی بات ہے! خواہشات کو ویران کیوں نہیں کرتے ہو ظالمو۔ خواہشات کو ویران کرنے ہی سے خدا ملے گا۔

سارے عالم میں یہی اختؔر کی ہے آہ وفغاں
چند دن خونِ تمنا سے خدا مل جائے ہے

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

اللہ تعالیٰ اس قلب کی تعمیر کرتے ہیں، خزانۂ قربِ الٰہی اس کو نصیب ہوتا ہے جو اپنی بُری خواہشات کو ویران کر دیتا ہے۔

تجلی ہر اک دل کی اختؔر الگ ہے
مہربانیاں جیسی قربانیاں ہیں

سو ولی اللہ بیٹھے ہیں ہر ایک کی تجلی الگ الگ ہے، جتنی جس کی قربانیاں ہوتی ہیں اتنی ہی اللہ کی اس پر مہربانیاں ہوتی ہیں۔ سب سالکین ایک جگہ بیٹھے ہیں لیکن نسبت ہر ایک کی الگ الگ ہے۔ جتنا اللہ کے راستے میں جو قربانی دیتا ہے اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی مہربانی اس پر ہوتی ہے۔

قصر چیزے نیست ویراں کن بدن
گنج در ویرانی است اے میر من

اے میرے سردار! خزانہ تو ویرانے ہی میں دفن ہوتا ہے پھر خواہشات کے محل کو ویران کرنے میں کیوں تاخیر کر رہے ہو؟ بری خواہشات کا یہ محل کوئی چیز نہیں ہے، اس کو مسمار کرنے ہی سے اللہ کے قرب کا خزانہ ملے گا۔ پھر بری خواہشات کو ویران کرنے سے کیوں کانپتے ہو یا سانپ ہو کہ جھومتے ہو گناہوں پر۔ سانپ کی طرح تمہاری مستی زہریلی ہے۔ کیا بات ہے کہ تم کو اللہ کے غضب سے ڈر نہیں لگتا، اللہ کی ناراضگی کے اعمال سے کیوں ڈرتے ہو۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ خزانہ تو ویرانے ہی میں دفن ہوتا ہے اور تم دل کو ویران کرنے سے گھبراتے ہو۔ اپنے دل کی بری خواہشات پر عمل نہ کرو تو سمجھ لو تم نے دل کو ویران کر دیا۔ پھر اسی ویرانی میں اللہ کو پا جاؤ گے اور ایسے مست ہو گے کہ دونوں جہاں کی نعمتوں سے زیادہ مزہ پاؤ گے۔ لیکن جب تک گناہ کے تقاضوں پر شیر کی طرح حملہ نہ کرو گے تب تک نفس چت نہیں ہوگا اور یہ کام مردوں کا ہے، اللہ کے شیروں کا ہے، مردانِ خدا کا ہے ؎

کارِ مرداں روشنی و گرمی است
کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است

کمینے لوگوں کا کام ہے حیلہ سازی، بے شرمی و بے حیائی کہ صاحب کیا کریں بے پردگی اور عریانی کا زمانہ ہے کہاں تک بچیں، بہت تقاضا ہوا اس لیے بدنظری کر لی اور مردوں کا کام ہمت و دلیری ہے۔ حوصلہ اور ہمت اختیار کر کے دیکھو اللہ تعالیٰ کی مدد آ جائے گی ؎

نے ترا دل، نے تری جاں چاہیے
اُن کو تجھ سے خونِ ارماں چاہیے

ارمانوں کا خون کر کے تو دیکھو ؎

رکھتا ہے مجھ کو مست خزانہ یہ قلب کا
ہوں اپنے دل میں دفن کچھ ارماں کیے ہوئے

آہ کیا شعر ہے! اپنے دل میں کچھ ارمانوں کو دفن کرلو، اللہ کو پا جاؤ گے مگر جو ارماں جائز ہیں ان میں بھی اعتدال رکھو۔

۲۸؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۱؍اپریل ۲۰۰۲ء جمعرات بعد عصر رہائش گاہ آزادوِل

نشۂ کبر کا علاج

عصر کے بعد حضرت مرشدی دام ظلہم العالی نے احقر کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بعد مغرب دارالعلوم میں میرا وعظ قافلۂ جنت کی علامت پڑھ کر سنا دینا۔ احقر نے عرض کیا کہ بہت اچھا اور احقر واپس دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر طلب فرمایا اور احقر کی اصلاح کے لیے یہ ملفوظ ارشاد فرمایا کہ مقرر جب دیکھتا ہے کہ اتنا بڑا مجمع میری بات سن رہا ہے تو اس میں ایک نشہ آتا ہے۔ اس نشہ سے بچنا ضروری ہے۔ اس کا کیا طریقہ ہے؟ اپنا کوئی واقعہ یاد کرلے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی ستاری نہ ہو اور اللہ تعالیٰ میرے اس عیب کو ظاہر کردے تو آج میں منہ دِکھانے کے قابل نہیں ہوں، کہیں دعوت کھانے کے قابل نہیں ہوں، یہ جو میری آؤ بھگت ہورہی ہے اللہ تعالیٰ کے پردۂ ستاریت کی وجہ سے ہے، بس نشہ اتر جائے گا۔ یہ نہ سمجھے کہ ہم سب جانتے ہیں، جاننے کے باوجود نفس نشۂ کبر میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ دوسری بات سوچے کہ ہمارا یہ سنانا معلوم نہیں قبول بھی ہے یا نہیں۔ ایسا تو نہیں کہ ہم سنا رہے ہیں، دوسرے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہم عمل نہ کرنے سے محروم رہ رہے ہوں جیسے وہ باورچی جو دوسروں کو سوپ پلائے اور خود نہ پیئے تو دوسرے تو قوی ہوجائیں گے لیکن یہ سوکھا رہے گا۔ پس

ممکن ہے کہ ہماری باتیں پڑھ اور سن کر لوگ تگڑے ہو رہے ہوں اور ہم عمل نہ کرنے کی وجہ سے کمزور ہو رہے ہوں۔ ان دو باتوں کا تصور کرو۔

مورخہ ۲۸ رمحرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۱ راپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات بعد نمازِ مغرب

آج صبح حضرتِ اقدس مدظلہم العالی دو دن قیام کے لیے اپنے خلیفۂ اجل حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کے جامعہ دارالعلوم آزادوِل تشریف لائے۔ قبیل مغرب حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مہتمم دارالعلوم آزادوِل نے حضرتِ والا سے درخواست کی کہ حضرت والا کے مزاجِ مبارک پر اگر گراں نہ ہو تو دارالعلوم کی مسجد میں مجلس ہو جائے تو بہت نفع ہوگا اور سب طلباء مستفید ہو سکیں گے۔ حضرتِ والا نے مولانا کی یہ تجویز قبول فرمائی اور بعد مغرب رہائش گاہ سے بذریعہ کار دارالعلوم کی مسجد کے دروازہ تک تشریف لائے اور وہاں سے وہیل چیئر پر مسجد تشریف لے گئے۔ حضرتِ والا آج کل بوجہ عذر تقریر نہیں فرماتے اور آج بھی تقریر کا نظم نہیں تھا لیکن جب حضرتِ والا نے ارشاد فرمانا شروع کیا تو علماء و طلباء میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے بعد حضرتِ والا الحمدللہ تعالیٰ مختلف موضوعات پر عجیب و غریب مضامین بیان فرماتے رہے اور شیخ الحدیث مولانا منصور الحق صاحب ناصر انگریزی میں ترجمہ فرماتے رہے یہاں تک کہ الحمدللہ ڈیڑھ گھنٹے تک حضرت والا کے ارشادات جاری رہے۔ (مرتب)

تشکر علاج تکبر ہے

ارشاد فرمایا کہ مقرر جب اپنے سامنے ایک لاکھ کا مجمع دیکھتا ہے تو دل میں ایک نشہ آجاتا ہے تکبر اور عجب کا غیر شعوری طور پر، غیر ارادی طور پر۔ اولیاء صدیقین کے آخری درجہ میں جو ہوتا ہے وہی عجب و کبر

سے مکمل طور پر بچتا ہے اوراس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ مجمع دیکھ کر یہ سوچے کہ معلوم نہیں میرا یہ عمل قبول بھی ہے یا نہیں، قبولیت کی کوئی ضمانت اور گارنٹی نہیں آئی۔ مرنے کے بعد جب تک اللہ تعالیٰ یہ نہ فرمادیں کہ تمھاری تقریروں سے، تمہاری تحریروں سے، تمہارے اعمال سے ہم خوش اور راضی ہیں تب تک کسی عمل کی قبولیت کا اعتبار نہیں۔ اگر اللہ راضی نہیں ہے تو اس کا چوگنا اور آٹھ گنا مجمع واہ واہ کرے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصہ بیان کیا کہ دیہاتی لوگ جب کسی چیز کے متعلق پوچھتے ہیں تو لاٹھی سے اس چیز پر ٹھونگا مار کر پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیا بیچ رہے ہو؟ تو ایک دیہاتی نے ایک چوڑی بیچنے والے کے تھیلے پر لاٹھی سے ٹھونگا مار کر پوچھا کہ یہ کیا ہے تو اس کی آدھی چوڑیاں ٹوٹ گئیں۔ چوڑی والے نے کہا کہ کیا بتاؤں یہ کیا ہے؟ لاٹھی سے ایک ٹھونگا اور مارو تو یہ کچھ نہیں ہے۔ تو اپنے اعمال کے بارے میں صوفیاء اور بزرگانِ دین یہ تصور کرتے ہیں کہ قیامت کے دن معلوم نہیں یہ قبول ہیں یا نہیں۔ ابھی قبولیت کی قطعی طور پر آپ کو کیسے امید ہوگئی؟ اس لیے فرمایا:

﴿يَخَافُوْنَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾

(سورۃ نور، آیت ۳۷)

اللہ والے اُس دن سے ڈرتے ہیں جس دن قلب اور آنکھیں لوٹ پوٹ ہوجائیں گی۔ بھائی! اکڑے تو وہ جس کو اپنے اعمال کی قبولیت کا یقین ہو۔ ابھی جب مرے نہیں تو اللہ کے فیصلہ کا علم کیسے ہوگیا؟ اپنے منہ میاں مٹھو بن رہے ہو، اپنے منہ سے خود ہی تعریف کررہے ہو، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا فیصلہ ہو اس کا خوف کرو کہ نا معلوم عمل قبول بھی ہے یا نہیں؟ اگر قبول ہے تو سبحان اللہ اگر قبول نہیں تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ اللہ کی

لعنت ہے ایسے عمل پر، لہٰذا اس وقت جو لوگ کتاب پڑھیں یا تقریر کریں وہ اس کا مراقبہ کریں کہ معلوم نہیں کہ میرا عمل قبول بھی ہے یا نہیں؟ ورنہ چند بندے چند بندوں کی تعریف کررہے ہیں، چاہے ایک بندہ تعریف کرے یا ایک لاکھ بندے تعریف کریں تو میزانیہ بندہ ہی آئے گا کیونکہ بندوں کا مجموعہ بندہ ہی ہوتا ہے۔ بندہ کی قیمت مالک لگاتا ہے اس لیے یہ سوچو کہ ہماری تقریر کی قیمت کیا ہوگی یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اس لیے نہ اپنے منہ سے میاں مٹھو بنو نہ لوگوں کی تعریف میں آؤ کیونکہ لوگوں کی تعریف میں آنا اور اپنے کو تعریف کا مستحق سمجھنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ ہمارا جن سے پالا پڑے گا یعنی اللہ تعالیٰ جب پاس کردیں اور اللہ راضی ہوجائے تب سمجھو کہ اب پاس ہوگئے۔

ایک لڑکی نے ایک زیور بنایا جس کو جھلنی کہتے ہیں، ناک میں جھولتی رہتی ہے۔ اس لیے اس کا نام ہی جھلنی رکھ دیا تو محلّہ کی لڑکیوں نے اس کی بہت تعریف کی کہ بہن تم بہت اچھی معلوم ہوتی ہو۔ تو وہ رونے لگی، سہیلیوں نے کہا کیوں روتی ہو؟ ہماری تعریف کی تم نے یہ قدر کی، ہماری تعریف پر تو تم کو شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔ اس نے کہا کہ کیا شکریہ ادا کروں میں نے یہ جھلنی اپنی طبیعت سے بنوائی ہے، معلوم نہیں کہ شوہر کو بھلی معلوم ہو کہ بُری معلوم ہو۔ شوہر جب تعریف کرے گا تب میں خوشی محسوس کروں گی، تمہاری تعریفوں سے میرا کیا بھلا ہوگا، جس کے ساتھ زندگی گذارنی ہے وہ اگر خوش ہوگیا تو میرا کام بنے گا۔ ایسے ہی جب اللہ بندہ کی تعریف کردے تب ہماری خوشی کا دن ہوگا۔ ورنہ اگر ساری مخلوق تعریف کرے تو اللہ کا شکر تو ادا کرے کہ اس نے ستاری فرمائی، پردہ پوشی کی، مخلوق میں بڑا دکھایا، یہ اللہ کا کرم ہے۔ شکر گذار رہو، ناز نہ کرو، مخلوق میں تعریف ہو تو حسنة کی تفسیر ہے، **رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً** کی دس تفسیریں ہیں، ان میں سے ایک ثناء الخلق ہے۔ پس جب مخلوق تعریف

کرے تو سن کر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ! تو نے میرے عیبوں کو چھپا دیا اور بھلائیاں ظاہر کر دیں اور لوگوں کی نگاہوں میں میری تقریر یا تحریر کو اچھا دِکھا دیا۔ ایسے وقت میں شکر ادا کرنے سے تکبر سے بچ جائے گا۔ کیونکہ تکبر سببِ بُعد ہے، اللہ سے دوری کا سبب ہے۔ اور شکر سببِ قُرب ہے، اللہ سے قرب کا سبب ہے اور سببِ قرب اور سببِ بُعد دونوں میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔ اور یہ ہمارا ٹیلفونک خطاب ہے جو کراچی سے ایک بار ساؤتھ افریقہ کیا گیا تھا ایک عالم کے جواب میں۔ پس جب تشکر کی کیفیت ہوگی کبھی تکبر پاس نہیں پھٹکے گا کیونکہ تشکر کبھی سببِ بُعد نہیں ہوسکتا۔ تکبر اللہ کی رحمت سے دور کرتا ہے، متکبر کو اللہ کی طرف دھیان نہیں رہتا۔ اپنے اوپر نظر ہوتی ہے کہ یہ میرا کمال ہے اور تشکر میں اپنے کمالات کی نسبت کا غلبہ اللہ کی طرف ہوتا ہے۔ تو اللہ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ! یہ آپ کا کرم ہے کہ آپ نے مجھے یہ سلیقہ عطا فرمایا کہ آج مخلوق میں میری تعریف ہورہی ہے، یہ آپ کی عطا اور آپ کا کرم ہے، میرا کمال نہیں۔ (اس کے بعد حضرت والا کے خلیفہ جناب مولانا منصور الحق صاحب نے حضرت والا کے ارشادات کا انگریزی میں ترجمہ فرمایا۔)

کبر کا ایک اور علاج

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے کمتر سمجھتا ہوں فی الحال یعنی موجودہ حالت میں اپنے کو تمام مسلمانانِ عالم سے کمتر سمجھتا ہوں، کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی فعل قبول ہوگیا ہو اور میرا کوئی فعل نامقبول ہو، کیونکہ اس کا اِمکان ہے، اس لیے تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال، روزانہ دعا میں اس جملہ کو بار بار کہو۔ بار بار کہنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا جملہ کہو کہ کافروں اور جانوروں

سے، کتے اور سور سے کمتر ہوں فی المآل یعنی باعتبار انجام کے۔ کیونکہ اپنا انجام ابھی مجھے نہیں معلوم، اگر خاتمہ ایمان پر ہوگیا تب تو میں اچھا ہوں لیکن اگر خاتمہ خراب ہوگیا، نعوذ باللہ خاتمہ کفر پر ہوا تب تو کتے اور سور بھی مجھ سے افضل ہیں۔ جو شخص تکبر سے نجات چاہے یہ دو جملے روزانہ زبان سے کہے اور اتنی زور سے کہے کہ اپنا کان سنے، اتنی زور سے نہ کہے کہ دوسروں کے کان بھی سنیں، کیونکہ دوسروں کو اپنی تواضع تھوڑی دِکھانا ہے۔ اللہ سے تواضع کی اس جملہ سے بھیک مانگنا ہے۔ اگر کوئی باپ اپنے بچے کو ایک بہت عمدہ شیروانی بنوادے اور وہ بچہ اکڑ رہا ہو کہ دیکھو! میری شیروانی، باپ کا نام بھی نہ لے رہا ہو اور سب بھائیوں پر تفاخر اور بڑائی جتا رہا ہو تو اس سے باپ ناراض ہوگا کہ ہم نے تم کو شیروانی اس لیے تھوڑی بنوا کر دی تھی کہ تم بھائیوں پر اپنی فضیلت بیان کرو، تم نے تو میرا نام بھی نہیں لیا، میری عطا کو اپنا کمال سمجھا اور وہی بیٹا کہے کہ واہ رے میرے ابا! میرے ابا نے مجھ کو عطا کی ہے۔ یہی نعمت ذریعہ شکر ہوگئی، باپ بھی خوش ہوگیا۔ پس ہر نعمت کو اللہ کی طرف منسوب کرو کہ یہ نعمت اللہ نے ہمیں بلا استحقاق اپنے کرم سے عطاء فرمائی ہے، میں اس کا مستحق نہیں تھا۔ انسان کے کمالات کیا ہیں سارے کمالات اللہ کے لیے ہیں۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ،** حمد کی چار تعریفیں ہوسکتی ہیں۔ اب منطق سن لیجئے۔ تعریف کی چار قسمیں ہیں نمبر ۱۔ بندہ بندے کی تعریف کرے، نمبر ۲۔ بندہ اللہ کی تعریف کرے، نمبر ۳۔ اللہ بندے کی تعریف کرے، نمبر ۴۔ اللہ خود اپنی تعریف کرے اور یہ چاروں تعریفیں اللہ ہی کے لیے خاص ہیں، ان چار کے علاوہ کوئی پانچویں قسم نہیں ہے۔ میں دارالعلوم میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر کوئی پانچویں قسم ہو تو میرے سامنے پیش کرو، میں وہ جاہل پیر نہیں ہوں کہ مرعوب ہوجاؤں گا۔

مومن کے لیے مصیبت کے نافع ہونے کا منطقی استدلال

مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ پر معقولات کا غلبہ تھا۔ خانقاہ میں قیام کے لیے تھانہ بھون آئے ہوئے تھے کہ گھر سے خط آیا کہ بیوی، بچے سب بیمار ہیں۔ یہ بہت تشویش میں تھے، جا کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت سارے گھر والے بیمار ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ مفتی صاحب جب مومن کا عقیدہ مقدر پر ہے تو پھر اُسے مکدر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

﴿قُلْ لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا﴾

(سورۃ التوبۃ، آیت: ۵۱)

لَـنَـا کا لام یہاں نفع کے لیے ہے، مومن کو جو مصیبت پہنچتی ہے اُس میں مومن ہی کا نفع ہے۔ اس کے بعد حکیم الامت نے مفتی صاحب سے فرمایا کہ چونکہ آپ منطقی آدمی ہیں اس لیے منطق سے سمجھاتا ہوں کہ مومن کو جو تکلیف اللہ دیتا ہے اس میں سراسر مومن کا ہی فائدہ ہے۔ مومن کو جو تکلیف یا بلا اللہ کی طرف سے پہنچتی ہے اس میں صرف چار صورتیں ہیں، چیلنج کرتا ہوں کہ پانچویں کوئی صورت نہیں ہے۔ (۱) مومن کو تکلیف دے کر اللہ سو فیصد فائدہ اُٹھالیں یہ ناممکن ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ بندوں کا محتاج ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ سارے عالم سے بے نیاز ہے لہٰذا یہ صورت محال ہے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سو فیصد نفع نہ لے، پچاس فیصد لے، یعنی ففٹی ففٹی کر لے کہ پچاس فیصد بندے کو دے دے، پچاس فیصد خود لے لے، یہ بھی ناممکن ہے۔ اس میں بھی اللہ کا محتاج ہونا لازم آتا ہے اور اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے نہ کم نہ زیادہ۔ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ (۳) تیسری شکل یہ ہے کہ نہ بندہ کا فائدہ ہو نہ اللہ کا، جس کو چاہا کھانسی دے دی، جس کو چاہا

بخار دے دیا، کسی کو صدمہ وغم دے دیا اور کسی کا ایکسیڈنٹ کرادیا، جس میں کوئی فائدہ اور مقصد نہیں تو بے فائدہ کام کرنا، بے مقصد کام کرنا، فضول اور لغو کام کرنا، یہ اللہ کی عظمت کے خلاف ہے۔ اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

(۴) اب صرف چوتھی شکل باقی ہے کہ ہر مصیبت اور تکلیف میں سو فیصد مومن ہی کا فائدہ ہے۔ **قُلْ لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا** میں لام نفع کے لیے ہے ورنہ علٰی ضرر کے لیے آتا۔

تو میں یہ کہتا ہوں کہ ہر نعمت کو اللہ کی طرف منسوب کرو، ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرو، **تَشَکُّر** کی کیفیت غالب رہے تو **تَکَبُّر** پاس نہیں آئے گا۔ تکبر سے وہی شخص بچ سکتا ہے جس پر تشکر غالب ہو، کیونکہ تشکر سببِ قرب ہے، شکر کرنے سے قُربِ اِلٰہی بڑھتا ہے اور تکبر سے بُعد اور دوری ہوتی ہے اور دوری اور حضوری میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔

تکبر کا نقصان اور تواضع کا فائدہ

تکبر ایسی بُری بیماری ہے کہ اگر دل میں ایک ذرّہ کے برابر، رائی کے برابر بھی ہوگا تو جنت تو کیا جنت کی خوشبو بھی نہیں پاؤ گے۔ اور تکبر غیر شعوری طور پر آجاتا ہے، اگر اللہ کا فضل نہ ہو تو ایک بخاری پڑھانے والا دوسروں کو اپنے سامنے حقیر سمجھ سکتا ہے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اپنے کو سب مسلمانوں سے کمتر سمجھو فی الحال یعنی موجودہ حالت میں بھی ہم تمام مسلمانوں سے کمتر ہیں اگرچہ بخاری شریف پڑھاتے ہیں اس لیے یہ جملہ روزانہ اللہ تعالیٰ سے کہو، اس کا معمول بنالو کہ یا اللہ میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں سے اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل کہ ابھی اپنا انجام نہیں معلوم تو اللہ ایسے بندہ سے کتنا خوش ہوگا۔ باوجود صدہا ہنر اور خوبیوں کے اپنے

کو بے قدر سمجھتا ہے۔ بے قدر کا خود کو بے قدر سمجھنا کچھ کمال نہیں، کمال یہ ہے صد ہا ہنر ہوتے ہوئے اللہ کے خوف سے خود کو بے قدر سمجھے، یہ خود کو بے قدر سمجھے گا لیکن لوگ اس کو بے قدر نہیں سمجھیں گے، لوگ اور قدر کریں گے۔

مَنۡ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ تواضع کے بعد لِلّٰہِ لگا ہوا ہے جو اللہ کے لیے تواضع کرے گا۔ یہاں لِلّٰہِ کیوں لگایا کیونکہ بعض لوگ تواضع کرتے ہیں تاکہ میری تعریف ہو کہ بہت متواضع ہیں، یہ تواضع لِلّٰہِ نہیں ہے لِلنَّفۡسِ ہے۔ ایسی تواضع پر رفعت و بلندی کا وعدہ نہیں ہے۔ جو اللہ کے لیے تواضع کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ اس کو بلندی دے گا۔ یہاں پر ارشاد فرمایا کہ یہ تو میری تقریر ہوگئی حالانکہ میں آج کل کوئی تقریر نہیں کرتا۔ (اس کے بعد مولانا منصور الحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا)

ایک عجیب تعلیم فنائیت

ترجمہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اچھا ایک بات عرض کرتا ہوں جو سمجھ میں مشکل سے آئے گی۔ لیکن کچھ لوگ سمجھ لیں گے۔ امید ہے کہ میں اس کو آسان کروں گا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مسائل السلوک حاشیہ بیان القرآن میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ بَعۡضَ الۡمُغۡتَرِّیۡنَ مِنَ الصُّوۡفِیَآءِ وَالسَّالِکِیۡنَ یَنۡسِبُوۡنَ کَمَالَاتِهِمۡ اِلٰی مُجَاهَدَاتِهِمۡ فَهٰذَا عَیۡنُ الۡکُفۡرَانِ﴾

بہت سے صوفیاء دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، وہ اپنے کمالات کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور یہ عین ناشکری ہے۔ اب اس میں تو بڑے بڑے لوگ مبتلا ہیں کہ صاحب ہم نے تو بڑے پاپڑ بیلے، اتنے مجاہدات کیے تب یہ نعمت ہم کو ملی ہے لیکن یہ سوچنا چاہیے کہ آپ نے مجاہدات تو کیے لیکن ان مجاہدات کی بعض

بے اصولیاں ایسی زہرِ قاتل ہیں جو سب کو کراس (Cross) کر گئیں، اس لیے مجاہدہ تو ہے لیکن اپنے اعمال کو بھی دیکھئے، اس لیے اپنے کسی کمال کو اپنے مجاہدات کا ثمرہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ان کی عطا اور ان کا انعام سمجھے کہ ان کے فضل کا سبب ان کا فضل ہے، ان کی رحمت کا سبب ان کی رحمت ہے، ان کے کرم کا سبب ان کا کرم ہے، میرا مجاہدہ نہیں ورنہ میرے اعمال ایسے ہیں جو اپنے مجاہدات پر پانی پھیر دیتے ہیں اور بجائے ثواب کے سزا کا مستحق بناتے ہیں۔ اب کسی کا منہ ہے جو اپنے مجاہدات کو اہمیت دے۔ جب کہ اس کا بعض عمل اس کو مجرم اور سزا کے قابل بنا دیتا ہے لہٰذا اللہ کے کسی انعام کو اپنے بڑے سے بڑے مجاہدہ کا ثمرہ نہ سمجھو، بلکہ ان کی عطا کا سبب ان کی عطا ہے، ان کے کرم کا سبب ان کا کرم ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی کہو کہ اے اللہ! مجھ پر جو آپ کی عنایات ہیں ان کا سبب آپ کی عنایات ہیں، مجھ پر جو آپ کا فضل ہے اس کا سبب آپ کا فضل ہے، میرے مجاہدے اس کا سبب نہیں ہو سکتے۔ بتائیے باریک بات ہے کہ نہیں؟ علماء نے عرض کیا کہ بہت باریک بات ہے اور ہمارے لیے سبق ہے۔ فرمایا کہ یہ سبق بھی آج بلا ارادہ دے دیا، کچھ سوچ کر نہیں بیٹھا تھا۔ کوئی مضمون بیان کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ بس اب اس کا ترجمہ کر دیجئے۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

رضا بالقضاء موجبِ اطمینان ہے

ترجمہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ کبھی کسی کو کسی سے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو منہ سے غیبت نکل جاتی ہے کہ فلاں آدمی ایسے ویسے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جن لوگوں سے تکلیف پہنچ جائے تو کچھ منہ سے نہ نکالے اور راضی رہے اللہ پر:

﴿ مَنۡ یَنۡظُرُ اِلٰی مَجَارِی الۡقَضَاءِ لاَ یُفۡنِیۡ اَیَّامَهُ بِمُخَاصَمَةِ النَّاسِ وَیَقُوۡلُ لاَ تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج: ۱۲)

مجاری جمع مجریٰ کی ہے یعنی جاری ہونے کی جگہ مراد عرشِ اعظم ہے کہ اللہ کا فیصلہ عرشِ اعظم سے جاری ہوتا ہے۔ پس جس کی نظر اس بات پر ہوتی ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے مجاری قضاء سے ہوتا ہے، وہ لوگوں کے جھگڑوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا اور کہتا ہے جیسا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آج آپ لوگوں پر کوئی الزام نہیں، شیطان نے بھائیوں کے درمیان گڑبڑ کر دی تھی، بھائیوں کی غلطی کو شیطان کے اوپر ڈال دیا، یعنی بھائیوں کی غلطی کو شیطان کی طرف منسوب کر کے ان کو بَری کر دیا تاکہ ندامت کے ساتھ وہ نہ کھائیں، پئیں۔ اس کی نظر لوگوں پر نہیں ہوتی بلکہ اللہ پر ہوتی ہے کہ یہ سب وہاں سے آیا ہے۔ بھلا ان کی مجال تھی کہ یہ میرے منہ کو آتے ؎

بھلا اِن کا منہ تھا میرے منہ کو آتے
یہ دشمن اُنہی کے اُبھارے ہوئے ہیں

تو اس سے بڑا اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ مجاری قضاء پر اس کی نظر ہوتی ہے کہ جو کچھ ہوا اللہ کو یہی منظور تھا۔ اس لیے یہ لوگوں سے جھگڑنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا، جانتا ہے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اگر وہ زیادتی کر رہے ہیں تو اس کی سزا اللہ ان کو دے گا، یہ تو گنہگار اور ظالم نہیں ہوگا۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

گناہ کی ترغیب دینے والا بھی مجرم ہے

ترجمہ کے بعد مولانا سے فرمایا کہ بیٹھئے ابھی اور سنئے۔ یہ سن کر تمام

سامعین خوش ہو گئے پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک عورت زُلیخا عزیز مصر کی بیوی نے برے کام کی طرف ورغلایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جمع کا صیغہ نازل کیا مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ اے اللہ! مجھے قید خانہ پیارا ہے اس بات سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں یَدْعُوْنَ جمع کا صیغہ ہے واحد کا نہیں ہے، سوال یہ ہوتا ہے کہ ورغلانے والی ایک عورت تھی تو جمع کا صیغہ اللہ تعالیٰ نے کیوں نازل کیا؟ حضرت حکیم الامت تھانوی نے اس کا جواب دیا کہ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے سفارش کی تھی کہ آپ زلیخا کی خواہش پوری کر دیجئے تو برے کام کی سفارش کرنے والیوں کو اللہ تعالیٰ نے انہی میں شامل کر دیا جمع کا صیغہ نازل فرما کر۔ معلوم ہوا کہ برائی کی سفارش کرنے والا اتنا ہی مجرم ہے جتنا برائی کرنے والا۔

بنگلہ دیش کے شہر سلہٹ کے ایک بڑے دار العلوم میں بہت بڑے مجمع کے سامنے میرے بیان کے دوران ہی ایک عالم نے اِشکال کر دیا کہ یَدْعُوْنَ تو مذکر ہے تو مونث کے لیے یعنی عورتوں کے لیے اللہ نے کیوں استعمال کیا؟ میں نے کہا مذکر اور مونث دونوں کے لیے یَدْعُوْنَ استعمال ہوتا ہے پھر میں نے گردان سنائی یَدْعُوْا یَدْعُوَانِ یَدْعُوْنَ، تَدْعُوْا تَدْعُوَانِ یَدْعُوْنَ بڑھاپے میں صرف ونحو کس پیر کو یاد رہتا ہے؟ لیکن اللہ کا کرم ہے۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے ترجمہ فرمایا)

موقعِ فرار پر دعا کے لیے بھی قرار جائز نہیں

ایک مسئلہ بتاتا ہوں کہ عزیز مصر کی بیوی نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلایا کہ یہ گناہ کرو، ورنہ میں تم کو جیل میں ڈال دوں گی تو

حضرت یوسف علیہ السلام نے سجدہ میں گر کر دعا نہیں مانگی بلکہ وہاں سے فوراً بھاگے معلوم ہوا کہ موقع فرار پر موقع قرار جائز نہیں ہے کہ وہاں بیٹھ کر دعا کرو۔ بعض لوگ اسی معشوق کے پاس بیٹھ کر روتے ہیں اور دعا کرتے ہیں، نتیجہ یہ نکلا کہ دعا کرنے کے بعد منہ کالا کرلیا۔ شیطان بہت چالاک ہے، جس دن بندہ کو زیادہ روتے ہوئے دیکھتا ہے اس دن اور زیادہ گناہ کراتا ہے۔ کہتا ہے آج تو بہت رو چکے، پچھلے پاپ سب دُھل گئے، پچھلا حساب صاف ہوگیا، چلو آج نیا بازار لگائیں۔

جب گناہ کے اسباب پیدا ہوجائیں تو یہ موقع فرار ہے وہاں سے فرار واجب ہے:

﴿فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ اَیْ فَفِرُّوْا عَمَّا سِوَی اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ﴾

(التفسیر الخازن، سورۃ الذاریات، آیت: ۵۰)

غیر اللہ سے اس وقت بھاگنا فرض ہے، وہاں بیٹھ کر اس وقت دعا مانگنا قرآن کی روشنی میں جائز نہیں ہے، جہاں ہر طرف میگنٹ (مقناطیس) لگے ہوں وہاں اُٹھنّی بیٹھ کر دعا کرے کہ یا اللہ میں نہ کھنچوں تو دعا مانگنے کے باوجود میگنٹ کھینچ لے گا۔ پہلے بھاگو، بھاگنے کا حکم بھی تو اللہ ہی کا ہے کہ نامناسب موقع سے بھاگو، وہاں بھاگنا عبادت ہے، بھاگنا فرض ہے، بھاگنا مرضی الٰہی ہے، منشاء الٰہی ہے کہ تیزی سے بھاگو، ورنہ حسن کے میگنٹ تمہیں کھینچ لیں گے، میگنٹ بھی تو اللہ ہی کا ہے، انہوں نے حسن کے میگنٹ لگا رکھے ہیں اور بھاگنے کا حکم بھی وہی دے رہے ہیں لہٰذا ان کے حکم پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ پس جہاں موقع فرار ہو وہاں سے فرار واجب ہے، قرار جائز نہیں ہے خواہ بصورتِ دعا ہو، فرار کے وقت بھاگتے ہوئے جو کچھ کہہ سکو کہ یا اللہ! مدد فرما، یہ صحیح ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھاگے تھے، بھاگنے سے تالے ٹوٹے ہیں،

اللہ نے مدد کی اور بھاگنے کا انعام مل گیا، تالے خود بخود کھل گئے۔ پس جو انبیاء علیہم السلام کا عمل ہے اس کی نقل امت پر واجب ہے، یہ سبق بہت ضروری ہے آج ضروری سبق دیئے گئے ہیں۔ حضرت والا نے مولانا منصور صاحب سے فرمایا کہ اس کو بھی بیان کر دیجئے۔ مولانا نے انگریزی میں ترجمہ فرمایا۔

پھر فرمایا کہ حسن میں بھی کشش ہے اور عشق میں بھی کشش ہے، دونوں پاس رہیں گے تو بچ نہیں سکتے، ایک دوسرے سے لپٹ جائیں گے اس لیے فرار واجب ہے کہ محاذات سے الگ ہو جاؤ تو میگنٹ کا تعلق ختم ہو جائے گا، جب آمنے سامنے نہ رہیں گے، دُور رہیں گے تو میگنٹ کیا کرے گا؟ دُور رہنے سے اس کے دائرۂ کشش میں نہ آئیں گے اور میگنٹ کچھ نہ کر سکے گا، اٹھنی میگنٹ کے سامنے رہے گی تو ناچتی رہے گی، میگنٹ کی طرف کھنچتی رہے گی اور جب اس کے محاذات سے ہٹ جائے گی تو اس کے اثر سے بچ جائے گی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے میگنٹ کے محاذات سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھگا دیا۔ اس لیے بھاگنا فرض ہے، چاہے بھاگتے ہوئے دعا کرتے رہو لیکن وہاں دعا کے لیے بھی رُکنا جائز نہیں۔ قدم فرار کے مضبوط رہیں، اگر قدم فرار کے مضبوط نہ ہوئے تو میگنٹ غالب ہو جائے گا، فرار اختیار کرنا واجب ہے، جو لوگ گناہ میں مبتلاء ہوتے ہیں ان کا فرار کمزور ہوتا ہے، اگر ہمت کر کے بھاگ جائیں تو میگنٹ کیا کرے گا؟ لہٰذا اس کو یاد رکھو کہ گناہ کے موقع سے فرار واجب ہے، اس وقت نہ بھاگنا اور آنسو بہانا، رونا، دھونا سب بیکار ہو جائے گا۔ اس وقت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ بھی کام نہیں کرے گا۔ فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ کا حکم نصِ قرآن ہے جو نصِ قرآن پر عمل نہ کرے، اس کا مبتلاء ہو جانا کیا بعید ہے۔ یہ باتیں بہت اہم ہیں۔ پھر فرمایا کہ اب ترجمہ کر دو۔

بس اب دعا کریں کہ اللہ مجھ کو اور میرے متعلقین کو اور آپ کے متعلقین کو قیامت تک نسلاً بعد نسلٍ اولیاء صدیقین کا مقام عطا فرمادے یعنی دنیا ہی میں ہمارا ایمان ایسا ہو جائے جیسے دوزخ اور جہنم کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اللہ ہر گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دونوں کام یعنی نیک کام کرنے کی اور برائی چھوڑنے کی توفیق دے، کیونکہ جو نیک کام کرے اور برائی نہ چھوڑے تو وہ کیسے ولی اللہ ہو گا؟ اللہ مجھ کو بھی توفیق دے کہ اختر ہر سانس اللہ پر فدا کرے اور ایک سانس بھی ناراض نہ کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بیان کے بعد حضرت والا رہائش گاہ آزادوِل تشریف لائے اور کچھ خاص احباب بھی بعد عشاء آگئے تو فرمایا میں قسم کھا سکتا ہوں مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ میں کیا بیان کروں گا میرے ارادہ کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ وہ دیتے گئے، میں لیتا گیا اور لے کر لوگوں کو دیتا گیا۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، ہماری بھی جو تعریف کرتا ہے وہ بھی اللہ ہی کے لیے ہے کیونکہ دینے والا وہ ہے، اگر اللہ کی مدد نہ ہو تو فالج میں یہ باتیں یاد رہ سکتی ہیں؟ ہم ہردوئی میں ایک مریض کو دیکھنے گئے جو حافظِ قرآن تھے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ بھی بھول گئے تھے، الحمد شریف بھی یاد نہ تھی۔

۲۹ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۲ اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعہ، بعد نمازِ فجر، ایک پارک میں جھیل کے کنارے

بعض آدابِ شیخ

ایک صاحب جو حضرت والا سے بیعت ہیں مجلس میں تسبیح پڑھ رہے

تھے۔ اس وقت ارشاد فرمایا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اپنے شیخ کے سامنے تسبیح دِکھا کر نہ پڑھے۔ اگر پڑھنا ہے تو جیب میں تسبیح چھپائے رکھے اور جیب میں ہاتھ ڈال کر پڑھے۔ مگر شیخ کے سامنے تسبیح پڑھنا خلافِ ادب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ کو تسبیح دِکھا کر پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ جنید بغدادی ہیں تو میں بھی بابا فرید سے کم نہیں ہوں۔ صورتاً یہ بھی ایک قسم کا تقابل ہے۔ ایک اللہ قبول ہو جائے تو بیڑا پار ہے اور قبولیت کے لیے ادب شرط ہے اور بزرگانِ دین نے جس چیز کو بے ادبی کہا ہے اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے کیونکہ ہم لوگ متبع شریعت اور متبع سنت بزرگوں کے اندھے مقلد ہیں۔ اس لیے وہ لوگ جو مجھ سے بیعت بھی ہیں ان کا میرے سامنے تسبیح پڑھنا غیر افضل ہے نہ پڑھنا افضل ہے۔ اگر محبت ہو تو محبت کی نظر سے شیخ کو دیکھنا خود عبادت ہے۔ بنگلہ دیش میں ایک عالم نے مجھ سے پوچھا کہ ماں باپ کو محبت سے دیکھنے سے ایک حج کا ثواب ملتا ہے تو شیخ کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ میں نے کہا کہ ماں باپ کو دیکھنے سے کعبہ ملتا ہے اور شیخ کو دیکھنے سے کعبہ والا ملتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ کعبہ موجود تھا، زم زم موجود تھا اور مولد شریف یعنی آپ کی جائے پیدائش وغیرہ تبرکات موجود تھے لیکن ہجرت کا جب حکم ہوا تو ایک صحابی کو بھی مکہ شریف میں رہ جانے کی اجازت نہیں ملی۔ سب کو حکم ہوا کہ تم سب کے سب جاؤ جہاں میرا نبی جا رہا ہے۔ اب کعبہ سے لپٹنا مفید نہیں ہوگا۔ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ کعبہ کو ان بتوں کو نکالنے کی طاقت نہیں تھی، نبی نے وہ بت نکالے۔ تو نبی تمہارے دلوں کے بت بھی نکالے گا یعنی رذائل سے تمہارا تزکیہ کرے گا۔ بس نبی کی صحبت، اللہ والے کی صحبت جہاں ملے وہاں چلے جاؤ۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کا پھیلنا، دین کی اشاعت کعبۃ اللہ میں قیام

سے زیادہ محبوب ہے۔اسی لیے ہجرت فرض ہوئی، پھر مدینہ شریف سے دین پھیلا۔ اس لیے مدینہ کی مٹی سے بھی آپ کو محبت تھی۔ جب آپ مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے تھے تو اپنی چادر مبارک اتار کر اونٹنی پر رکھ دیتے تھے کہ مدینہ شریف کی مٹی مجھ کو لگ جائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ سے کیوں محبت تھی؟ اس لیے کہ مدینہ سے اسلام پھیلا ہے اور مکہ مکرمہ سے محبت تھی کیونکہ اللہ کا شہر ہے، بلدامین ہے۔بس مکہ شریف اور مدینہ شریف جاؤ آؤ، جاؤ آؤ مگر وہیں نہ رہ جاؤ کیونکہ وہاں ابھی حالات دین کی خدمت کے نہیں ہیں، قانونی رکاوٹیں ہیں۔ ہاں مرتے وقت وہاں پہنچ جاؤ اور وہاں کی موت نصیب ہوجائے تو نعمتِ عظمیٰ ہے۔ یہ دعا کرلو:

﴿اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ﴾

(صحیح بخاری، باب کراھیۃ النبی ان تعری المدینۃ)

اے اللہ! میرے لیے اپنی راہ میں شہادت مقدر فرمادے اور میری موت اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر میں مقدر فرمادے۔

ایک شخص نے حضرت حکیم الامت سے اجازت مانگی کہ میں مدینہ شریف میں مستقل رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ بہت اچھی بات ہے۔ جب وہ چلا گیا تو فرمایا کہ اگر یہ یہاں میرے پاس رہتا تو زیادہ نفع میں رہتا۔ یہاں رہ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت وعظمت کی سمجھ کی توفیق ہوتی۔ پھر مدینہ میں کچھ اور ہی انوار نظر آتے۔ مکہ مدینہ میں قیام برکت کی چیز ہے مگر اِصلاح زندہ شیخ سے ہوتی ہے۔

غیر اختیاری ذکر موجبِ قرب نہیں

پارک میں جنوبی افریقہ کی ایک خاص چڑیا جس کی بولی پر کئی سال

پہلے حضرت والا نے بتایا تھا کہ یہ حق تعالیٰ، حق تعالیٰ کہتی ہے۔ کسی کو اس کا احساس نہیں تھا، حضرت والا کے توجہ دِلانے پر سب کو احساس ہوا کہ واقعی بالکل صاف حق تعالیٰ کہتی ہے۔ وہی چڑیا پارک میں بول رہی تھی تو حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کیا کہتی ہے۔ مولانا منصور صاحب نے عرض کیا حضرت والا نے ہمیں بتایا تھا کہ یہ حق تعالیٰ کہتی ہے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غیر اختیاری ذکر موجبِ قرب نہیں۔ ارادہ کر کے اپنے اختیار سے ذکر کرو کہ اللہ راضی ہو جائے۔ غیر ارادی غیر اختیاری ذکر پر ثواب نہیں ملتا، ارادی اور اختیاری عبادت پر ثواب ہے۔

ذکر میں اعتدال مطلوب ہے

بعض اشخاص ایسے ملے کہ بیٹھے ہیں اور بلا ارادہ گردن ہل رہی ہے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ ۔ میں نے کہا کہ تمہاری گردن تو گردان کرنے لگی یہ ٹھیک نہیں ہے۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہاں گردان کے لفظ سے بہت لطف آیا۔) آج کل ہر وقت ذکر کرنے سے مزاج غیر معتدل ہو جاتا ہے اور اللہ یہ نہیں چاہتا کہ میرے بندوں کا مزاج غیر معتدل ہو جائے۔ کوئی مشفق باپ نہیں چاہتا کہ میرا بیٹا اتنی خدمت کرے کہ اس کا مزاج غیر معتدل ہو جائے۔ اولیاء اللہ ہمیشہ معتدل المزاج بنائے جاتے ہیں۔ جب مزاج میں اعتدال نہ رہا تو اخلاق بھی غیر معتدل ہو جائیں گے۔ اس لیے جو تجربہ کار مشائخ ہیں وہ زیادہ ذکر اور وظیفہ نہیں کراتے۔ بس مقررہ اوقات میں جو ذکر ہے اس کو کر لیں۔ اب یہ زمانہ ہر وقت ذکر کرنے کا نہیں ہے۔ ہر وقت ذکر کرنے سے آج کل خشکی بڑھ جاتی ہے، نیند میں کمی آجاتی ہے۔ پہلے زمانہ کا ذکر اور وظیفہ اِس زمانہ میں نہیں کرایا جا سکتا۔ پہلے زمانہ میں اتنا خون ہوتا تھا

کہ ہر مہینہ خون نکلوانا پڑتا تھا اور اب خون کی اتنی کمی ہے کہ خون چڑھوانا پڑتا ہے۔اس وجہ سے شیخ سے پوچھ لو کہ کتنا وظیفہ پڑھیں اور حکیم الامت فرماتے ہیں کہ شیخ کچھ طبیب بھی ہو کہ صحتِ جسمانی کی حفاظت کا بھی اسے تجربہ ہو۔ جن کا مزاج غیر معتدل ہو گیا وہ بیوی بچوں سے لڑنے لگے، گاہکوں سے لڑنے لگے، دکان فیل ہو گئی، معاش کے بغیر مفلس اور پریشان ہو گئے۔

ذکرِ قلبی اور دوامِ ذکر کی حقیقت

مزاج معتدل ہو، ہر وقت باخدا ہو، دل سے باخدا ہو یہ ضروری نہیں کہ زبان سے باخدا ہو، یہی ذکرِ قلبی، یہی دوامِ ذکر ہے کہ دل باخدا ہو اور جسم فرماں بردار ہو، کسی نافرمانی میں مبتلا نہ ہو، اگر زبان سے ذکر کرنے کو کوئی شیخ منع کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کو اندیشہ ہے کہ اگر یہ ذکر کرے گا تو اس کی خشکی بڑھ جائے گی اس لیے ذکر کو منع کر رہا ہے۔ پہلے زمانہ کے احکام میں اور اس زمانہ کے احکام میں فرق ہے۔ اصول ایک ہے لیکن فروعات میں کمی بیشی کا اختیار ہے۔ دیوبند میں ایک طالب علم نے جو کے بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھالی۔اس کو پیچش شروع ہو گئی۔اس نے حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ حضرت میں نے سنت سمجھ کر جو کی روٹی کھالی جس سے مجھ کو پیچش ہو گئی۔انہوں نے فرمایا کیا تمہاری آنتیں صحابہ جیسی ہیں؟ تم کو اس زمانہ کے بزرگوں کی نقل کرنی چاہیے کہ وہ کس کس سنت پر عمل کر رہے ہیں۔جن سنتوں پر اس زمانہ کے اولیاء کرام عمل کر رہے ہیں بس ان پر عمل کرو۔اولیاء اللہ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ پہلے زمانہ کے بزرگوں کی نقل بھی جائز نہیں ہے، ان کے قویٰ بہت اچھے تھے وہ زیادہ ذکر کر کے بھی معتدل رہتے تھے بس آج کل کے زمانہ میں سب سے بڑا ذکر گناہوں سے بچنا

ہے، متقی رہو تو چوبیس گھنٹوں کے عبادت گذار رہو گے کیونکہ تقویٰ نام ہے عدمِ معصیت کا، یہاں کسب نہیں ہے، ترک ہے، یہاں اعمال نہیں ہیں ترکِ اعمال ہے یعنی گناہ کے اعمال نہ کرو، ترکِ گناہ کرو، ہر وقت غم جھیلو، ہر وقت اللہ کو راضی رکھو، ایسی نسبت عطا ہوگی کہ ہر وقت باخدا رہو گے۔

بزرگوں نے فرمایا کہ اس زمانہ کے جو صاحبِ نسبت اولیاء اللہ ہیں ان کی تقلید کرو۔ امام رازی اور امام غزالی کے وظائف کی تقلید اس زمانہ میں نہ کرو۔ وہ ستر ہزار وظائف کرتے تھے اور متاثر نہیں ہوتے تھے، ان کی صحت اعلیٰ تھی، بتاؤ صحابہ جیسی صحت ہماری ہے؟ پھر ہم ان کے اعمال کی نقل کیسے کر سکتے ہیں؟ جو حکم ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفلی اعمال میں دیا اس کی تقلید سب پر واجب نہیں ہے جیسے:

﴿لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رُطَبًا مِنْ ذِکْرِ اللہِ﴾

(مشکوٰۃ کتاب الدعوات)

کہ ہر وقت تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے، لیکن اب کوئی ہر وقت ذکر کرے تو اس کا دماغ پاگل ہو جائے گا۔ اس لیے دیکھنا چاہیے کہ اُس وقت مخاطَب کون تھے اور اب مخاطَب کون ہیں۔ جو مخاطَب کہ اب سے تیس گنا زیادہ طاقت رکھتے تھے اور بیس کلو ان کے جسم میں خون تھا تو اب وہ ذکر دس کلو خون رکھنے والوں کو کیسے دیا جا سکتا ہے۔ صحابہ کے زمانہ میں قوتیں بہت تھیں، اب اس زمانہ میں وہ قوت نہیں ہے تو اب وظائف و نوافل و ذکر میں ان کی نقل جائز نہیں۔ یاد رکھو:

﴿یَتَبَدَّلُ الْاَحْکَامُ بِتَبَدُّلِ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ﴾

ہاں اصول ایسے بنائے گئے ہیں جن میں کسی تبدیلی کی گنجائش کی ضرورت نہیں۔ جو مغرب کی تین رکعات تھیں وہ اب بھی ہیں اور قیامت تک تین ہی رہیں گی۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ تین کی دو رکعات کرلو کہ اب لوگ کمزور ہو گئے ہیں مگر فروعات و مستحبات میں ترمیم ہو جاتی ہے۔ ایک شخص کو حضرت تھانوی نے بتایا کہ ایک ہزار دفعہ اللہ اللہ کرلیا کرو اس نے دس ہزار کرلیا، گرم ہوگیا اور تھانہ بھون کی خانقاہ کے کنویں میں کود پڑا اور کنویں کے اندر بھی ذکر کررہا تھا۔ اس کو مولانا شبیر علی صاحب نے نکالا اور حضرت کے پاس لے گئے۔ حضرت نے دم کرکے پانی دیا، ٹھیک ہوگیا مگر پھر حضرت نے اس کی پٹائی کی کہ ہم نے ایک ہزار بتایا تھا تم نے دس ہزار کیوں کیا۔ شیخ طبیب ہوتا ہے اس کی اتباع ضروری ہے۔ جتنا ذکر شیخ بتائے اتنا ہی کرو، اگر وہ کہہ دے چپ چاپ بیٹھو تو اس کی اتباع کرو۔ بس اس کا اہتمام کرو کہ مرا دل ایک لمحہ کو اللہ سے غافل نہ ہو۔ ترکِ معصیت ضروری ہے ورنہ بہت سے لوگ نوافل، اشراق و تہجد اور عمرہ کرتے ہیں مگر گناہ کبیرہ تک سے باز نہیں آتے۔ اب بتاؤ یہ ولی اللہ ہوں گے یا شیطان ہو جائیں گے۔ ولی اللہ ایسے ہوتے ہیں؟ ولی اللہ تو نافرمانی سے بچتے ہیں بلکہ ایک گناہ بھی نہیں کرتے یعنی گناہ کو اوڑھنا بچھونا نہیں بناتے۔ اگر کبھی خطا ہوگئی تو رو رو کر اللہ کو راضی کرلیتے ہیں اور آئندہ کو تقویٰ کا عزمِ مصمم کرتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ جو طبیبِ جسمانی کا مسئلہ ہے وہی طبیبِ روحانی کا ہے۔ اگر طبیبِ جسمانی کہتا ہے کہ چھ چھ ماشہ خمیرہ مروارید صبح و شام کھائیے اور آپ نے ایک ایک چھٹانک کھالیا تو کیا نتیجہ ہوگا؟ ایک صاحب کو میں نے سات بادام بتائے، انہوں نے ایک پاؤ کھالیے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کپڑے اتار کر رات بھر ٹہلتے رہے۔ جب تک یہ کیفیت نہ ہو کہ شیخ کی بات بے دلیل مان لے جبکہ شیخ متبع سنت و متبع شریعت ہے اور سمجھے کہ شیخ جہاں تک دیکھ رہا ہے وہاں تک میری نظر نہیں ہے تب تک کام نہیں بنتا۔ اگر ذکر کی کثرت سے پاگل ہوگئے، دماغ میں خشکی بڑھ گئی تو شیخ کیا کرے گا، دماغ

غیر معتدل ہوگیا اب تو شیخ کے قابو سے باہر ہوگئے، اب شیخ بھی نہیں بچا سکتا سوائے اس کے کہ لنگوٹی باندھ کر آپ باہر نکل جائیں اور مجذوب کا لقب مل جائے حالانکہ آپ مجذوب نہیں ہوئے مجنوں ہوگئے۔

پھر فرمایا کہ ایک بچہ دور سے رو رہا ہے اور اماں اماں کر رہا ہے اور دوسرا بچہ ہے جو ماں کی گود میں خاموشی سے دودھ پی رہا ہے، اماں اماں بھی نہیں کر رہا ہے۔ بتاؤ کون مقرب ہے؟ عام لوگ جو بھولے بھالے ہوتے ہیں وہ ان ہی کو زیادہ ذاکر سمجھتے ہیں جو تسبیح پر اللہ اللہ کرتے ہیں اور جو اس بچے کی طرح ہیں جو ہر وقت ماں کا دودھ پی رہا ہے اور اماں اماں نہیں کہہ رہا وہاں تک نظر نہیں پہنچتی۔ بعضے اولیاء اللہ ایسے ہیں جن کے اعمالِ ظاہرہ بہت کم نظر آتے ہیں لیکن ان کی جان ہر وقت اللہ کے ساتھ چپکی ہوئی ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی تھی کہ بعض اولیاء ایسے ہیں کہ وہ اگر تہجد میں اُٹھنا چاہیں تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ ان کے پیر دباؤ تا کہ پھر سو جائیں۔ صحت ناساز ہے، دماغ کمزور ہے، اگر رات کو اُٹھ جائیں تو دن کو پڑھا نہیں سکتے، دین سکھا نہیں سکتے تو ان کو سلا دیتے ہیں اور بعضوں کو جگا دیتے ہیں۔ قرب کی بے شمار قسمیں ہیں۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

بنگلہ دیش کے ایک محدث ابوداؤد شریف پڑھاتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا مرید ہونے کے لیے تہجد ضروری ہے؟ میں نے کہا بالکل ضروری نہیں، کون کہتا ہے کہ تہجد ضروری ہے۔ فرض، واجب، سنت موکدہ ادا کر لیجئے، اور گناہ نہ کریں تو آپ ولی اللہ ہیں کیونکہ جو کسی وقت گناہ نہیں کرے گا وہ ہر وقت باخدا رہے گا، جب باخدا رہے تب ہی تو گناہ نہیں کرے گا۔ وہ مجھ سے مرید ہوگئے اور کہا کہ میں اسی لیے مرید نہیں ہو رہا تھا کہ تہجد کی پابندی ہوگی، میرا مزاج کمزور ہے، اگر رات کو اٹھ جاؤں تو دن بھر چکر آتے ہیں اور میں مدرسہ

سے پڑھانے کی تنخواہ لیتا ہوں، میرے لیے رات کو اٹھنا کیسے جائز ہوگا۔ ایسے کمزوروں کے لیے تہجد گذار ہونے کا ایک آسان نسخہ ہے جو حدیثِ پاک سے ثابت ہوتا ہے۔ عشاء کے بعد وتر سے پہلے چند نفل پڑھنے سے تہجد کی نماز حاصل ہوجاتی ہے۔ شامی نے روایت نقل کی ہے:

﴿كُلُّ مَا صُلِّيَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ﴾

ملا علی قاری نے جو لکھا ہے:

﴿لَيْسَ مِنَ الْكَامِلِيْنَ مَنْ لَّا يَقُوْمُ اللَّيْلَ﴾

وہ کاملین میں سے نہیں ہوسکتا جو تہجد نہ پڑھے تو اس کا علاج یہی ہے کہ وتر سے پہلے چند نوافل پڑھ لے جیسا کہ شامی نے حدیث نقل کی ہے اور شامی کا فقہی فیصلہ ہے:

﴿فَاِنَّ سُنَّةَ التَّهَجُّدِ تَحْصُلُ بِالتَّنَفُّلِ بَعْدَ الْعِشَآءِ قَبْلَ النَّوْمِ﴾

عشاء کے بعد سونے سے پہلے نوافل پڑھنے سے سنتِ تہجد حاصل ہوجاتی ہے۔ قیامت کے دن ایسا شخص تہجد گذار اٹھایا جائے گا جو عشاء کے بعد وتر سے پہلے تہجد پڑھ لے اور یہ کمزوروں کے لیے ہے، جو اقویٰ ہیں وہ رات کو اُٹھیں کہ ان کے لیے یہ افضل ہے۔ خوب سمجھ لیں کہ مغفرت جو ہوگی رحمتِ الٰہی سے ہوگی۔ غیر محدود عظمتوں کا حق محدود طاقتوں سے کہاں ادا ہوسکتا ہے اس لیے کاملین جو ہیں وہ نظر رحمتِ الٰہی پر رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ اگر چاہیں تو دو رکعات پر بخش دیں اور چاہیں تو بیس رکعات والے کو پکڑ لیں۔

معیتِ صادقین مطلوب ہے تقریر نہیں

ارشاد فرمایا کہ كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ سے معلوم ہوا کہ معیتِ صادقین مطلوب ہے، صادقین کا ساتھ مطلوب ہے۔ اس میں کہاں ہے

کہ وہ تقریر کررہا ہو، صرف رہنا مطلوب ہے کُوۡنُوۡا کہ معنی ہیں رہ پڑو۔ حضرت تھانوی کا ترجمہ ہے کہ صادقین سے مراد ہے کہ صَادِقِیۡنَ فِیۡ الۡوِلَایَۃِ کے ساتھ رہ پڑو، تقویٰ میں کاذِب نہ ہو، دردِ دل اس کا صادق ہو، جو تنہائی میں ہو وہی بازاروں میں بھی ہو۔ یہ نہیں کہ مسجد کے گوشہ میں تو باخدا ہے اور بازاروں میں جاکر شیطان ہے کہ ہر عورت کو دیکھ رہا ہے۔ مومنِ کامل وہی ہے جو ہر جگہ باخدا ہے، اس کی نسبت کسی وقت کمزور نہ ہو لَا یَتَغَیَّرُ بَاطِنُہٗ مِنۡ ظَاھِرِہٖ ظاہری حالات سے اس کا باطن متاثر نہ ہو۔ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ سے ظاہر ہے کہ اگر شیخ خاموش بیٹھا ہے تو بھی کُوۡنُوۡا ہے، معیت حاصل ہے کہ نہیں؟ تقریر ضروری نہیں۔ (مولانا منصور الحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ فرمایا۔)

۲۹/محرم الحرام ۱۴۲۳؁ھ بمطابق ۱۲/اپریل ۲۰۰۲؁ء، بروز جمعہ، بعد مغرب، مسجد دارالعلوم آزادوِل

بعد مغرب حضرت والا آج پھر مسجد میں تشریف لائے اور وعظ فرمایا جس سے بعض ارشادات نقل کرتا ہوں۔

صحابہ کا ادب

ارشاد فرمایا کہ جب مدینہ شریف ہجرت کی تو صحابہ بیمار ہوگئے۔ صحابہ نے یہ نہیں کہا کہ مدینہ کی آب و ہوا ہم کو موافق نہیں آئی بلکہ یہ کہا کہ ہم مدینہ منورہ کی آب و ہوا کے موافق نہیں ہوئے، صحابہ کا ادب دیکھئے۔ صحابہ کی علمی قابلیت تو زیادہ نہیں تھی مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے وہ سراپا ادب تھے کہ بڑے بڑے علم والے ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں

رکھتے۔ اگر یہ کہتے کہ وہاں کی آب وہوا ہم کو موافق نہیں آئی تو مدینہ شریف کی آب وہوا کی توہین ہو جاتی۔ صحابہ کے ادب نے گوارہ نہیں کیا کہ مدینہ شریف کی آب وہوا کو اپنے لیے مضر قرار دیں اِس لیے فرمایا کہ ہم یہاں کی آب وہوا کے موافق نہیں ہوئے۔ (مولانا منصور صاحب نے انگریزی میں ترجمہ فرمایا)

ظاہری آرائش سے زیادہ باطن کی درستگی اہم ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک مسئلہ یہ ہے کہ بعض لوگ ظاہر کو اہمیت دیتے ہیں کہ ظاہر حسین ہو، اندر چاہے کچھ بھی ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مہمانوں کا، حاجیوں کا سر منڈوا دیا اور بعضوں کا قصر کرا دیا کیونکہ بعض فتنہ کا سبب تھے اس لیے ظاہری حسن کو ختم کر دیا اور باطنی حسن میں اضافہ کر دیا۔ اس لیے ظاہری حسن کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ میں نے اپنے مدرسہ میں ایک طالبِ علم کا سر منڈوا دیا کیونکہ لڑکے بے ریش ہوتے ہیں اور بال فتنہ ہوتے ہیں۔ تو اس کی ماں نے مجھے ٹیلیفون کیا کہ آپ نے میرے لڑکے کے بال منڈوا کر اس کی توہین کی، سب اعزاء واقربا اس کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ میں نے کہا یہ توہین تو نہیں ہے۔ اگر یہ توہین ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے مہمانوں کی توہین کرتے؟ کہ سب حاجیوں کا سر منڈوا دیا یہ سن کر وہ خاموش ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندہ کا دل بھی پاک ہو جائے، جسم بھی پاک ہو جائے، بال بھی فتنہ ہے۔ بعض اہلِ دنیا بڑی محنت سے بال بناتے ہیں اور بال بنا کر حسینوں کو پھنساتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ باطن کو دیکھتے ہیں، سر منڈوا کر بڑے بڑے نوابوں کو مسکین بنا دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جب اپنے مہمانوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو یقیناً اس کے باطنی مال کا اضافہ ہے، جب ظاہر کی طرف سے لاپرواہی ہوگی تو باطن چمک جائے گا۔ جو

لوگ ظاہر کو زیادہ سنوارتے ہیں وہ باطن سے غافل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ظاہر کو اللہ تعالیٰ نے اہمیت نہیں دی کہ بالوں کی فکر چھوڑو، احرام باندھو، دیوانے بنو اور شکل بھی دیوانوں کی سی بناؤ۔ جب دنیاوی محبت میں لوگ اپنے ظاہر سے بے پرواہ ہوجاتے ہیں تو میری محبت میں میرے دیوانوں کا کیا حال ہونا چاہیے؟ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

ستر کے متعلق ایک دلچسپ حکیمانہ جواب

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے ہردوئی میں پوچھا کہ ناف سے نیچے گھٹنہ تک چھپانا کیوں فرض ہے؟ جبکہ اصل ستر کو چھپانے کے لیے تو ایک لنگوٹی بھی کافی تھی۔ میں نے جواب دیا کہ جہاں فوجی افسر رہتے ہیں وہاں دور دور تک تار لگا دیئے جاتے ہیں تاکہ کوئی دشمن فوجی افسر کو نقصان نہ پہنچادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے فوجی افسر کا انتظام کیا کہ ناف سے گھٹنے تک حفاظت رہے اور کوئی نقصان نہ پہنچا سکے یعنی کھلی ہوئی ستر دیکھ کر شہوانی ہیجان نہ پیدا ہو اور معصیت میں مبتلا ہو کر آخرت کا نقصان نہ کر بیٹھے۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

ہجرت سے صحبتِ اہل اللہ پر عجیب استدلال

ارشاد فرمایا کہ ہجرت کا حکم تمام صحابہ کو دیا گیا کہ جہاں میرا نبی جارہا ہے تم سب وہاں جاؤ، کعبہ سے مت چپکے رہو۔ کعبہ میرا گھر ضرور ہے، اس کا طواف ضروری ہے مگر اللہ تم کو میرے نبی سے ملے گا لہٰذا جہاں میرا نبی جارہا ہے تم بھی چلے جاؤ اور کسی صحابی کو اجازت نہیں ملی کہ کعبہ میں رہ جائے اس سے سبق ملا کہ اہل اللہ کی صحبت بہت ضروری ہے۔ فرض حج اور دوسرے

واجبات کے بعد صحبت اہل اللہ بہت ضروری ہے، اللہ والوں سے چپکے رہو، جیسے چھوٹا بچہ ماں سے چپکا ہوا دودھ پیتا رہتا ہے۔ میرے شیخ حضرت عبدالغنی صاحب نے فرمایا تھا کہ اختر میرے پیچھے اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے۔

ہجرت کے بعض اہم اسرار

بتائیے! کعبہ کتنا اہم ہے؟ جو اللہ کا گھر ہے اس کی اہمیت کا کیا کہنا مگر ہجرت کا حکم دے کر بتا دیا کہ میرے رسول کو کعبہ سے زیادہ اہم سمجھو، میرے رسول کے ساتھ جاؤ، وہیں تم کو اللہ ملے گا، یہاں تم کو گھر ملے گا اور میرے نبی سے تمہیں گھر والا ملے گا۔ کتنا فرق ہو گیا؟

ہجرت کے حکم سے وطن کی محبت بھی نکل گئی، سب اپنا بنا بنایا گھر، بنی بنائی دکان، رزق کے سارے وسائل چھوڑ چھاڑ کے رازِق کو ساتھ لے گئے۔ یہ تھا ہجرت کا راز کہ رزق کے دروازے، دکانداری، تجارت سب چھوڑ دو اور جہاں میرا نبی جا رہا ہے تم سب بھی ساتھ جاؤ۔ معلوم ہوا کہ ہجرت سے وطن کی محبت بھی نکال دی اور یہ عقیدہ بھی کہ رزق اسی دکان سے ملے گا دل سے نکال دیا اور جو صحابہ ہجرت کر کے گئے ان کو کمی نہیں ہوئی وہ سب خوشحال ہو گئے، ہجرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وطنیت کا بت توڑ دیا۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب۔)

بیت اللہ کے بے آب و گیاہ وادی میں واقع ہونے کا راز

اللہ تعالیٰ نے مکہ شریف کے پہاڑوں کو سبزہ زار اور حسین مناظر والا نہیں بنایا، چٹیل میدان ہے، ایک سوکھا تنکا بھی وہاں نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آدمی گھر بنانے سے پہلے جغرافیہ دیکھتا ہے کہ کہاں گھر بناؤں؟ ہم لوگ کیا

پسند کرتے ہیں؟ کہ گھر ایسی جگہ بناؤ جہاں درخت وغیرہ ہوں، ہرا بھرا ہو، آکسیجن خوب ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے تصورات سے بالاتر سبزہ زار کے بجائے چٹیل میدان، بے آب و گیاہ پہاڑوں کے درمیان اپنا گھر بنایا۔ وجہ یہ ہے کہ اگر اردگرد کے پہاڑ سبزہ زار ہوتے تو حاجی لوگ کعبہ کو چھوڑ کر درختوں کے نیچے کیمرہ لیے ہوئے سینری کی تصویریں بنایا کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جب حاجی میرے گھر آئیں تو میرے علاوہ کسی سے دل نہ لگائیں۔ یہاں بھی توحید ہے کہ میرے علاوہ پہاڑوں سے دل نہ لگاؤ، مناظر سے دل نہ لگاؤ۔

بیت اللہ کے مختصر ہونے کی عجیب حکمت

بعض لوگوں نے کہا کہ بڑے آدمیوں کا گھر بڑا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑے ہیں لیکن گھر چھوٹا سا بنایا۔ میں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو یہاں سے جدہ تک اپنا گھر بنا دیتا لیکن ایک ہی پھیرے میں تمہاری جان نکل جاتی۔ چھوٹا سا گھر بنایا، جس سے جلدی جلدی سات پھیرے طواف کے ہو جاتے ہیں، اس لیے اللہ کا شکر ادا کرو کہ ہمارے آرام کے لیے اللہ نے گھر چھوٹا بنایا جس سے طواف آسان ہو گیا، یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ حاجیوں کے لیے سہولت فرمادی۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

آفتابِ نبوت کا مطلع

نبوت غارِ حرا میں عطا ہوئی، وہاں بھی چٹیل پہاڑ ہیں اور درخت و سبزہ کا نام نہیں۔ میرا شعر ہے ؎

خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو! ویرانوں کو

ویرانے ہی میں خزانۂ نبوت عطا ہوا، ویرانوں کو حقیر نہ سمجھو، یہ

ویرانے بڑے کام کے ہیں کہ جہاں سے آفتابِ نبوت طلوع ہوا۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی کچھ دن ویرانے میں عبادت کرتے ہیں، اس کے بعد جب کوئی منصب عطا ہوتا ہے تب ان کو مخلوق میں بھیجتے ہیں کہ اب تم دین کا کام کرو۔ نبوت عطا ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ویرانہ محبوب کر دیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

﴿حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَآءُ﴾

(صحیح البخاری، ج: ۱، باب بدأ الوحی)

کہ تنہائی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب کر دی گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ جس چیز کو عطا کرنا ہوتا ہے اور جو جس کے مقدر میں ہوتا ہے اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے حُبِّبَ مجہول ہے کہ خلوت محبوب کر دی گئی۔ معلوم ہوا ؎

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یونہی نام ہوتا ہے

نفس کا تیل نکالنے سے خدا ملتا ہے

ارشاد فرمایا کہ بمبئی میں ہمارے پیر بھائی تیل کا کاروبار کرتے ہیں، سرسوں اور بہت سی دوسری جڑی بوٹیوں کا تیل نکالتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر نفس کا تیل نکال دو تو بہت کامیاب ہو جاؤ گے کیونکہ نفس کا تیل نکالنے سے خود بھی ولی اللہ ہو جاؤ گے اور جو اس سے استفادہ کرے گا وہ بھی ولی اللہ ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ نفس کا تیل کیسے نکالیں؟ میں نے کہا کہ نفس جو خواہش اللہ کی مرضی کے خلاف کرے اس کی خواہش کو کچل دو، ہر وقت نفس سے کشتی لڑو، نفس سے مرتے دم تک جنگ ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَأْتِیَکَ الْیَقِیْنُ﴾

(سورۃ حجر، آیت: ۹۹)

کتنی ہی تکلیف ہو، چاہے جان نکل جائے لیکن نفس کی حرام خواہش کو پورا نہ کرو۔ لومڑیانہ چال سے اللہ نہیں ملتا، شیرانہ چال چلو۔

شرح حدیث اَللّٰھُمَّ اَحۡیِنِیۡ مِسۡکِیۡنًا الخ

بمبئی میں ایک دن میرا بیان ہوا جس میں میں نے یہ حدیث پڑھی:

﴿اَللّٰھُمَّ اَحۡیِنِیۡ مِسۡکِیۡنًا وَّاَمِتۡنِیۡ مِسۡکِیۡنًا
وَّاحۡشُرۡنِیۡ فِیۡ زُمۡرَۃِ الۡمَسَاکِیۡنَ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق)

یعنی اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھئے اور مسکین ہی ماریئے اور مسکینوں میں میرا حشر فرمایئے۔ میں نے اس کی شرح بیان کی جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں لکھی ہے کہ یہاں مسکین کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ امت غریب ہوجائے مسکین کے معنیٰ ہیں:

﴿اَلۡمِسۡکِیۡنُ مِنَ الۡمَسۡکَنَۃِ وَھِیَ
غَلَبَۃُ التَّوَاضُعِ عَلٰی وَجۡہِ الۡکَمَالِ﴾

(مرقاۃ المفاتیح، باب فضل الفقراء وما کان من العیش)

مسکنت کے معنیٰ ہیں کہ غلبۂ تواضع ہو، کمال درجہ کی خاکساری ہو، فقیر اور غریب ہوجانا مراد نہیں ہے۔ تو وہ تیل والے حاجی صاحب کہنے لگے کہ تین سال سے مارے ڈر کے یہ دعا نہیں مانگ رہا تھا کہ کہیں غریب نہ ہوجاؤں؟ تو مسجد و مدرسہ میں کیسے مال دوں گا؟ آج اس کے معنیٰ معلوم ہوگئے، آج سے پھر یہ دعا پڑھنا شروع کردوں گا۔ کتنے صحابہ مالدار تھے، زکوٰۃ ادا کرتے تھے، صدقہ و خیرات دیتے تھے، اگر مسکین سے مفلس ہونا مراد ہوتا تو سارے صحابہ مفلس ہوجاتے، مراد یہ ہے کہ دل مسکین ہو، ہاتھ میں پیسہ ہو، جیب میں پیسہ ہو مگر دل میں نہ ہو، مال خوب ہو، مال کا نشہ نہ ہو۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ کا مطلب

ارشاد فرمایا کہ دعاءِ قنوت میں ایک جملہ ہے:

﴿وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ﴾

(كنز العمال، ج:۸، ص:۳۸، دار الكتب العلمية)

یعنی ہم ترکِ تعلق کرتے ہیں ان لوگوں سے جو تیرے نافرمان ہیں، اس کی وجہ سے بہت سے دین دار لوگ جو اس کا مطلب نہ سمجھے اپنی نافرمان اولاد کو گھر سے نکال دیا کہ وہ نماز نہیں پڑھتا یا انگریزی بال رکھتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بہت زیادتی ہے۔ یہاں فجور سے مراد فجورِ اعتقادی ہے کہ اگر عقیدہ خراب ہوجائے مثلاً قادیانی ہوجائے، یہودی یا عیسائی ہوجائے تب اس سے قطع تعلق کرنا واجب ہے۔ مَنْ يَّفْجُرُكَ سے مراد فجورِ عملی نہیں ہے کہ مثلاً نماز نہیں پڑھتا، ڈاڑھی نہیں رکھتا، انگریزی بال رکھتا ہے تو اس سے ترکِ تعلق کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو گھر سے نکال دیا تو بری صحبتوں میں بیٹھ کر وہ بالکل ہی تباہ ہوجائے گا، ان کو جوڑے رہو، سمجھاتے رہو، کتنوں نے ڈاڑھیاں رکھ لیں، نمازی ہوگئے۔ اس لیے اعمال کی کوتاہیوں پر ترکِ تعلق جائز نہیں ہے، پس مَنْ يَّفْجُرُكَ سے مراد اعتقادی فجور ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اس کو الطرائف والظرائف میں لکھا ہے۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

نفاقِ عملی اور نفاقِ اعتقادی کا فرق

ارشاد فرمایا کہ اسی طرح ایک مثال اور دیتا ہوں کہ جہاں حدیثِ پاک میں نفاق کا لفظ استعمال کیا گیا وہاں نفاق سے مراد نفاقِ عملی ہے نفاقِ اعتقادی نہیں ہے:

﴿اِنَّ الْغِنَاءَ يُنبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، ج:۳، ص:۱۳۵۵، کتاب الادب، المکتب الاسلامی)

گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی پیدا کرتا ہے، یہاں نفاق سے مراد اعتقادی نفاق نہیں جس کے لیے یہ وعید ہے:

﴿اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾

(سورۃ نسآء، آیت: ۱۴۵)

بلکہ اس مراد یہ ہے کہ غناء مثلِ نفاق ہے، منافقوں جیسا عمل ہے، نفاقِ عملی مراد ہے اس کے معنیٰ یہ نہیں ہے کہ گانا بجانے والا منافق ہوگیا جس کے لیے جہنم کے درکِ اَسفل کی وعید ہے۔ (ترجمہ از مولانا منصور الحق صاحب)

آنکھوں پر دو خودکار (آٹومیٹک) پردے

ترجمہ کے بعد اِرشاد فرمایا کہ اب ایک کام بہت آسان ہے، اس کو پیش کرنا ہے، اس کے بعد تقریر ختم، بہت آسان پرچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾

(سورۃ غافر، آیت ۱۹)

بری نظر سے کسی لڑکی کو یا بے ریش لڑکے کو دیکھنا اور دل میں گندے خیالات پکانا خواہ ماضی کے گناہ کو یاد کرکے مزہ لینا یا کسی معشوق کو نہ پانا لیکن دل میں فیچر بنا کر اس سے مزہ لینا، یہ دل کی خیانت ہے اور دونوں گناہ ہیں، ایک آنکھوں کی چوری ہے اور دوسری دل کی خیانت ہے اور اکثر آنکھوں کی چوری ہی سبب ہوتی ہے دل کی خیانت کی اور اس کا پرچہ حل کرنا بہت آسان ہے اور کیوں آسان ہے؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کے اوپر دو پردے دیئے ہیں پلکوں کے، ان کو بند کرلو، بند کرنے کے لیے کہیں اُٹھ کر جانا نہیں ہے، کوئی سوئچ نہیں دبانا ہے، اس میں آٹومیٹک سوئچ ہے، آنکھ کے اوپر خودکار پردہ لگا ہوا

ہے، آٹو میٹک سوئچ والا۔ کوئی حسین شکل لڑکی یا لڑکے کی سامنے آ گئی تو سوئچ دبانے کے لیے اٹھ کر جانا بھی نہیں ہے کہ جا کر دباؤ تو آنکھ بند ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھ میں خود ہی صلاحیت رکھ دی کہ بیٹھے بیٹھے پردہ گرا دو اور آنکھ بند کر لو۔

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

دل میں گندے خیالات بھی نہ لاؤ۔ جو ملک سلامت رہنا چاہتا ہے وہ باڈر کی حفاظت کرے اور کیپٹل کی حفاظت کرے۔ باڈر آنکھ ہے اور کیپٹل دل ہے، پس اگر آنکھ کا باڈر اور دل کا کیپٹل سلامت رہے گا تو ہمارا ملکِ ایمان، ملکِ اسلام اور ملکِ احسان محفوظ رہے گا اور اگر بدنگاہی کر لی تو سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی ہوئی قرآن شریف میں ہے:

﴿قُلۡ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ﴾

(سورۃ نور، آیت: ۳۰)

ہر نظر بچانا ضروری نہیں ہے من تبعیضیہ ہے، بعض نظر بچانا ہے، جب کوئی نامحرم کسی کی ماں، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن یا حسین لڑکا سامنے آ جائے تو آنکھ بند کر لو اور دل میں گندے خیالات کی کھچڑی نہ پکانا بھی اختیار میں ہے، نہ دال، نہ چاول اور کھچڑی پک رہی ہے اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ایسا ہے کہ ہر شخص اس کے خلاف کرنے کو ناپسند کرتا ہے اِلّا بے حیا، بے غیرت لوگ، انگریزوں اور یہودیوں کا یہاں تذکرہ نہیں ہے، انگریزوں کی ماں، بہن کو کوئی دیکھے تو خوش ہوتے ہیں کہ ہماری ماں، بیٹی (Selected) ہو رہی ہے، لوگوں کی نظر میں جچ رہی ہے، لیکن جو شرافت رکھتے ہیں ان کی ماں، بیٹی کو دیکھو تو ان کو سخت ناگوار ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ ایک شخص میری لڑکی کو جو برقعہ میں تھی دیکھ رہا تھا میرا جی چاہتا تھا کہ بندوق ہو تو اس کو گولی مار دوں، ہر شریف

انسان نہیں چاہتا کہ کوئی میری بیٹی کو، میری بیوی کو، میری ماں کو، میری بہن کو بری نظر سے دیکھے تو جو ہم لوگ چاہتے ہیں وہی تو اللہ نے عین ہماری فطرت کے مطابق حکم نازل کردیا۔

روایت میں ہے ایک شخص نے جو جوان تھا کہا کہ مجھے زِنا کی اجازت دی جائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھو! اپنے پاس بٹھایا۔ آج کل کوئی مولوی بٹھائے گا ایسے شخص کو اپنے پاس۔ یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلم وکرم تھا جو امت کے لیے سبق ہے کہ دعوۃ الی اللہ میں حکمت وتحمل کی ضرورت ہے، اس کے بعد فرمایا کہ تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری ماں سے کوئی زِنا کرنا چاہے تو تم اس کو اجازت دے دو گے؟ کہا کہ میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر فرمایا کہ تمہاری بہن زندہ ہے؟ کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا تمہاری بہن سے کوئی زِنا کی اجازت مانگے تو اجازت دے دو گے؟ کہا کہ اس کو بھی قتل کردوں گا۔ ایسے ہی آپ نے پھوپھی، خالہ کا نام لے کر پوچھا۔ اس نے یہی کہا کہ میں برداشت نہیں کرسکتا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ساتھ تم زِنا کی اجازت مانگتے ہو وہ بھی کسی کی ماں ہوگی، کسی کی خالہ ہوگی، کسی کی بیٹی ہوگی، کسی کی بہن ہوگی تو جو تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے تو دوسروں کے لیے کیوں پسند کرتے ہو؟ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس کے سینہ پر رکھ کر یہ دعا پڑھی:

﴿اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ﴾

(مسند احمد، حدیث ابی اُمامہ، رقم الحدیث ۲۱۱۸۵)

اے اللہ! اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما اور اس کے گناہ کو معاف فرما۔ صحابی کہتے ہیں کہ اس کے بعد زندگی بھر زِنا کا وسوسہ بھی نہیں آیا۔

رسٹن برگ روانگی

یکم صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۳/اپریل ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ

دو دن آزاد وِل میں قیام فرمانے کے بعد آج ساڑھے سات بجے صبح حضرت اقدس مع احباب رسٹن برگ کے لیے روانہ ہوئے۔ مشورہ یہ طے پایا تھا کہ بوٹسوانا کا سفر ہوائی جہاز سے نہ کیا جائے کیونکہ ائیر پورٹ کی آمد ورفت اور جملہ کاروائیوں کی وجہ سے تقریباً چار گھنٹے لگ جائیں گے جس سے حضرت والا کو کافی تعب ہوگا۔ اس سے بہتر ہے کہ بذریعہ کار سفر کیا جائے جو رسٹن برگ سے تقریباً دو گھنٹہ کا ہے اور آزاد ول سے رسٹن برگ کا سفر ایک گھنٹے کا ہے جہاں پہنچ کر ایک دن حضرت والا آرام فرمائیں اور اگلے دن بوٹسوانا کا سفر ہو۔ چنانچہ آج صبح رسٹن برگ کے لیے روانگی ہوئی اور یوسف حافظ جی صاحب کے یہاں حضرت والا نے قیام فرمایا۔

مجلس بعد عصر بمقام رسٹن برگ بر مکان یوسف حافظ جی

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بدنظری کرتے ہیں ان کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ ایک نقصان ہوا اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ دل بھی کمزور ہو جاتا ہے، اُس معشوق کو لینا چاہتا ہے، حسن کش کرتا ہے اور اللہ کا حکم مکش کرتا ہے تو کش مکش میں جو چیز ہوگی وہ کمزور نہ ہوگی؟ کش مکش میں دل رہے گا تو دل میں انجائنا نہ ہوگا؟ لکھنؤ کے مولانا سلمان صاحب، جو مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ دار ہیں کراچی آئے تھے، میں نے کہا ایک شعر سن لیجئے، شعر سن کر وہ بہت محظوظ ہوئے۔

ایک سلمیٰ چاہیے سلمان کو
دل نہ دینا چاہیے انجان کو

ورنہ انجائنا ہوجائے گا، انجان کو دل دوگے تو انجائنا ہوجائے گا، بدنظری سے اعصاب کمزور ہوجاتے ہیں، سارا جسم کمزور ہوجاتا ہے، ایک نہ ملنے والی چیز کو دیکھنا اور ہائے ہائے کرنا اعصاب کو توڑ دیتا ہے اور بدنظری سے ہائے ہائے ہی ملتی ہے کہ بھائی کیا بتائیں، ماں باپ نے معلوم نہیں کس نمبر کا چشمہ لگا کر میری بیوی کا انتخاب کیا تھا۔ یہ ہائے ہائے بھی ہوئی، ناشکری بھی ہوئی، ماں باپ سے بدگمانی ہوئی اور اگر نظر کی حفاظت کی جائے تو اپنی چٹنی روٹی بھی پلاؤ معلوم ہوگی۔ جو لوگ نظر کی حفاظت کرتے ہیں ان کو اپنی بیوی سے بہت محبت ہوتی ہے کیونکہ لے دے کے ایک ہی تو ہے اور کہاں جائیں گے اس لیے ان کا وہی پلاؤ قورمہ ہے بس نظر بچا لینے میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ کا ہر قانون ہمارے لیے سو فیصد مفید ہے۔

بس سارے عالم میں یہی مضمون ہے کہ آنکھوں کی حفاظت کرو اور دل کی حفاظت کرو، میں سچ کہتا ہوں، میرا تجربہ ہے کہ جو یہ دو عمل کرلے ولی اللہ ہوجائے گا، کیسے؟ لوگ کہیں گے کہ چاہے روزہ نماز نہ کرے؟ ارے! جو آنکھ بچائے گا وہ نماز روزہ نہ کرے گا؟ جو بھینس اٹھالے گا وہ مرغی نہ اٹھالے گا؟ جو مشکل پرچہ حل کرلے گا وہ آسان پرچہ حل نہ کرے گا؟ جو دین کے مشکل احکام پر عمل کرے گا وہ آسان احکام پر عمل نہ کرے گا؟

تو اب تین باتیں ہیں، ایک قرآن کی نصِ قطعی ہے، قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ یہ تو قرآن کی آیت ہوگئی۔ لوگ کہتے ہیں نا کہ قرآن میں دِکھاؤ حالانکہ یہ کہنا سخت بے ادبی ہے۔ کیا ہر حکم قرآن مجید میں ہی ہونا ضروری ہے، کیا قرآن پاک میں نماز کا طریقہ ہے کہ کس طرح نماز پڑھو؟ روزہ، زکوٰۃ وحج کے مسائل قرآن پاک میں ہیں؟ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائے اس لیے آپ کا فرمان اللہ تعالیٰ ہی کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتے ہیں:

﴿وَمَاۤ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا﴾

(سورۃ حشر، آیت:۷)

جو ہمارا رسول تم کو دے اس کو لے لو اور جس سے روک دے اُس سے رُک جاؤ۔ لیکن بہر حال حفاظتِ نظر کا حکم تو قرآن پاک میں موجود ہے۔ دیکھ لو قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ اور مِنْ تَبْعِیْضِیَۃ ہے یعنی ہر نظر بچانے کا حکم نہیں ہے بلکہ جو نظر حرام ہے اس کو بچاؤ، کسی کی ماں، بہن، بیٹی اور بہو کو نہ دیکھو۔

قرآن شریف کے بعد بخاری شریف کا نمبر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ بدنظری آنکھوں کا زنا ہے، جو کسی کی بہن کو، کسی کی بیٹی کو دیکھتا ہے آنکھوں کا زِنا کرتا ہے۔ ارے آنکھوں کا زِنا کر کے ولایت کا خواب دیکھ رہے ہو کہ ہم ولی اللہ ہوجائیں گے، آنکھوں کا زانی کبھی ولی اللہ نہیں ہوسکتا جب تک توبہ نہ کرے۔ کیا یہ ہمارے لیے تازیانہ نہیں ہے کہ نظر بازی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنکھوں کا زِنا فرما رہے ہیں اس کے باوجود ہم زِنا کرتے ہیں اور ڈکار نہیں لیتے، سمجھتے نہیں کہ اس میں کیا خرابی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کیا کیا، نہ دیا نہ لیا صرف دیکھ لیا۔ میں کہتا ہوں کہ جب نہ دیکھنا اتنا غیر اہم ہے کہ کچھ لینا دینا نہیں تو پھر کیوں دیکھتے ہو؟ معلوم ہوا کہ اس میں چوری ہے، نفس کو اس میں کچھ مزہ آتا ہے۔ مزہ کی چوری کرتے ہو اور کہتے ہو کہ کچھ لیا نہ دیا۔

مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا ہے۔ پیروں کی بددعا سے ڈرنے والوں رسول کی بددعا سے ڈرو جن کی غلامی سے پیر پیر بنتے ہیں۔ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متبع نہیں وہ پیر اور ولی بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بد دعا فرما رہے ہیں کہ اللہ لعنت فرمائے جو بدنظری کرتا ہے اور جو بدنظری کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور لعنت ضد ہے رحمت کی۔ بس جس پر لعنت ہوگئی وہ رحمت سے محروم ہوگیا اور نفس دشمن کی گود میں پھینک دیا گیا اور جو دشمن کے قبضہ میں آگیا دشمن اس کی جو درگت بنائے کم ہے۔

آج کل یہ مرض عام ہورہا ہے اس لیے دیندار لوگوں کو، مولانا لوگوں کو، علماء کو، مدرسہ کے مدرسین کو، طلباء کو اس فعل سے بہت بچنا چاہیے۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فعل سے مدرسین اور اساتذہ اور طلباء اور اہلِ علم کو بہت بچنا چاہیے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ یہاں جنوبی افریقہ میں گھروں میں جو ماسی آتی ہے اس سے بھی بہت احتیاط کرو۔ ایک مولوی صاحب سے میں نے پوچھا کہ ماسی کا رکھنا کیا ضروری ہے؟ انہوں نے کہا کہ صاحب ماسی نہیں ہوتی تو کوئی اپنی بیٹی بھی نہیں دیتا کہ سب کام میری بیٹی کو کرنا پڑے گا۔ لہٰذا جو ماسی رکھے اس کو میں کہتا ہوں کہ جب گھر میں بیوی نہ ہو، تو ماسی سے کہلوادو کہ جب تک بیوی نہ آئے گی خبردار تب تک نہ آنا۔ اکیلی ماسی آئی اور برتن دھورہی ہے اور بیوی گئی ہوئی ہے میکے یعنی مائی کے ہاں، تو خطرہ ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو باہر بیٹھے رہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ باہر بیٹھنے والوں کو اندر کرنا شیطان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے کہ جاؤ اکیلی بیٹھی ہے۔ اور ان کے اندر شرم و حیا تو ہے نہیں، کافر ہیں۔ ان کے لیے گناہ کوئی چیز نہیں۔ اس لیے:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ﴾

(سورۃ بقرۃ، آیت: ۱۸۷)

یہ اللہ کے حدود ہیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔

بمبئی میں ایک سیٹھ تھے، بہت نیک، بالکل باشرع۔ ایک دفعہ ان

کے دفتر میں جانا ہوا تو دیکھا کہ ان کا حلیہ بدلا ہوا ہے، بال بنے ہوئے، پان کھائے ہوئے، آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے۔ ہم نے کہا ضرور کوئی بات ہے۔ دیکھا کہ ایک لڑکی پی اے رکھی ہوئی ہے۔ میں نے کہا حاجی صاحب یہ (P.A) کیوں رکھی آپ نے؟ انہوں نے کہا کہ یتیم ہے، اس کا کوئی نہیں، مجبور ہے۔ میں نے کہا کہ آپ تو مجبور نہیں ہیں، آپ آنکھوں میں سرمہ لگائے اور پان کھائے ہوئے، اپ ٹو ڈیٹ (Up To Date) بنے بیٹھے ہیں۔ پہلے کتنے سادہ رہتے تھے، ہم نے آپ کو پہلے بھی دیکھا ہے۔ میں نے کہا دیکھو یہ یتیم تو ہے مگر اس کو (P.A) رکھنے میں خطرہ ہے، اگر آپ اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو زکوٰۃ سے مدد کردیں اور کسی بوڑھے سے بھجوائیں اور اس کو بتائیں بھی نہیں کہ میں دے رہا ہوں تاکہ نفس امیدوار نہ ہو، احسان کرنے سے امید ہوجاتی ہے کہ اب جو کچھ کہوں گا انکار نہ کرے گی۔ دیکھو اگر کسی لڑکی یا بے ریش لڑکے پر کچھ احسان کرنا ہو تو کسی دوسرے کے ذریعہ سے کراؤ اور اس کو بھی مت بتاؤ کہ میں اس کی مدد کررہا ہوں۔ مدد اللہ کے لیے کرنا ہے تو اللہ ہی کے لیے کرو۔

بہرحال یہ مضمون میرا خاص مضمون ہے اس کو ساری دنیا میں پھیلانا ہے کہ اللہ کے لیے، اللہ کے لیے، اللہ کے لیے ڈرو اور بدنظری نہ کرو، ہزاروں فتنے ہیں اس میں اور دل میں گندے خیالات مت پکاؤ۔ مجھے اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ جی چاہتا ہے بدنظری کرنے والے کی گردن ماردوں۔ بدنظری کرنے والوں کی شکل بھی عجیب ہوجاتی ہے کیونکہ چہرہ دل کا ترجمان ہوتا ہے۔ اگر دل میں کفر ہے تو چہرہ ترجمانِ کفر ہوتا ہے، اگر دل میں نفاق ہے تو چہرہ نفاق کا ترجمان ہوتا ہے، اگر دل میں کسی لڑکے کی محبت ہے تو چہرہ اس کا ترجمان ہوگا، چہرہ پر منحوسیت ٹپکے گی، اگر لڑکی کی ناجائز محبت ہے تو چہرہ بھی اس کا ترجمان ہوگا اور اگر دل میں صرف اللہ ہے، سب غیر اللہ کو نکال دیا تو چہرہ اللہ کا ترجمان

ہوگا۔اس لیے اولیاء اللہ کی شان میں حدیثِ پاک میں ہے کہ اِذَا رُأُوۡ ذُكِرَ اللّٰہُ اللہ والے وہ ہیں جن کو دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔بس یہ مضمون بہت ضروری تھا کیونکہ اس میں ابتلائے عام ہے، یہاں تک کہ صوفیاء بھی مبتلا ہوجاتے ہیں کیونکہ بھولے بھالے ہوتے ہیں،صوفیاء میں کوئی مرض نہیں ہوتا، نہ جیب کترنے کا، نہ جھوٹ بولنے کا۔اللہ کے تعلق سے ان کی سب بیماریاں اچھی ہوجاتی ہیں مگرصرف عشقِ مجازی میں ان کے مبتلا ہونے کا سخت خطرہ رہتا ہے، اگرنفس کی باگ ذرا ڈھیلی چھوڑی تو اپنی پچاس پچاس سالہ مجاہدہ والی زندگی کو برباد کردیتے ہیں،منٹوں میں شیطان بہکا دیتا ہے۔اسی لیے کہتا ہوں کہ راستہ چلتے ہوئے اچٹی پچٹی نظر ڈالو جیسے ریل پر چلتے ہیں تو درخت دیکھتے جاتے ہیں مگر پتے نہیں گنتے ،بس نظر سامنے رہے، دائیں بائیں کسی عورت پر نظر نہ ڈالو۔نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو، یہ نہ دیکھو کہ ناک کی اٹھان کتنی ہے، آنکھیں کیسی ہیں،لوگ بہانہ کرتے ہیں کہ بھئی میں تو ڈرائیور ہوں مجھے دیکھنا پڑتا ہے۔ دیکھو مگر معائنہ نہ کرو اور یاد رکھو کہ ڈرائیور کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جارہے ہیں اِدھراور دیکھ رہے ہیں اُدھر۔

یاد رکھو! لڑکی نانی اماں ہونے والی ہےاورلڑکا نانا ابا ہونے والا ہے تو نانی اماں اور نانا ابو سے کہو گے کہ ہم تمہارے اوپر عاشق ہیں؟ کیا حماقت کی باتیں کرتے ہو، انجام پر نظر کرو۔عبرت اور نصیحت قرآن پاک کی ہو یا حدیثِ پاک کی ہواُسی وقت مفید ہے کہ جب نظر بچائے، اگر نظر گندے کام میں مُلَوَّث ہے تو نصیحت کچھ کارگر نہیں ہوگی،بس نقد مالِ حرام ہڑپ کرنے کا نفس کا میلان ہوگا۔نصیحت رحمت ہے اور نظر بد لعنت ہے۔لعنت کی حالت میں اللہ کی رحمت کیسے مل سکتی ہے؟ لعنت اور رحمت جمع نہیں ہوسکتی لہٰذا پہلے نظر بچاؤ، پھر نصیحت کارگر ہوگی۔

مجلس بعد مغرب برمکان یوسف حافظ جی رسٹن برگ

غم اور پاسِ انفاس

ارشاد فرمایا کہ دشمن کو جس نے شاد کیا اس کا منہ کالا ہوا اور اس کو غم اُٹھانا پڑا، ایسی رسوائی ہوئی کہ تاریخ میں اس کا واقعہ عبرت ناک ہوا، اور وہ اپنے عیب کو جانتا ہے کہ آج میرا مرض ظاہر ہوجائے تو میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں، ایک وقت کی روٹی کوئی نہیں کھلائے۔ حسینوں کی محبت کا غم فانی اور منحوس ہے اور اللہ کی محبت کا غم، جائز ناجائز کا غم کہ کس بات سے وہ خوش ہیں اور نہ جانے کس بات سے ناخوش ہیں، جس کو ہر سانس میں یہ فکر ہو وہ دو نعمت سے مشرف ہے، ایک تو اللہ کی ولایت اور دوسرے پاس انفاس۔ انفاس جمع ہے نفس کی۔ ہر سانس کا وہ لحاظ رکھتا ہے کہ میری کوئی سانس مرضی الٰہی کے خلاف نہ گذرے۔ اس غم کا نام اللہ کی محبت کا غم ہے، ورنہ پوچھتے ہیں کہ اللہ کی محبت کا غم کیا ہے؟ غم یہی ہے کہ اللہ راضی ہے یا نہیں۔ پاس انفاس صوفیاء میں مشہور ہے کہ ہر سانس میں وہ ذکر کرتے ہیں لیکن کوئی عورت آجائے یا کوئی اَمرَد آجائے تو اس کو دیکھنے سے جو باز نہ آئے تو کیا یہ پاس انفاس ہے۔ پاس انفاس اصلی اور مقبول اللہ کے نزدیک وہ ہے کہ جو ہر سانس اللہ کی مرضی کے مطابق گذارتا ہے اور ایک سانس اللہ کو ناراض نہیں کرتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ہے اصلی پاس انفاس ورنہ جاہل صوفیوں کا کیا ہے کہ ہر سانس میں اللہ نکل رہا ہے، بڑے خوش ہورہے ہیں کہ ہم بڑے کامیاب ہیں، مگر جب گناہ کا موقع آتا ہے تو ؎

یوں تو بگلے کی طرح تجھ کو مراقب دیکھا
اور مچھلی کو دبوچا تو ترا راز کھلا

بگلہ آنکھ بند کر کے سر جھکائے دریا میں ساکت بیٹھا رہتا ہے۔ مچھلیاں سمجھتی ہیں کہ کوئی بھگت ہے لیکن جیسے ہی کوئی مچھلی اس کے ٹارگٹ پر آتی ہے فوراً تیزی سے چونچ پانی میں ڈال کر اس کو نگل جاتا ہے اور پھر بھگت بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ ایسے ہی یہ جاہل صوفیاء پاس انفاس کیے ہوئے بگلہ بھگت کی طرح بیٹھے ہیں لیکن جیسے ہی گناہ کا موقع آتا ہے یہ فوراً گناہ کر لیتے ہیں۔ بس اصل پاس انفاس یہی ہے کہ ہر سانس اللہ کی محبت، اللہ کی مرضیات میں گذرے اور جن باتوں سے اللہ ناخوش ہوتے ہوں ایک سانس بھی اس میں نہ گذرے۔ جس کو یہ حاصل ہے تو پاس انفاس اس کو حاصل ہے اور یہ اپنے وقت کا صدیق ہے۔

صدیق کی تعریف

ارشاد فرمایا کہ علامہ آلوسی نے صدیق کی تین تعریف کی ہے۔ ایک تو یہ:

﴿اَلَّذِیْ لَا یُخَالِفُ قَالُهٗ حَالَهٗ﴾

جس کا قال اور حال ایک ہو اور:

﴿اَلَّذِیْ لَایَتَغَیَّرُ بَاطِنُهٗ مِنْ ظَاهِرِهٖ﴾

ظاہری حالات اس کے باطن کو متاثر نہ کر سکیں چاہے وہ ہیتھرو ائیر پورٹ پر ہو یا جرمنی کے فرینکفرٹ ائیر پورٹ پر ہو، ہر وقت خدا سے ڈرتا ہو، کسی موقع پر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا اور صدیق کی تیسری تعریف ہے:

﴿اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْکَوْنَیْنِ فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِهٖ﴾

(تفسیر روح المعانی، ج: ۱۲)

اللہ تعالیٰ پر دونوں جہاں فدا کر دے، دنیا تو فدا کر دے مگر دین کو فدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو ہر کام پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھے، جنت پر مقدم رکھتا

ہے اللہ کی رضا کو۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ رِضَاکَ وَ الۡجَنَّۃَ اور واوٗ عاطفہ بیچ میں ہے، معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرت لازم ہے، رضا کی تقدیم سے ثابت ہوا کہ اللہ کی رضا جنت سے بڑھ کر ہے، جس سے وہ راضی ہوں گے اسی کو جنت دیں گے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی رضا اور ہے اور جنت اور ہے، اللہ کی رضا جنت سے بالاتر ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! آپ کی رضا چاہتا ہوں، میں نماز روزہ آپ کی رضا کے لیے کرتا ہوں، آپ کی رضا کو جنت پر مقدم کرتا ہوں اور جنت بھی چاہتا ہوں لیکن درجۂ ثانوی میں کیونکہ جنت عاشقوں کی جگہ ہے، آپ کے دیدار کی جگہ ہے، جب محبوب وعدہ کر لے کہ فلاں جگہ ہم ملیں گے تو وہ جگہ بھی مقصود اور محبوب ہو جاتی ہے لہٰذا جنت اس لیے پیاری ہے کہ وہاں آپ کا دیدار نصیب ہوگا۔ عاشقین کا مقام یہی ہے کہ جنت سے وہ دیدارِ الٰہی کے مشتاق ہوتے ہیں۔ تو اللہ کی رضا کو مقدم کر کے گویا جنت اللہ پر فدا کر دی اور دوزخ کیسے فدا کی؟ پہلے مانگا اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ سَخَطِکَ وَالنَّارِ اے اللہ میں آپ کی ناراضگی سے ڈرتا ہوں اور جہنم سے بھی، تو ناراضگی کو پہلے فرمایا اس لیے کہ اللہ کے عاشقوں کے نزدیک اللہ کا ناراض ہونا جہنم سے اشد ہے۔ اللہ کے عاشق گناہ اس لیے نہیں کرتے کہ ہمارا اللہ ناراض ہو جائے گا۔ ناراضگی کا خوف ان پر غالب رہتا ہے۔ جہنم کا سبب تو اللہ کی ناراضگی ہے۔ اگر اللہ ناراض نہ ہو تو جہنم کیا کرے گی۔ اس لیے وہ جہنم سے ڈر کر گناہ نہیں چھوڑتے اللہ سے ڈر کر چھوڑتے ہیں۔ اور اللہ کی ناراضگی سے ڈر کر گناہ نہ کرنا یہ کمالِ عشق ہے۔ یہاں بھی اللہ کی ناراضگی اور جہنم کے درمیان واوٗ عاطفہ داخل ہے لہٰذا یہاں بھی ثابت ہوا کہ اللہ کی ناراضگی میں اور جہنم میں مغایرت ہے اور سَخَطِکَ کی تقدیم بتا رہی ہے کہ اللہ کی ناراضگی جہنم سے اشد ہے کہ سبب ہے دخولِ جہنم کا۔ اس حدیث سے

معلوم ہوا کہ اللہ کا شوق اور اس کا عشق جنت سے زیادہ ہو کیونکہ وہ خالقِ جنت ہے اور دوزخ سے زیادہ اللہ سے ڈرو کہ اللہ خالقِ دوزخ ہے۔ تو ہر کام کو اللہ کی رضا کے لیے کرنا اور جنت کو درجۂ ثانوی سمجھنا اور اللہ کی ناراضگی سے زیادہ ڈرنا اور جہنم کو درجۂ ثانوی سمجھنا یہ ہے کہ اس نے اللہ پر دونوں جہاں کو فدا کردیا۔

تو صدیق کی تین تعریفیں آپ نے سنیں، اب چوتھی تعریف سنو جو اللہ نے اس فقیر کو عطا فرمائی۔ اللہ جس کو دیتا ہے مبدأ فیاض سے دیتا ہے۔ جو اللہ علامہ آلوسی کو دے سکتا ہے وہ اختر کو نہیں دے سکتا؟ جس مبدأ فیاض سے علامہ آلوسی کو عطا ہوئی اسی مبدأ فیاض سے اگر کسی بندۂ حقیر کو بھی عطا کردے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ وہ تعریف یہ ہے کہ صدیق وہ ہے جس کی ہر سانس اللہ کی مرضی کے مطابق گذرے اور ایک سانس بھی اللہ کی ناراضگی میں مشغول نہ ہو۔ اس کی عربی بھی بن گئی:

﴿اَلَّذِیْ یَبْذُلُ الْاَنْفَاسَ کُلَّھَا فِیْ رِضَا مَحْبُوْبِہٖ تَعَالٰی شَانُہٗ وَ لَا یَشْتَغِلُ نَفَساً وَّاحِداً فِیْ عِصْیَانِ رَبِّہٖ﴾

مگر ہر وقت اس کا خیال رکھنا یہ آسان کام نہیں ہے۔ یہ سوروں اور کتوں کا کام نہیں ہے، یہ رجال اللہ کا کام ہے، اللہ کے مرد اور ہیں گیدڑ اور لومڑی اور گدھے اور ہیں۔ جو لوگ کسی امرد یا لڑکی کو دیکھتے ہیں انہیں خیال بھی نہیں ہوتا کہ میری آنکھیں خدا کی امانت ہیں، میں امانت کے خلاف کام کر رہا ہوں۔ یہ رجال اللہ نہیں ہیں مخنث اور لومڑی ہیں۔

رجال اللہ کون ہیں؟ مردانِ خدا کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللہِ﴾

(سورۃ نور، آیت: ۳۷)

مردانِ خدا وہ ہیں جن کو بڑی تجارت اور چھوٹی تجارت یعنی دنیا کی کوئی شئی اللہ سے غافل نہیں کرسکتی:

﴿يَخَافُوْنَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾

(سورۃ نور، آیت: ۳۷)

تو جو آدمی ایسے دن سے ڈرتا ہے کہ جس دن دل اور آنکھیں لوٹ پوٹ ہو جائیں گی تو وہ اللہ کی مرضی پر چلتا ہے۔ ناراضگی سے بچتا ہے وہ مرد ہے، رجال اللہ ہے، ان کو مرد فرمایا اور جو شخص قوی ہیکل ہے مگر اللہ کا نافرمان ہے وہ مخنث اور عورتوں کی طرح ہے۔ اگر مرد ہے تو امتحان کے وقت کیوں مخنث اور لومڑی بن جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو نظر بچانے کی قوت اور ہمت نہ دی ہوتی تو واللہ میں کہتا ہوں کہ اللہ ہم پر تقویٰ فرض نہ کرتا کیونکہ اللہ ظالم نہیں ہے کہ طاقت نہ ہو اور اس پر بوجھ ڈال دے۔ پہلے اللہ نے طاقت دی، مرتے دم تک ہمت دی ہے پھر تقویٰ فرض کیا ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ﴾

(سورۃ حجر، آیت ۹۹)

دلیل ہے کہ مرتے دم تک طاقت موجود ہے، ہمت موجود ہے مگر جو گناہ کرتا ہے وہ اللہ کی عطا فرمودہ ہمت کو استعمال نہیں کرتا۔ یہ ظالم طاقت چور ہے، ہمت چور ہے، ہمت کو نفس کے لیے چرا کر رکھتا ہے تاکہ نفس کو کچھ مزہ آجائے۔ یہ خبیث اس قابل نہیں ہے کہ زندہ رہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی توفیق دے اور آپ سب کو بھی توفیق دے، ہم شیر بہادر ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔ اللہ کے کرم کا شکر گذار ہوں کہ جو نظر بچانے کی توفیق دیتا ہے۔ سب اسی کی تعریف ہے۔

دیکھو! اگر اخبار یا ریڈیو اعلان کردے کہ آج حسن میں پورے عالم میں اوّل نمبر آنے والے لڑکی رسٹن برگ کی سڑک سے دس بجے صبح گذرے گی تو کتنے لوگ سڑک کے کنارے کھڑے ہو جائیں گے کہ دیکھیں اس کا حسن کیسا

ہو گا لیکن جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں وہی بچیں گے کیونکہ جانتے ہیں کہ کچھ دن میں یہ گل سڑ جائے گی، مر جائے گی، بڑھاپا آ جائے گا، قبر میں دفن ہونے سے پہلے ہی بڑھاپے کی قبر میں دفن ہو جائے گی۔ میرا شعر ہے ؎

جنازہ حسن کا جب دفن ہو پیری کی قبروں میں
سنوں کیا آہ! اس کی داستاں عہدِ جوانی کی

بڑھاپا خود ایک قبر ہے جس میں حسن کا جنازہ دفن ہوتا ہے اور جیتے جی اس کا حلیہ بگڑ جاتا ہے اور حسن میں اوّل نمبر آنے والی ستر برس کی ہو جاتی ہے، اس کی چھاتیاں ایک ایک فٹ نیچے لٹکی ہوئی ہیں اور دانت نکل کر باہر آ گئے، آنکھیں اندر کو دھنس گئیں، بارہ نمبر کا چشمہ لگ گیا، اب بڈھی ہو کے لٹھیا لے کر چل رہی ہے اور گردن بھی ہل رہی ہے۔ اب دیکھو گے اس کی طرف؟ یا کوئی لڑکا حسین ہے جس کو دیکھ کر خبیث بدمعاش کہتے ہیں کہ کمال کا حسن ہے مگر وہ ستر برس کا ہو گا یا نہیں اس کی کمر جھکے گی یا نہیں؟ اس کی آنکھیں اور اس کے لب اور اس کے دانت کا نقشہ اور جغرافیہ بدلے گا یا نہیں؟ ہر پانچ سال بعد حکومت بدل جاتی ہے تو حسن کی حکومت نہ بدلے گی؟ میرا شعر ہے ؎

وہ جانِ حسن جو تھا حکمراں کل بادشاہوں پر
ہے پیری سے بغاوت آج اس کی حکمرانی میں

جو حسن کل تک بادشاہوں پر حکومت کرتا تھا بڑھاپا خود اس حسن کا تختہ الٹ دیتا ہے اور ہمیشہ کے لیے اس کی حکومت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جو لکیر کے فقیر ہوتے ہیں، حسن کا سانپ گذر جاتا ہے لیکن وہ لکیر ہی کو پیٹتے رہتے ہیں۔ دفترِ حسن میں ان کا کام بلوں کو پاس کرنا ہے، کہتے ہیں کہ میں بل پاس کرنے میں ماہر ہوں۔ اس پر میرا شعر ہے کہ ؎

دفترِ حسن میں جب میر اک افسر تھے کبھی
پاس کرنے میں بلوں کے کبھی تاخیر نہ کی

بڑے رحم دل تھے بے چارے!

بہرحال اے حسن پر مرنے والو! کان کھول کر سن لو کہ ان حسینوں کو بڑھاپے میں خود بخود چھوڑ دو گے یا حسن کے زوال سے چھوڑ دو گے یا اس کی روح نکل جانے سے چھوڑ دو گے۔ اگر کوئی حسین کہہ دے کہ ہم تمہارے ساتھ ہمیشہ لپٹے رہیں گے، ایک منٹ کو بھی الگ نہ ہوں گے تو کب تک لپٹائے رہو گے۔ آخر ایک وقت تو وہ معشوق بوڑھا ہوگا، بال سفید ہوں گے، اس کے دانت ٹوٹیں گے، تب خود بخود اس کو پھینک دو گے، اپنے جسم سے اس کو دور کردو گے۔ تو جس کی صورت میں تغیر ہو ایسے حادث و فانی سے کیا دل لگانا:

﴿اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ وَ کُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ﴾

عالم متغیر ہے اور ہر تغیر والی چیز حادِث ہے، فانی ہے پس پورا عالم حادث ہے، پورے عالم میں ایک چیز ایسی نہیں ثابت کر سکتے جو غیر فانی ہو لہٰذا جب پورا عالم حادث ہے تو عالم کی ہر چیز حادث ہے۔ اس کا کوئی جز غیر حادث، غیر فانی نہیں ہوسکتا اور حسین بھی عالم کا جز ہیں پس یہ بھی فانی و حادث ہیں۔ بس پھر دردِ دل سے یہی کہتا ہوں کہ اختر کی جان پر اگر رحم نہیں آتا تو اپنی جانوں پر رحم کرلو (حضرت والا دامت برکاتہم نے گلوگیر آواز میں فرمایا کہ) جو میرے خاص لوگ ہیں، جو کہتے ہیں کہ جب آپ کی جان نکلے تو ہماری جان بھی نکل جائے، اُن سے تو یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ اللہ کے لیے تم اپنی جان پر غم اُٹھالو تو تم ولی اللہ بن جاؤ گے۔ میں کہتا ہوں کہ آج عہد کرلو، دل و جان سے ہمت کرلو، وہ ہمت جو اللہ نے دی ہے، کسی کو مت دیکھو، حسین چاہے

مذکر ہو یا مونث ہو مت دیکھو کہ اللہ کے ساتھ ہمارا تعلق کمزور ہو جائے گا۔ ایک بدنظری سے شیخ کی صحبت کا نور، تہجد اور اشراق کا نور سب نکل جائے گا۔ محنت کی کمائی مفت میں گنوائی۔ ایسا شخص بے وقوف ہے کہ نہیں؟ اور نظر بچانے کی ہمت کرنے کے بعد جو انعام ملتا ہے وہ حلاوتِ ایمانی ہے، ایمان کی مٹھاس ہے۔ حدیثِ قدسی کے الفاظ ہیں:

﴿یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ﴾

(کنز العمال، ج:۵، رقم الحدیث ۱۳۰۷۵)

تمہارے قلب میں ایمان کی مٹھاس گھول دوں گا۔ کتنا بڑا انعام ہے یعنی یوں سمجھو کہ نہ دیکھنے سے جو غم ہوا، جو دل کا خون ہوا اس کا خوں بہا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات رکھی ہے کہ تم اپنی ناجائز خواہشات کا، حرام تمناؤں کا خون کرلو اس کے بدلے میں مجھے لے لو، یہ معنیٰ ہیں حلاوتِ ایمانی کے۔ ایک بڑے میاں نعمانی صاحب ہمارے مدرسہ میں رہتے تھے، غیر عالم تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا بات ہے کہ جب میں آنکھ بچاتا ہوں تو دل میں ایک مٹھاس معلوم ہوتی ہے۔ وہ جانتے نہیں تھے کہ یہی حلاوتِ ایمانی ہے، یہ وہ چیز ہے کہ غیر عالم بھی اس کی مٹھاس محسوس کرتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا ہے کہ یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ، یَجِدُ کے معنی ہیں وہ پاجاتا ہے جس کی گردان ہے وَجَدَ یَجِدُ وِجْدَاناً فَھُوَ وَاجِدٌ واجد اسم فاعل ہے اور دوسری گردان ہے وُجِدَ یُوْجَدُ وِجْدَانًا فَھُوَ مَوْجُوْدٌ۔ مَوْجُوْد اسمِ مفعول ہے۔ تو یہ نظر بچانے والا حلاوتِ ایمانی کا واجد ہوگا اور حلاوتِ ایمانی موجود ہوگی۔ ایسا یقینی وعدہ ہے کہ تم حلاوتِ ایمانی اپنے قلب میں موجود پاؤ گے اور ان حسینوں کو دیکھنے سے کیا ملے گا؟ زیادہ سے زیادہ آنکھوں کی کچھ تازگی ہوگی مگر بعد میں پاگل کتے کی طرح پھرو گے۔

علامہ آلوسی نے فرمایا کہ بدنظری کرنے والا پاگل کتے کی مانند ہے کہ جیسے پاگل کتا سیدھا نہیں چلتا اِدھر اُدھر چلتا ہے ایسے ہی بدنظری کرنے والا بھی اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ شاید کوئی نظر آجائے، شاید پر عمل کرتا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یقین کو، حلاوتِ ایمانی کے یقینی وعدہ کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے۔ بدنظری کی عارضی لذت کو، ان حسینوں کو اپنی نظروں کے آگے کرتا ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یقینی وعدۂ حلاوتِ ایمانی کی یقینی لذت کو فراموش کرتا ہے۔ لہٰذا آج سے وعدہ کرو کہ یا اللہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے خوف سے، آپ کی ناراضگی کے ڈر سے آج سے کسی لڑکے یا کسی لڑکی کو نہیں دیکھوں گا چاہے جان نکل جائے۔ بس اب وعدہ کرلیا؟ (تمام حاضرین نے عرض کیا کہ پکا وعدہ کرتے ہیں۔)

اچانک نظر بھی نقصان سے خالی نہیں

ارشاد فرمایا کہ ہر ملک سالم رہتا ہے جب اس کی سرحد یعنی Border اور اس کا دارالخلافہ یعنی Capital محفوظ رہتا ہے۔ پس آنکھوں کی حفاظت بارڈر کی حفاظت ہے اور دل کی حفاظت کیپٹل اور دارالخلافہ کی حفاظت ہے۔ اس لیے آنکھوں کی سرحد اور دل کا کیپٹل بچاؤ، آپ کا ملکِ اسلام و ایمان واحسان محفوظ رہے گا۔ اس زمانہ میں عورتوں کا آمنا سامنا اکثر ہوتا رہتا ہے، اس لیے اچانک نظر بھی احتیاط سے اُٹھاؤ، کوشش کرو کہ ایک ذرّہ، ایک اعشاریہ حرام لذت امپورٹ نہ ہونے پائے، اگر اچانک نظر پڑ جائے تو کیونکہ نفس چور ہے اندر کچھ نہ کچھ حرام لذت چرا لے گا اس لیے اچانک نظر پر بھی معافی مانگو۔ اچانک نظر معاف تو ہے لیکن نقصان کرجاتی ہے جیسے کوئی انجانے میں زہر کھالے تو گناہ تو نہ ہوگا لیکن زہر نقصان تو پہنچائے گا،

اس زمانہ میں بے پردگی کا طوفان ہے، اب اگر نظر نہ بچائی تو نفس اچانک میں چینک کی چینک حرام کی پی جائے گا۔ جب آندھی چل رہی ہو تو آنکھ بند رکھتے ہو یا کھولے رکھتے ہو؟ بند رکھتے ہو کہ کہیں کوئی ذرّہ آنکھ میں نہ گھس جائے، ضرورت کے بقدر تھوڑی سی راستہ دیکھنے کے لیے کھولتے ہو۔ اس لیے اس زمانہ میں بے فکری سے اِدھر اُدھر نہ دیکھو۔ اگر دس بیس نظر اچانک پڑ جائے تو دیکھو دل کا کیا ہوتا ہے۔ اس لیے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ کی رَٹ لگائے رہو۔ اِستغفار میں فائدہ ہی فائدہ ہے کہ میرا بندہ اگرچہ جانتا ہے کہ اچانک نظر معاف ہے پھر بھی استغفار کر رہا ہے تو اللہ کتنا خوش ہوگا۔

بدنظری کے بعض طبی نقصانات

پھر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک بات سنو، بدنظری کے طبی نقصانات وہی بتا سکتا ہے جو طبیب ہو کہ ایک بدنظری کرنے سے کیا نقصان پہنچتا ہے۔ نمبر ایک دل میں کمزوری آجاتی ہے کیونکہ دل کش مکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دل کو حسن کھینچتا ہے اور یہ اللہ کے خوف سے اللہ کی طرف کھنچتا ہے، تو کش مکش میں انجائنا ہو جاتا ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ تیسرا نقصان یہ ہے کہ کمر میں میٹھا درد رہتا ہے۔ چوتھا نقصان یہ ہے کہ بار بار پیشاب لگتا ہے مگر اس کے اور اسباب بھی ہیں، ورنہ جو بار بار پیشاب کرے تو بدگمانی نہ کرو کہ او ہو دال میں ضرور کچھ کالا ہے اور بھی اسباب ہیں مگر من جملہ اسباب کہ یہ بھی ہے کہ بار بار پیشاب لگتا ہے، مثانہ کے غدود ورم کر جاتے ہیں اور پانچواں نقصان یہ ہے کہ منی پتلی ہو جاتی ہے کیونکہ بدنظری سے گرمی پہنچتی ہے جو منی کو رقیق کر دیتی ہے اور

ایسا شخص بیویوں کا صحیح حق ادا نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جن ملکوں میں بدنظری عام ہے وہاں عورتیں زِنا میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ ایک مرد سے ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا ہے کہ لندن کی عورتیں افریقہ کے ملکوں میں جاتی ہیں کالوں سے بدمعاشی کرانے کے لیے۔ بدنظری کے یہ بعض نقصانات بتا دیے۔

آخر میں حضرت والا نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما دیں اور آئندہ ہمیں توفیق دے دیں کہ ایک سانس بھی آپ کی نافرمانی میں نہ گذرے اور ہم سب کو اولیاء صدیقین کی نسبت عطا فرما دیجئے، اپنی رحمت سے کشادہ روزی عطا فرما دیجیے، اپنی رحمت سے تمام بلاؤں سے اور مشکلات سے رہائی نصیب فرمایئے، نجات نصیب فرمایئے اور ہمارے شیخ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم وعمت فیوضہم کو مکمل صحت عطا فرمایئے، مجھ کو بھی مکمل صحت عطا فرمایئے اور اللہ تعالیٰ ان کی صحت کو اور میری صحت کو اور جملہ خُدّامِ دین کی صحت کو بہتر فرما دے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بوٹسوانا روانگی

۲ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۴ر اپریل ۲۰۰۲ء بروز اتوار

آج صبح نو بجے ناشتہ کے بعد حضرت والا ایک کار سے بوٹسوانا روانہ ہوئے۔ حضرت والا کے ساتھ احقر راقم الحروف، حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب، مطہر محمود صاحب، شمیم صاحب اور مولانا منصور الحق صاحب تھے۔ مفتی حسین بھیات صاحب کار چلا رہے تھے۔ گذشتہ کل بوٹسوانا سے شمسی صاحب جو حضرت والا کے منسلکین میں ہیں سفر کی ہمراہی کے لیے رسٹن برگ تشریف لے آئے تھے۔ وہ اور دیگر احباب دوسری کاروں میں تھے۔ الحمدللہ تعالیٰ راستہ

بہت اچھا تھا اور حضرت والا کا سفر آرام سے ہوا۔ بوٹسوانا کے بارڈر پر ویزا وغیرہ کی کاروائی میں کچھ دیر لگی۔ بہرحال تقریباً ایک بجے ہم لوگ بوٹسوانا پہنچے اور مولانا عبدالحمید صاحب کے مرید اشرف صاحب کے یہاں قیام ہوا۔

مجلس بعد مغرب برمکان اشرف صاحب

فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! اپنی دعاؤں میں درود شریف پڑھ لیا کرو، اگر تم درود شریف نہیں پڑھو گے تو تمہاری درخواست آسمان کے اوپر نہیں جائے گی، دوسری بات علامہ شامی ابن عابدین لکھتے ہیں کہ دعا سے پہلے درود شریف پڑھو اور دعا کے بعد بھی درود شریف پڑھو تو اللہ تعالیٰ کریم ہیں اور ان کے کرم سے بعید ہے کہ اوّل اور آخر کو قبول فرمالیں اور بیچ کی آپ کی درخواست کو پھینک دیں:

﴿اَلصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ مُجَابٌ قَطْعاً﴾

اللہ تعالیٰ کے ہاں درود شریف کی قبولیت قطعی ہے۔ اس لیے اپنی دعاؤں کو قبول کرانے کے لیے درود شریف پہلے بھی پڑھو اور بعد میں بھی پڑھو۔ بس یہ چند باتیں کہہ دو انگریزی میں۔ مولانا منصور الحق صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ پھر احقر راقم الحروف سے حضرت والا نے اپنی نعت پڑھنے کے لیے فرمایا۔ جب احقر نے یہ شعر پڑھا ؎

گر نہ صَلِّ عَلٰی ہو زباں پر
کیا اثر ہوگا آہ وفغاں میں

تو حضرت والا نے فرمایا کہ صرف آہ وفغاں اور رونے سے کام نہیں بنے گا، کتنا ہی روؤ مگر دعا کی درخواست آسمان کے اوپر نہیں جائے گی بغیر درود شریف کے۔ رونا کب مقبول ہے؟ جب درود شریف کے ساتھ اپنے آنسوؤں کو بھیجو،

اپنے آنسوؤں کو درود شریف کے ساتھ ملا کر بھیجو تو پھر وہ قبول ہو جائیں گے ورنہ چلاتے رہو، روتے رہو کچھ قبول نہیں ہے، اس لیے یاد رکھو کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خالی توحید سے نجات پا جائیں گے ان کا یہ خیال باطل ہے۔ اگر کروڑوں سال لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھتے رہیں لیکن جب تک مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ نہ ملائیں گے یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب تک ایمان نہ لائیں گے تو مقبول نہیں ہوں گے، اللہ کے پیارے نہیں بنیں گے چاہے ساری عمر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھتے رہیں۔ توحید کامل ہوتی ہے عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توحید کا جز ہے۔ اگر کوئی شخص دریا کا دریا رو لے اور درود نہ پڑھے، رسالت پر ایمان نہ لائے اس کا دریا کا دریا رونا بیکار ہے اور توحید اور رسالت پر ایمان کے ساتھ ایک قطرہ آنسو بھی قبول ہے۔ اس کو خوب سمجھ لیجئے، خوب سمجھ لیجئے۔

آج صبح ری یونین سے نو حضرات اور انگلینڈ سے تین حضرات حضرتِ اقدس کی زیارت کے لیے جنوبی افریقہ پہنچے تھے جو رات بارہ بجے بوٹسوانا پہنچے۔

مجلس بر مکان شمسی صاحب بمقام بوٹسوانا

۳ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۵ راپریل ۲۰۰۲ء بروز دوشنبہ

آج صبح کی سیر کے بعد حضرت والا دام ظلہم العالی شمسی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے اور ناشتہ کے بعد کچھ دیر اپنے ارشادات سے مستفیض فرمایا۔

یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ الخ کا ایک عجیب تفسیری نکتہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾

(سورۃ غافر، آیت: ۱۹)

تمہاری آنکھوں کی چوریوں سے اللہ باخبر ہے اور جو راز تمہارے سینے چھپاتے ہیں ان سے بھی باخبر ہے۔ باخبر ہونا سزا کی دھمکی ہے کہ میں خوب جانتا ہوں تمہارے کرتوت کو، اگر نہ بچو گے تو سزا دوں گا۔ یہ ہیں معنیٰ اس کے کہ خبردار ہوجاؤ میں واقف ہوں، باخبر ہوں تمہاری آنکھوں کی چوریوں سے اور سینے کے رازوں سے۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں بے پردہ عورتوں کی وجہ سے عریانی کی بہت ہی فراوانی ہے، اب آنکھ بچا کر چلنا بہت مشکل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کثرتِ عریانی ہے یعنی عریانی کی فراوانی ہے تو حلوۂ ایمان کی بھی تو فراوانی ہے۔ نظر بچاؤ اور ایمان کا حلوہ کھاؤ۔ اگر دن میں سو بار نظر بچائے گا تو سو بار ایمان کا حلوہ پائے گا، اس کو ایمان کی مٹھاس، ایمان کی حلاوت ملے گی۔ پھر بتایئے ایمان کی مٹھاس کا کتنا اسٹاک اس کے پاس ہوجائے گا اور ایمان کی کتنی مٹھاس دل میں ملے گی اور بدنظری کرنے والے کی صرف آنکھ عارضی مزہ پاتی ہے اور نظر بچانے والے کا دل مزہ پاتا ہے حلاوتِ ایمانی کا۔ اور دل سارے جسم کا ہیڈ کوارٹر ہے، مرکز ہے، جب خون پمپنگ کرتا ہے تو سارے جسم میں خون کے ساتھ اس حلاوتِ ایمانی کو بھی سپلائی کرتا ہے۔ جسم کا کوئی ذرّہ خالی نہیں ہوتا جس میں مزہ نہ ہو۔ سر سے لے کر پیر تک بال بال ایمان کا مزہ پاتا ہے۔ دل کا نور جسم کے ذرّہ ذرّہ میں پھیل جاتا ہے۔

بندوں سے محبت ذوقِ سنت ہے

ارشاد فرمایا کہ میں آپ لوگوں سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں اور اللہ کے بندوں میں اللہ تعالیٰ کے کمالات دیکھتا ہوں اور اللہ کے عاشقوں کی صحبت کو نعمت سمجھتا ہوں۔ یہی ذوقِ سنت ہے، یہی ذوق اولیاء صالحین کاملین کا ہے۔ جو تنہائی میں رہتا ہو اور لوگوں سے ملنے سے گھبراتا ہو اس کا ذوق سنت کے مطابق نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے کتنی محبت فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہوگا۔ آیت **وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ الخ** ۔کی تفسیر دیکھ لو۔ اور اگر تنہائی کی عبادت اللہ کو پسند ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہی کہتے کہ اکیلے میں ہم کو یاد کرو، مگر نہیں! پانچ وقت کی مسجد کی نماز واجب کردی، یہ مضمون اختیاری نہیں ہے، لازمی کردیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تنہائی میں سکون ملتا ہے۔ میں کہتا ہوں سکون مقصود نہیں ہے، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ چاہے بے سکونی کے ساتھ ہو ہمارے بندوں کے ساتھ مل کر عبادت کرو۔ فرض نماز وہ مقبول ہے جو جماعت سے ہو اور جو تنہائی میں سکون سے عبادت کرتا ہے اور جماعت کا تارک ہے اس کی نماز مقبول نہیں۔ وہ اس قانون سے گرفتار ہوگا کہ جماعت کی نماز کیوں نہیں پڑھی۔ ترکِ واجب بدونِ عذر کیوں کیا، جو چیز ہم نے واجب کی تم نے اس کو غیر واجب کیوں کردیا۔ بندوں کی صحبت ومعیت کے مطلوب ہونے کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے کہ تارکِ جماعت کو فاسق قرار دے دیا۔

پھر مولانا منصور صاحب سے اشعار سنانے کے لیے فرمایا اور جب انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

رکھ نظر نیچی حسینوں سے بدل کر راستہ
کر نہ تو احوال پُرسی اور نہ ان سے مل ملا

تو حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھیے جس کی مزاج پرسی سے اپنا مزاج خراب ہوجائے اس کی مزاج پرسی مت کرو۔ پھر مولانا نے یہ شعر پڑھا۔

نفس کو پرہیزی بد سے لگی جب ٹلٹلی
ڈانٹ کا تب شیخ کی جانب سے لوموٹل ملا

جب ٹلٹلی یعنی دست لگ جائیں تو ایک دوا ہے لوموٹل Lomotil کھاؤ فوراً ٹلٹلی رُک جائے گی۔ مزاحاً فرمایا کہ لوموا کے معنی ملامت کرو، امر کا جمع کا صیغہ ہے، تم نے اتنا کیوں کھایا کہ ٹلٹلی چل گئی۔ اب Lomotil کھاؤ تو ٹلٹلی رک جائے گی۔

جب مولانا منصور صاحب نے حضرت والا کی شان میں یہ شعر پڑھا۔

جہاں بھی میرے مولیٰ رکھیں مجھے
وہیں پر میں رہنے کو تیار ہوں

تو حضرت والا نے مولانا منصور صاحب سے فرمایا کہ خیال رکھیے گا! اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے ان سے کہا ہے کہ جب تک افریقہ میں میرا قیام ہے آپ میرے ساتھ رہیں تو مولانا منصور صاحب نے عرض کیا کہ یہ میری سعادت ہے۔ حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ سعادت کے ساتھ شہادت بھی تو ہے۔

فانی چیزوں سے دل لگانا بے وقوفی ہے

ارشاد فرمایا کہ لیلیٰ بہت پر کشش نام ہے۔ لیلیٰ کا نام سن کر سب کے کان کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بڑے بڑے مقدس لوگوں کے کان بھی کھڑے ہوجاتے ہیں۔ لیکن اسی برس بعد جب وہی لیلیٰ قابلِ نفرت

ہو جائے گی، جب اسی برس کی بڑھیا لٹھیا لے کر آئے گی تو لیلیٰ، لیلیٰ نہ رہے گی، پھر اس میں وہ کشش کہاں ہوگی۔ جو چیزیں علیٰ معرض الفنا ہیں ان کو لیلیٰ بنانا بے وقوفی ہے۔ حلال بیوی کا حق ادا کر دو اور بس اللہ سے دل لگاؤ۔ کسی چیز کو بقا نہیں ہے نہ جوانی کو نہ بڑھاپے کو۔ جوان بڈھا ہوا، بڈھا قبر میں گیا، یہی رولنگ ہو رہی ہے، بہت احمق اور بے وقوف ہیں وہ جو حسن کو دیکھ کر اپنے کو ناپاک کر ڈالتے ہیں اور لعنت خریدتے ہیں، جنہوں نے غیر اللہ سے دل لگایا ہمیں بتادیں کہ کیا حاصل ہوا ؎

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اور وقت الگ ضائع ہوا اور جن لوگوں نے عبادت کی، دردِ دل سے دین پھیلایا وہ نفع میں ہیں۔ بس وہ کام کرو جو کام آئے۔

مزاح کے حدود

ارشاد فرمایا کہ مزاح کے بھی حدود ہوتے ہیں۔ مزاح کے جواز کی شرط یہ ہے کہ قلیل ہو ورنہ چہرے سے ہیبت اور رعب جاتا رہتا ہے۔ آدمی میں بے وقوفی اور حماقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ صحیح ہو، صادِق ہو، سچا مزاح ہو، تیسرے یہ کہ کسی کو اذیت نہ پہنچے، کسی کی توہین اس میں نہ ہو ورنہ ایسا مزاح حرام ہے جس میں کسی کی توہین ہوتی ہو، کسی کی دل آزاری ہوتی ہو، اس لیے زیادہ مزاح سے بچو۔

۴ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۶ راپریل ۲۰۰۲ء بروز منگل

آج صبح نو بجے بوٹسوانا سے جنوبی افریقہ کے لیے واپسی ہوئی۔ تقریباً ایک بجے رسٹن برگ پہنچے اور یوسف حافظ جی کے مکان پر قیام ہوا۔ عصر کے بعد برطانیہ سے جناب مولانا ایوب سورتی صاحب اور مولانا آصف صاحب

اور کراچی سے جناب **فیروز میمن** صاحب رسٹن برگ پہنچے۔

مجلس بعد مغرب برمکان جناب یوسف حافظ جی رسٹن برگ

زندگی کا مقصد

ارشاد فرمایا کہ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾

(سورة توبة، آیت: ۱۱۹)

اے ایمان والو! تم تقویٰ اختیار کروتا کہ جب تم میرے پاس آؤ تو میرے دوست بن کے آؤ۔ اللہ کو یہ پسند نہیں ہے کہ بغیر دوست بنے ہوئے گناہوں کا گوموت لپیٹے ہوئے اللہ کے پاس حاضر ہو۔تقویٰ کی برکت سے ولایت کا تاج ملتا ہے:

﴿ اِنْ اَوْلِیَاۗؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ﴾

(سورة انفال، آیت: ۳۴)

میرے ولی صرف متقی ہیں ۔اس سے معلوم ہوا کہ غیر متقی سے تاجِ ولایت چھین لیا جا تا ہے، گناہ کرنے سے تاجِ ولایت سے محرومی ہو جاتی ہے۔کتنا ہی حج، عمرہ کرے، کتنا ہی شیخ کی صحبت میں رہے لیکن اگر گناہ نہیں چھوڑتا تو پھر ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔اس لیے کوشش کرو یارو! اللہ کے لیے کوشش کرو کہ گناہ کی عادت چھوڑ دو، آنکھ کو بھی بچاؤ اور دل کو بھی بچاؤ۔ یہ دو گناہ ایسے ہیں کہ اگر ان کو چھوڑ دو تو سب گناہ آسانی سے چھوٹ جاتے ہیں۔ سب سے پہلے نظر کی حفاظت کرلو۔ جب مقابلہ کا موقع آتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ نظر بچانا کتنا مشکل کام ہے۔لندن کے ہیتھرو ائیر پورٹ یا جرمنی کے فرینکفرٹ ائیر پورٹ پر اُترنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ نظر بچانا واقعی کتنا بڑا مجاہدہ ہے، جبکہ ٹانگیں

کھولے ہوئے کتابیں پڑھ رہی ہیں اور نفس کی حریص چڑیا للچا رہی ہے۔ جہاں بے حیائی اور بے پردگی ہو وہاں جو آنکھوں کی حفاظت کرلے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پر اللہ کی محبت غالب ہے اور اگر وہاں حفاظت نہیں کرتا تو معلوم ہوا کہ نفس اور شیطان کا غلام ہے، اس کو محبت کی ہوا بھی نہیں لگی، وہ جانتا ہی نہیں کہ اللہ کی کیا قیمت ہے۔ اپنی دولتِ ایمان کو سمجھتا ہی نہیں ہے، کمینہ اور بہت ہی ناپاک شخص ہے وہ جو عورتوں کو بری نظر سے دیکھ لیتا ہے۔ اسی وقت اس سے تاجِ ولایت چھن جاتا ہے۔ بتائیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ نہیں؟ اللہ دیکھتا ہے کہ نہیں؟

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾

(سورۃ حدید، آیت: ۴)

اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو، جب ساتھ ہے تو کیا نابینا ہے؟ جو سب کو بینائی دیتا ہے وہ خود نابینا ہوگا؟

﴿اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى﴾

(سورۃ علق، آیت: ۱۴)

کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے، اس لیے ہمت کرو، اپنی جان پر رحم کرو، ہمت کرو دوستو! اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمت دی ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ہم میں دیکھنے کی تو ہمت ہے لیکن نظر ہٹانے کی ہمت نہیں ہے۔ ان بے وقوفوں سے پوچھنا چاہیے کہ اگر وہی معشوق یا معشوقہ پستول لیے ہوئے ہو اور کہے کہ جو ہمیں دیکھے گا ہم اس کو جان سے ماردیں گے، تو ہے کوئی نظر باز جو وہاں جا کر نظر لڑائے گا اور جان پر کھیل جائے گا۔ تب اپنی جان بچانے کے لیے پستول باز معشوق سے بچے گا

یا نہیں؟ اگر ہمت نہیں تھی تو اب کہاں سے آ گئی۔ بس سمجھ لو کہ ہمت اللہ نے دی ہے، ہمتِ تقویٰ دی ہے، گناہ چھوڑنے کی طاقت دی ہے، اس کے بعد تقویٰ فرض کیا ہے۔ وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ مرتے دم تک تقویٰ فرض ہے۔ کسی زمانہ میں بھی چھوٹ نہیں ہے چاہے اسی برس کا بڈھا ہو جائے، نظر کی حفاظت اس وقت بھی فرض ہے۔ یہ سب بہانہ بازی ہے، بدمعاشی اور کمینہ پن ہے۔ بولو بھئی جو دیکھتا ہے کمینہ ہے کہ نہیں؟ کمینہ پن کیوں اختیار کرتے ہو؟ نظر کی حفاظت کرو، جیسے اپنی بہن، اپنی ماں، اپنی بیٹی کو کوئی دوسرا دیکھے تو غصہ آتا ہے کہ نہیں؟ تو تم جس کو دیکھتے ہو وہ بھی کسی کی ماں ہوتی ہے، کسی کی بہن ہوتی ہے، کسی کی بیٹی ہوتی ہے۔ جس طرح سے ہم تم نہیں چاہتے کہ ہماری بہن، بیٹی، ماں، خالہ اور پھوپی کو کوئی دیکھے تو ہماری آپ کی مرضی کے مطابق ہی تو اللہ نے حکم نازل کر دیا، غضِ بصر کا حکم تمہاری عین مرضی کے مطابق ہے، عین انسانی فطرت کے مطابق ہے اور یاد رکھو کہ اگر بغیر تاجِ ولایت کے اللہ کے ہاں گئے تو سوال ہو گا کہ جب میں نے تم پر فرض کیا تھا کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو تاکہ میرے ولی بن جاؤ تو تم نے کیوں تقویٰ اختیار نہیں کیا اور کیوں میرے ولی نہیں بنے۔ جب کہ ہم نے بتا بھی دیا تھا کہ ولی کیسے بنو گے كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کا حکم نازل کر دیا تھا کہ جو تقویٰ میں سچے ہیں ان کی صحبت میں رہو تو تم بھی متقی ہو جاؤ گے، میرے دوست ہو جاؤ گے۔ صادقین فرمایا مگر مراد اس سے متقین ہیں اور صادقین اس لیے فرمایا کہ ذرا دیکھ لو کہ سچا متقی ہے یا نہیں، اس کا تقویٰ کاذب تو نہیں ہے۔ اور پھر نیتِ تقویٰ سے ساتھ رہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے متقی بنا دے۔ شیخ کے ساتھ پاپڑ، سموسہ اور طرح طرح کی ڈش اڑانے کی نیت نہ ہو اور یہ نیت بھی نہ ہو کہ شیخ کے ساتھ رہیں گے، طرح طرح کے ملکوں کی سیر کریں گے، مفت کا ٹکٹ

ہوگا اور ہر ملک میں خوب نمکینوں کے طرح طرح کے ڈیزائن دیکھیں گے، اگر یہ نیت ہے تو جو نیت ہے وہی پاؤ گے، اللہ کو نہیں پاؤ گے۔ تم بغیر اللہ کے مرو گے، بغیر اللہ کے وہ شخص مرے گا جو نیت صحیح نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ مجھے چاہنے والے میرے عاشق صرف میری رضا کا ارادہ کرتے ہیں۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ جب ایمان لائے ہو، اللہ کو اللہ مان لیا ہے تو ہمت کیوں نہیں کرتے ہو، کیوں گناہ میں اپنی آنکھوں کو خراب کرتے ہو، دیکھنے سے کیا مل جاتی ہے؟ اور پھر یہ عورتیں، ایک وقت میں ان کی توند نکل آتی ہے، گردن موٹی ہو جاتی ہے، ناک پکوڑا سی ہو جاتی ہے، اور لڑکا ہو تو اس کی بھی ؎

کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

جس لڑکی سے عشق لڑاتے ہو، بتاؤ نانی اماں ہونے والی ہے یا نہیں اور لڑکا اگر ہے تو نانا ابو ہونے والا ہے یا نہیں؟ پھر پانچ سال کے بعد جب اس کی شکل بگڑ جاتی ہے تو جس کو پلاؤ اور بریانی کھلاتے تھے اور جان و دل سے فدا تھے پھر وہ محبت کیا ہوئی، اب اس کو کیوں نہیں دیکھتے؟ خیریت بھی پوچھتے ہو تو منہ اُدھر کر کے، بھئی تمہارے بچے وچے تو خیریت سے ہیں۔ کیوں تم نے منہ کالا کیا ایسی شکلوں کے لیے اور پھر جب وہ مرگیا تو اس معشوق کی قبر پر بھی نہیں گئے، کس منہ سے جائیں گے اس کی قبر پر۔ اگر ان کو دیکھنے سے کچھ مل جاتا ہے تو ہمیں بتاؤ کہ کیا ملتا ہے۔ اگر برابر دیکھو گے تو ’’You are bloody fool‘‘ کی آواز سنی جائے گی، گالیاں ملیں گی اور اگر اپنی نظر بچاؤ تو بڑی عزت ملتی ہے کہ واقعی یہ کوئی شاہ صاحب، کوئی اللہ والا ہے۔ ورنہ جو چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں زندگی بھر کے لیے گالی ان کی زبان پر رہتی ہے۔ اگر کبھی کوئی لاکھ

تعریف بھی کرے کہ بڑے اونچے شاہ صاحب ہیں، ان کی دعا بہت قبول ہوتی ہے، تم نہیں جاتے ان کے پاس؟ اصل میں تم ان کے مقام کو نہیں جانتے۔ تو جس سے بچپن میں چھیڑ چھاڑ کی ہو وہ سر جھکا کر مسکراتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خوب جانتا ہوں، اب زبان مت کھلوائیے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کتنے بڑے صوفی ہیں۔ تو عزت و آبرو چلی جاتی ہے ذرا سی دیر کی لذت کے لیے۔ جس چیز سے کچھ نہ ملے اور چند سال کے بعد وہ میلان اور جوش و محبت بھی نہ رہے ایسی شکلوں پر زندگی برباد کرنا حماقت ہے یا نہیں۔ پانچ سال پر حکومت بدل جاتی ہے۔ حسن کی حکومت بھی پانچ سال میں ختم ہو جاتی ہے۔ ہر پانچ سال پر ہر چیز کو دیکھئے تو جغرافیہ بدلا ہوا ملے گا۔ پس جو لوگ اپنی نگاہ کی حفاظت کریں اور دل کی حفاظت کریں وہی چین سے رہیں گے، سکون سے رہیں گے۔ ان کی کمر میں درد بھی نہیں ہوگا، پنڈلی میں بھی میٹھا میٹھا درد نہیں ہوگا اور دل میں انجائنا بھی نہیں ہوگا، کشمکش میں انجائنا ہو جاتا ہے۔ آج کل ستر فی صد دل کے امراض بدنظری سے ہو رہے ہیں۔ جس دن سے آپ نے نیت کر لی کہ واللہ! آج سے نہیں دیکھنا ہے، کتنا ہی حسین ہو اپنی نظر کو نیچی رکھنا ہے، دیکھئے کیا چین ملتا ہے۔ آپ کے ارادہ کا نقطۂ آغاز آپ کے چین اور آپ کے عیش کا نقطۂ آغاز ہوگا۔ اتنا مزہ آئے گا کہ جس کو آپ بیان نہیں کر سکتے، کوئی بھی ہو، چاہے تاجر طبقہ ہو، ملازم ہو، سروس مین ہو۔ ہر شخص عمل کر کے دیکھ لے، نظر بچالے اور دل بچالے، پھر خود دیکھے گا کہ کس طرح چین سے رہتا ہے۔

پس اپنے ناجائز ارمانوں کا خون کرو، جب ارمان نہ رہیں گے اور حسن پر بڑھاپا آجائے گا تب تو ہندو، یہودی، عیسائی بھی نہیں دیکھتا تو تم میں اور اس میں کیا فرق ہوا۔ مومنِ کامل وہی ہے کہ لباس جیسا ہو اس کا عمل بھی ویسا ہی ہو۔ عین جوانی میں، معشوق کی عین جوانی میں مومن کامل اس کو نہیں دیکھتا،

ہمت کرو، ہمت کرو، ہمت ہے بس چور نہ بنو۔ اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے، ہمت ہے، اللہ نے نہ دیکھنے کی ہمت دی ہے پھر ہمت چوری کیوں کرتے ہو۔ بدنظری سے بچنے کا حکم یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ قرآن پاک کا حکم ہے اگر نہیں مانو گے تو اللہ گردن مروڑ دے گا، اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کوئی برداشت نہیں کرسکتا۔ اور بخاری شریف کی حدیث میں بدنظری کو آنکھوں کا زِنا فرمایا تو اے کم بختو! تم نظر بازی بھی کرتے ہو اور ولی اللہ بننے کا خواب بھی دیکھتے ہو یا ولی اللہ ظاہر بھی کرتے ہو، ولی اللہ کا لباس پہن کر دعوتیں بھی اڑاتے ہو، شرم نہیں آتی؟ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے، لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْهِ تو بدنظری کرنے والے کے تین لقب ہوگئے یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کی نافرمانی کرنے سے اللہ کا نافرمان ہوگیا، بخاری شریف کی حدیث زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ کی رُو سے آنکھوں کا زِناکار اور لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ سے ملعون ہوگیا۔ تو اللہ کا نافرمان، آنکھوں کا زِناکار اور ملعون کہیں ولی اللہ ہوسکتا ہے جب تک توبہ نہ کرے۔ بدنظری کرنے والوں کے یہ تین القاب نوٹ کرلو، جب کبھی تقاضا ہو تو اس کو یاد کرو کہ ہم کیا کررہے ہیں، ہم مولانا صاحب بنے ہیں، قوم کے مقتدا ہیں اور ہم کتنی گری ہوئی حرکت کررہے ہیں۔ جب ہمارے دین کا یہ حال ہوگا تو ہم سے کیا نفع ہوگا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ بھائیو! گناہ سے کچھ نہیں ملتا سوائے رسوائی اور بدنامی کے اور ناشکری الگ خصوصاً بدنظری سے بہت ناشکری پیدا ہوتی ہے مثلاً ہمارے ماں باپ نے ہماری شادی اچھی جگہ نہیں کی، بیوی ایسی پری ہوتی کہ دیکھتے ہی بے ہوش ہوکر گر جاتے۔ اس ناشکری کی نحوست سے اپنی بیوی سے محبت کم ہوجاتی ہے۔ آج کل میاں بیوی میں جھگڑے اسی لیے ہورہے ہیں کہ جب دوسری کو دیکھتا ہے تو وہی نگاہ میں بچ جاتی ہے اور اپنی بیوی بھوتنی معلوم ہوتی ہے اور اگر آدمی کسی عورت کو نہ دیکھے تو

لے دے کے وہی تو رہے گی، اس لیے اسی کا عاشق رہے گا۔

واللہ! دیکھو اب میں جوش میں آ رہا ہوں، میں قسم کھا کے کہتا ہوں، قسم کھا کے کہتا ہوں، واللہ، ثم واللہ، ثم واللہ بدنظری سے جس دن بچنے کا ارادہ ہوگا اس دن یہ دنیا ہی بدل جائے گی، اللہ تعالیٰ وہ مزہ دے گا حلاوتِ ایمانی کا کہ یَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِيْ قَلْبِهِ حلاوتِ ایمانی قلب میں پا جائے گا۔ یہ تصوراتی دنیا نہیں ہے، پا جائے گا یعنی یہ واجد ہوگا اور حلاوتِ ایمانی موجود ہوگی۔ جب آپ نظر بچائیں گے تو حلاوتِ ایمانی دل میں موجود ہوگی اور آپ اس کے واجد ہوں گے۔ اتنا مزہ پاؤ گے کہ اللہ تعالیٰ جو ہزاروں مجاہدوں سے نہیں ملتے، اس مجاہدہ سے بہت جلد اللہ مل جاتا ہے، بندہ صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے، بس یاد رکھو کہ جس کو بغیر اللہ کا ولی بنے ہوئے موت پسند ہو وہ ظالم مر جائے اور ولی اللہ نہ بنے لیکن جس کو ولی اللہ بننے کا شوق ہو تو وہ ہمت کر کے اپنی آنکھ پر حفاظتی پردہ ڈال لے، اللہ تعالیٰ نے ہر آنکھ پر آٹو میٹک پردہ دیا ہے بس جب چاہا بند کر لیا۔

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

کانوں میں پردہ نہیں ہے، کان کھلے ہوئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ کان کے فیصلے کو بعض دفعہ آنکھ رد کر دیتی ہے مثلاً کان سے آواز سنی، معلوم ہوا کہ بہت حسین ہے لیکن جب آنکھ سے دیکھا تو بھوتنی اور کالی مائی معلوم ہوئی تو کان کا فیصلہ بعض دفعہ آنکھ رد کر دیتی ہے اس لیے اللہ نے کان پر پردہ نہیں لگایا کہ جب آنکھ سے دیکھیں گے تو خود ہی فیصلہ دے دیں گے اور پھر بات کے بہت کم مواقع آتے ہیں زیادہ تر آنکھ کا امتحان ہوتا ہے اس لیے اللہ نے آنکھ کا پردہ بنا دیا کہ جب ضرورت ہو آنکھ کو بند کر لو۔

دین پر اِستقامت کا وظیفہ

ارشاد فرمایا کہ سات مرتبہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ پڑھ کر دعا کرے کہ یا اللہ مجھ کو ہمت دے دیجئے، جو آپ نے ہمت دی ہے ترکِ گناہ کی اس ہمت کو استعمال کرنے کی ہمت دے دیجئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ نظر بچانے کی دعا بھی ہو جائے گی لیکن یہ بتائیے کوئی شخص دعا کرے کہ مجھ کو اولاد دے دیجئے اور بیوی اس کی ہو کیپ ٹاؤن میں، کبھی ملاقات نہ ہو تو اولاد ہوگی دعا سے؟ تو خالی دعا نہیں ہمت بھی کرو، اپنی ہمت بھی استعمال کرو، بزرگانِ دین سے ہمت کی دعا بھی کراؤ، اللہ تعالیٰ سے ہمت کی درخواست کرو اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ کے معنیٰ ہیں کہ نہیں ہے طاقت مجھ میں گناہوں سے بچنے کی اور نہ نیک عمل کرنے کی مگر آپ کی مدد سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ سات مرتبہ پڑھ کر دعا کرلو کہ آپ اپنی رحمت سے مجھے ہمت دے دیجئے، لومڑی کو شیر بنا دیجئے جو شکلاً تو شیر ہے مگر ننگِ رُوباہ ہے بس آپ ہمت تو کریں ؎

شیخ پینے کا ارادہ تو کریں
حوضِ کوثر سے منگا لی جائے گی

آپ ہمت تو کریں، آخر خدا نے حکم دیا ہے تو ہمت دے کر حکم دیا ہے۔ ایسا کوئی حکم نہیں ہے جس کی ہمت اور طاقت اللہ نہ دے ورنہ یہ ظلم ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہیں اور اس کی دلیل وہی ہے کہ ابھی کوئی چھرا لے کر دھمکی دے کہ اگر بدنظری کرے گا تو چھرا بھونک دوں گا تو فوراً آنکھ بند کر لے گا۔ معلوم ہوا کہ آنکھ بند کرنے کی ہمت ہے۔ مگر ہمت چور ہیں ہم لوگ، لیکن میں اتنا کہتا ہوں کہ ان ہگنی، موتنی، پدنی لاشوں سے نظر بچا کر واللہ اتنا مزہ پاؤ گے کہ سارے مزے بھول جاؤ گے مگر بیوی مستثنیٰ ہے، بیوی جیسی بھی ہو وہ

محبوب ہے، حلال ہے، اس کی محبت کرنے میں ثواب ہے۔ بیوی سے صحبت کرنے کا ثواب تہجد سے زیادہ ہے، مگر بیوی کے علاوہ کسی طرف خیال نہ کرو۔

بس میرا پچھتر سال کا تجربہ ہے کہ جتنا اس عمل سے مجھے قرب حاصل ہوا ہے اتنا کسی عمل سے قرب حاصل نہیں ہوا، کسی عمل سے اتنا قرب نہیں ہوا جتنا نظر بچانے سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملا ہے، اب راز کی بات بتادی، یہ بات بتانی نہیں چاہیے مگر بتادیا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب جتنا اس سے ملتا ہے اتنا کسی عمل سے نہیں ملتا۔ یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ نظر بچانے والا حلاوتِ ایمانی کو پالے گا، تم واجد ہوجاؤ گے، اللہ تعالیٰ موجود ہوجائیں گے تمہارے قلب میں۔ اللہ مل گیا تو اور کیا چاہیے، اللہ مل گیا تو سب کچھ مل گیا، اللہ نہ ملا تو سب بے کار ہے۔ اگر کسی کے پاس بادشاہت ہے، تخت وتاج ہے لیکن کافر ہے تو کچھ بھی نہیں۔ بس مرا کہ سب گیا۔

لہٰذا گناہ سے بچو، ایک گناہ بھی نہ کرو، ولی اللہ بن جاؤ گے اور ولی اللہ جو نہ بنا وہ خسارے میں گیا، کیوں کہ جس چیز پر محنت کی دکان، تجارت سب چھوڑ کر دو گز کفن پہن کر چلا جاتا ہے۔ تو اُس وقت کیا ہوگا، پھر اللہ پوچھے گا کہ تم میرے ولی کیوں نہیں بنے جب کہ میں نے تمہیں پیغام دیا تھا، میں نے حکم دیا تھا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اے ایمان والو! تقویٰ سے رہو، کیا معنیٰ کہ تم میرے ولی بن جاؤ، ہم نے اپنی دوستی کی دعوت دی اور تم نے اپنے نفس کی گندی خواہشات سے میری دعوت قبول نہیں کی۔ تم کو سوچنا چاہیے تھا کہ منی سے پیدا کرکے احکم الحاکمین اتنا بڑا اللہ ہم کو دوست بنانے کی دعوت دے رہا ہے، مگر تم اپنے کمینہ پن، نفس کی خواہشات کی وجہ سے میرے ولی نہیں بنے، بغیر ولی بنے میرے پاس آگئے، لہٰذا اب اس کی سزا بھگتو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے، ہمت دے اور ہمت عمل کی دے اور چوری کرنے کی عادت سے اور کمینہ پن سے ہم کو پاک کردے۔ یہ جو چھپ

چھپا کے دیکھتا ہے کہ کوئی نہیں دیکھ رہا، ارے تم بندوں سے چھپ سکتے ہو اللہ سے کیسے چھپو گے۔ بس اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو متقی بنادے اور اولیائے صدیقین کی نسبت نصیب فرمادے اور دنیا اور آخرت کی مشکلات بھی حل فرمادے اور کشادہ روزی دے دے، کسی کا محتاج نہ فرمائے۔ جو بیمار ہیں ان کو صحت عطا فرما، اللہ مجھ کو بھی صحت نصیب فرما اور میرے حق میں بھی قبول فرما اور میرے متعلقین کے حق میں بھی قبول فرما اور آپ کے حق میں اور آپ کے متعلقین کے حق میں قبول فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

نوٹ: آج ۵ ؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۷؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز بدھ صبح آٹھ بجے رسٹن برگ سے بنونی (Binoni) کے لیے روانگی ہوئی۔ جناب ابراہیم بیرا صاحب نے درخواست کی تھی کہ ۱۸؍اپریل کو ڈربن کے سفر پر جانے سے پہلے حضرت والا ایک دن کے لیے بنونی میں ان کے گھر پر قیام فرمالیں جہاں سے ائیر پورٹ بھی قریب ہے اور اگلے دن ائیر پورٹ جانے میں آسانی ہوگی۔ آج ۱۱ بجے صبح حضرت والا مع رفقاء کے بنونی پہنچے۔ چونکہ حضرت والا کافی تھکے ہوئے تھے اس لیے مغرب کے بعد مختصر مجلس ہوئی۔

ڈربن کے لیے روانگی

اگلے دن ۶ ؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۸؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات صبح دس بجے ہوائی جہاز سے ڈربن کے لیے روانگی ہوئی۔ حضرت والا کے ساتھ کراچی کے احباب اور دوسرے مقامی حضرات بھی تھے۔ دوپہر بارہ

بجے جہاز ڈربن ائیر پورٹ پر اترا۔

ناسازی طبع کی وجہ سے چار سال کے بعد حضرت والا کا یہ پہلا سفر تھا اس لیے حضرت والا کی زیارت کے لیے بے تاب ڈربن کے عشاق کا ائیر پورٹ پر زبردست ہجوم تھا۔ حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب ائیر پورٹ پر موجود تھے جو انتظامات کے لیے دو دن پہلے لیشیا سے ڈربن آ گئے تھے۔ ائیر پورٹ سے مولانا کے مدرسہ میں حضرت والا تشریف لائے جہاں حسبِ سابق قیام کا انتظام تھا۔

عصر کی نماز کے بعد ہی مدرسہ کے بڑے ہال میں لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ حضرت والا سفر کی تکان کی وجہ سے آرام فرما رہے تھے۔ ہال میں موجود لوگوں کو حضرت والا کی تالیف مواہب ربانیہ سے ملفوظات پڑھ کر سنائے گئے۔ اس کے بعد نمازِ مغرب کے لیے لوگ مسجد تشریف لے گئے۔ بعد نمازِ مغرب مدرسہ کا ہال لوگوں سے بھر گیا۔ نماز کے بعد حضرت والا تشریف لائے۔ مولانا منصور الحق صاحب نے حضرت والا کے اشعار اپنے خاص ترنم اور خاص انداز میں سنائے جس سے حضرت والا اور تمام سامعین مسرور ہو گئے۔ عشاء کے قریب مجلس ختم ہوئی۔

اگلے دن نماز فجر کے بعد حضرت مرشدی اَدَامَ اللّٰہُ ظِلَالھُم عَلَینَا اپنے سابق معمول کے مطابق نمازِ فجر کے بعد صبح کی سیر کے لیے ایک پارک میں تشریف لے گئے۔ حضرت والا کے ساتھ عاشقین کی کاروں کی ایک لمبی قطار تھی۔ پارک میں بہت بڑا مجمع ہو گیا۔ حضرت والا نے حافظ ضیاء الرحمٰن کے سہارے سے تھوڑی دیر چہل قدمی فرمائی اس کے بعد پارک کے لان میں آرام کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ لان میں قالین بچھوا دئے گئے تھے جس پر احباب بیٹھ گئے اور حضرت والا نے اپنے ارشادات سے سامعین کو مستفیض

فرمایا جن میں سے چند ارشادات نقل کیے جاتے ہیں۔

۷ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۹ راپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعہ

مجلس بعد سیرِ صبح در پارک ڈربن

غیر فانی اور لذیذ غم

ارشاد فرمایا کہ غمِ جاناں حاصل کرو یعنی اللہ کی محبت کا غم حاصل کرو، ان کی توجہ اور ان کا کرم حاصل کرو، صرف اللہ کی محبت کا غم لذیذ اور دائمی ہے باقی سارے غم عارضی اور دردِ سر ہیں۔ عارف شاعر کہتا ہے ؎

عارف غمِ جاناں کی توجہ کے تصدق
ٹھکرا دیا وہ غم جو غمِ جاوداں نہ تھا

میں نے اس غم کو ٹھکرا دیا جو غم ہمیشہ کا نہ تھا، عارضی و فانی تھا۔ آج بیس سال کی لڑکی کا غم ہے کہ اس کی یاد میں رو رہے ہیں، رات کو تارے گن رہے ہیں مگر جب وہ پچاس سال کی بڈھی ہوگئی، ستر، اسی سال کی ہوگئی تب اس کا غم کس کو رہتا ہے؟ یہاں تک کہ عاشق و معشوق کو بھی ایک دوسرے کا غم نہیں رہتا اور اگر اس غم کو باقی رکھنا چاہیں تو اس پر قادر نہیں رہتے مثلاً جب دونوں کی گردن ہلنے لگی، عاشق کی گردن اور معشوق کی گردن تو دونوں ہمیں معانقہ کر کے دکھا دیں۔ ایک کا اثبات ہوگا تو دوسرے کی نفی ہوگی، ایک ایسے کرے گا تو دوسرا ایسے کرے گا (حضرت والا نے ہاں اور نہیں کے انداز میں گردن ہلا کر بتایا) دونوں کی گردن مل نہیں سکتی، معانقہ بھی گیا۔ ایسا فانی غم ٹھکرانے ہی کے قابل ہے۔ اللہ کی محبت کا لازوال غم حاصل کرو جو دونوں جہان کی لذتوں سے زیادہ لذیذ ہے، غیر محدود ہے، غیر فانی ہے جس کی لذت میں کبھی زوال نہیں آتا۔

ولی اللہ بننے کا نسخہ

ارشاد فرمایا کہ جو چار باتوں پر عمل کرلے، ان شاء اللہ ولی اللہ ہوجائے گا یہ میرا تجربہ ہے۔ نمبر۱۔ پاجامہ لنگی، کرتا ٹخنہ سے اوپر رکھو، بعض لوگ ٹخنہ سے نیچے رکھتے ہیں، کرتا اتنا لمبا ہوتا ہے کہ ٹخنہ چھپ جاتا ہے۔ عبا، کرتا، پاجامہ، لنگی، پتلون اتنی لمبی پہننا جائز نہیں ہے جس سے ٹخنہ چھپ جائے۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت اگر کرتا ٹخنہ سے اوپر ہو لیکن رکوع میں جب جائے تو ٹخنہ سے نیچے ہوجائے تو حضرت والا نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ علامہ خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بذل المجہود، ابوداؤد کی شرح میں لکھا ہے کہ ٹخنہ چھپانا اس وقت ناجائز ہے جب کھڑا ہو یا چل رہا ہو اور جب جھکا ہو، بیٹھا ہو تو کوئی گناہ نہیں ہے، اور عورتوں کے لیے چھپانا ضروری ہے۔ ٹخنہ نہ چھپانے کا حکم مردوں کے لیے ہے۔

دوسری بات ہے ایک مشت ڈاڑھی رکھنا۔ مٹھی اپنی ہو، حجام کی مٹھی نہ ہو، حجام کے بچے کی مٹھی نہ ہو، اب جو ڈاڑھی کٹاتا ہے ایک مشت سے کم تو گویا ڈاڑھی کو نابالغ کرتا ہے۔ اپنے بچے کو کوئی ایسی دوا کھلادے کہ جس سے وہ ہمیشہ نابالغ رہے تو کیا کوئی ایسا کرتا ہے؟ بس سوچ لو! پھر اپنی ڈاڑھی کو کیوں نابالغ کرتے ہو جو ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرتے ہیں، کٹاتے ہیں وہ ڈاڑھی بالغ نہیں ہوتی، نابالغ رہتی ہے۔ لہٰذا جن لوگوں کو ڈاڑھیاں کٹانے کی عادت ہے وہ ڈاڑھی نہ کٹائیں، بالغ کرلیں، ایک مٹھی جب ہوگی تو بالغ ہوجائے گی اور ایک مٹھی کے بعد کاٹ دیں تو خوبصورت لگے گی۔ قاضی ایک مشت سے ایک انگل زیادہ رکھ سکتا ہے اور قاضی القضاۃ دو انگل زیادہ رکھ سکتا ہے۔ ڈاڑھی کے بچے کو بھی کاٹنا جائز نہیں ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ کھانا کھاتے ہوئے

ڈاڑھی کے بچہ کا بال منہ میں آجاتا ہے اس لیے کیا میں ڈاڑھی بچہ کٹا سکتا ہوں؟ میں نے کہا کہ اگر آپ کا بچہ آپ کے منہ میں انگلی ڈال دے تو کیا انگلی کو کاٹ دیتے ہو یا سمجھاتے ہو کہ پیارے بچے، بابا کے منہ میں انگلی نہیں ڈالتے۔ ایسے ہی ڈاڑھی بچہ کو سمجھا دو یعنی تیل لگا کر کنگھا کر دو تو بال منہ میں نہیں آئیں گے اور مونچھوں کا حکم یہ ہے کہ اوپر کے ہونٹ کا طرفِ آخر یعنی آخری کنارہ مونچھوں سے نہ چھپنے پائے، اوّل تا آخر اس کو کھولنا ضروری ہے، یہاں تک کہ قربانی کے زمانہ میں جب کہ بال نہ کاٹنا مستحب ہے اگر مونچھوں کے بال بڑھ جائیں کہ یہ کنارہ ذرا سا بھی کراس (Cross) کرلیں تو اس زمانہ میں بھی مونچھوں کو کاٹنا چاہیے، کیونکہ مونچھوں کے بالوں کا ہونٹوں تک بڑھ جانا حرام ہے اور بقر عید کی یکم سے نو تک بال نہ کاٹنا سنت ہے تو سنت اور حرام کا جب تقابل ہوگا تو حرام سے بچا جائے گا۔

اور گالوں پر ڈاڑھی کے بال کہاں تک بنانا چاہیے؟ بعض لوگ گال کو فارغ البال کرلیتے ہیں اور صرف ایک لکیر رکھ لیتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اوپری جبڑے کے بال بنا سکتا ہے نیچے کے جبڑے کو نہیں بنا سکتا، نیچے کا جبڑا ڈاڑھی میں داخل ہے۔ منہ کھول کر نیچے کے دانت پر انگلی رکھ لے، بیچ میں جو گڈھا ہے وہ گال ہے اس کے بال بنا سکتا ہے۔

اب دو حکم اور ہیں آنکھوں کا اور دل کا۔ نظر کی حفاظت کیجیے، نامحرم سے نظر بچائیں، اسی طرح بے ریش لڑکوں کو بھی نہ دیکھیں چاہے حسین ہو یا غیر حسین ہو کیونکہ جب چوہے کو بلیاں دوڑاتی ہیں تو چوہا بل کے حسن کی طرف نہیں دیکھتا کہ بل سنگِ مرمر کا ہے یا نہیں، وہ دیکھتا ہے کہ بل ہونا چاہیے، بلیوں کی میاؤں سے گھبرا کر اس میں گھس جاتا ہے۔ میر صاحب کے لیے میرا شعر ہے ؎

بے کسی اے میر اس چوہے کی دیکھا چاہیے
بلیوں کی میاؤں ہو اور پاس کوئی بل نہ ہو

میرے مدرسہ میں ایک الجزائری تھا، وہ عربی بولتا تھا، اردو نہیں سمجھتا تھا۔ میں نے عربی میں اس کو یہ شعر سمجھایا کہ بلیوں کی میاؤں ہوتی ہے تو چوہا کس طرح بھاگتا ہے۔ وہ بہت ہنسا اور اس نے عربی میں کہا کہ چوہا گھبرا کر بھاگتا ہے مگر مارے گھبراہٹ کے اُلٹ جاتا ہے، پھر سیدھا ہوتا ہے، پھر اُلٹ جاتا ہے۔

تو دو حکم بیان ہوگئے۔ اب دو حکم اور ہیں، آنکھ کی حفاظت اور دل کی حفاظت۔ آنکھوں کو حسینوں سے بچاؤ، نہ محبت سے دیکھو نہ غصہ سے دیکھو۔ ایک صاحب آنکھیں لال کیے ائیر ہوسٹس پر غصہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں تمہارے آفیسر سے شکایت کروں گا کہ یہ سروس اچھی نہیں کرتی، چائے میں دیر کردی اور چینی بھی نہیں دی وغیرہ وغیرہ، تو میں نے ان کی آنکھ کو دیکھا اور اپنے تجربہ کی بنا پر سمجھا کہ غصہ کی حالت میں بھی نفس اپنا کام کرتا ہے، محبت سے تو مزہ لیتا ہی ہے لیکن غصہ میں بھی مزہ لیتا ہے، اس لیے عورتوں کو نہ غصہ سے دیکھنا چاہیے اور نہ محبت سے دیکھنا چاہیے۔ اسی طرح لڑکوں کو خصوصاً جن لڑکوں میں حسن ہو اگرچہ ان کے کچھ بال ڈاڑھی کے نکل آئیں تب بھی نہ دیکھو۔ مولانا رومی کے زمانہ میں اگر دو چار بال نکل آتے تھے تو کشش ختم ہوجاتی تھی لیکن یہ زمانہ ایسا ہے کہ ایک ہزار بال کے باوجود لوگوں کو کشش معلوم ہوتی ہے۔ غرض اگر چہرہ پر کشش ہے، نمک ہے تو اس سے بچنا واجب ہے۔ تو لڑکے، لڑکیاں، عورتیں کیسی بھی ہوں ان سے بچنا چاہیے، چاہے بالکل مکروہ شکل ہو۔

ہارون رشید کے زمانہ میں ایک عورت کے حمل ٹھہر گیا اور وہ بہت ہی مکروہ تھی۔ ہارون رشید کو تعجب ہوا کہ اس کو کس نے استعمال کیا، کون ایسا بدذوق ہے کہ اس پر عاشق ہوگیا۔ تحقیق کی تو (C.I.D) نے اس کے زانی کو

گرفتار کرلیا۔ وہ بھی ویسا ہی مکروہ تھا۔ لِکُلِّ سَاقِطَةٍ لَا قِطَةٌ ہر گری پڑی چیز کا کوئی اٹھانے والا ہے اور غیر شادی شدہ پر جب شہوت سوار ہوتی ہے تو وہ مکروہ شکل کو بھی نہیں چھوڑتا۔ مطلب یہ ہے کہ عورتوں اور لڑکوں سے آنکھ کی حفاظت بہت ضروری، بہت ضروری، بہت ضروری ہے۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اللہ سے بے خوف نہ ہو ورنہ اللہ گردن پکڑ کر مروڑ دے گا، جس دن عذاب دے گا اس دن کوئی کام نہیں آئے گا۔

اور دل میں بھی گندے خیالات مت پکاؤ۔ پرانے گناہوں کو یاد کر کے مزہ لینا بھی حرام ہے، بلا ارادہ خیال آجائے تو اس خیال میں مشغول نہ ہو، اس خیال کو پاکیزہ خیال میں تبدیل کردو یا خدا کا خوف دل میں لاؤ، دوزخ اور قیامت کو یاد کرلو اور سوچو کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ اس کے سامنے ہمارا قلب بالکل ایسا ہے جیسے ہم آفتاب کو دیکھتے ہیں۔ نظر کی حفاظت باڈر کی حفاظت ہے اور دل کی حفاظت کیپٹل کی حفاظت ہے۔ اگر کسی ملک کا باڈر اور کیپٹل محفوظ ہو تو وہ ملک سدا سلامت رہتا ہے۔ بس جس کی آنکھیں اور قلب غیر اللہ سے محفوظ ہوگا اس کا اسلام، ایمان، احسان، سب محفوظ رہے گا ورنہ کتنا ہی حج، عمرہ ہو، کتنا ہی وظیفہ پڑھتا ہو، اگر آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا تو سمجھ لیجئے کہ ایک بدنظری سے سارا نور نکل جاتا ہے۔ اگر ہمت نہ کی تو مرتے دم تک یہ عادت نہیں چھوٹتی۔ اَسّی نوے سال کے ہوجائیں گے اور مرتے ہوئے بھی نرسوں کو دیکھ کر مریں گے۔ عادت خراب ہوجاتی ہے۔ اس لیے یادرکھو اللہ کی دی ہوئی ہمت کو ایک نعمت سمجھ کر استعمال کرو ورنہ پھر ہمت اتنی کمزور ہوجائے گی کہ مرتے دم تک یہ مرض نہیں جائے گا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک اسّی سال کے بڈھے تھے، انھوں نے لکھا کہ مجھے بدنظری کا مرض ہے۔ وجہ کیا تھی؟ اللہ کی دی

ہوئی ہمت اور طاقت کو استعمال نہیں کیا، سب کو اللہ نے بچنے کی طاقت دی ہے، ہر انسان کو آنکھوں کے بچانے کی طاقت دی ہے، ہمت دی ہے مگر یہ ہمت چور ہے، یہ طاقت چور ہے جو ہمت اور طاقت کو استعمال نہیں کرتا۔

ایک بات بہت ہی دردِ دل سے واللہ قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جس دن نظر بچانے کی اور دل بچانے کی توفیق ہوگئی آپ ایمان کی حلاوت پا جائیں گے، آپ کا ایمان اور احسان اتنا بڑھ جائے گا کہ حج وعمرہ اور نفل والے سب پیچھے رہ جائیں گے، آپ اللہ کے راستہ میں سب سے آگے بڑھ جائیں گے۔ شیر ہرن کا خون پیتا ہے، کیسا لال رہتا ہے، چلتا ہے تو زمین ہل جاتی ہے، سارا جنگل اس سے خائف رہتا ہے کیونکہ اس کی غذا خون ہے، آپ بھی ارمانوں کا خون، تمناؤں کا خون پی لیں، لیکن ہر تمنا کا خون پینا فرض نہیں ہے، جو تمنا، جو خواہش اللہ کی مرضی کے خلاف ہے اس کا خون پی جائیں تو بس آپ بھی شیر کی طرح ہو جائیں گے۔ سارا جہاں آپ سے ڈرے گا، آپ کی باتوں میں اثر ہوگا، دردِ دل پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے بہت ہی دردِ دل کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ آنکھ بچانے کی ہمت کریں، دل میں احسانی کیفیت اور محبت پیدا ہو جائے گی۔ نظر کی حفاظت بہت بڑا مجاہدہ ہے لیکن حلاوتِ ایمانی اس کے بدلہ میں ملتی ہے۔ مجاہدہ بہت ہوتا ہے لیکن انعام بھی کتنا بڑا ہے۔ اگر آسان ہو تو ہر کوئی نہ کرلے۔ حسین کو دیکھ کر دل للچا جاتا ہے کہ ایک نظر دیکھ لوں۔ علامہ جوزی نے لکھا ہے کہ اللہ نے بصارت کی مٹھاس لے کر بصیرت کی مٹھاس دے دی، اب سمجھ لیجئے کہ یہ کتنا بڑا انعام ہے، ہزاروں سال کی عبادت سے یہ نعمت نہیں ملتی، آپ نظر بچانے کی مشق کیجئے پھر اس کا پھل اور اس کا انعام دیکھئے۔ اللہ نے مردہ لاشوں سے نظر کی حفاظت کرا کے اس کے بدلہ میں خود اپنی ذات کو دے دیا۔ خونِ آرزو کا خوں بہا اللہ ہے۔ حلاوتِ ایمانی کیا چیز

ہے؟ تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر اللہ مل جاتا ہے، اللہ مل جاتا ہے، اللہ مل جاتا ہے نظر کے بچانے سے۔ پھر بتاؤ اللہ کے مقابلہ میں نظر بچانا کیا مشکل ہے۔ کنکر پتھر کے بدلہ میں اگر کروڑوں کا موتی مل جائے تو کیا یہ سستا سودا نہیں ہے؟ ان حسینوں کو بڑھاپے میں تم خود چھوڑنے والے ہو تو جس چیز سے تم بھاگنے والے ہو، اس سے آج جوانی میں اللہ کے خوف سے اللہ کے لیے نظر کو بچالو، اِن شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ مل جائیں گے۔ اللہ نے خونِ تمنا کا خوں بہا اپنی ذات کو رکھا ہے۔ ان مردہ لاشوں کے لیے، مرنے والی لاشوں کے لیے، سڑنے، گلنے، والی لاشوں کے لیے اللہ سے محروم ہوتے ہو! اور مرنے سے پہلے ہی بڑھاپے میں جب ان کے گال پچک جائیں گے تم ان کو نہیں دیکھو گے تو اس وقت کوئی اجر نہیں ملے گا آج بچو گے تو اللہ کو پا جاؤ گے۔ اس وقت اپنی طبعی نفرت سے نہ دیکھو گے، طبیعت کا غلام اللہ کا غلام نہیں ہے۔ اللہ کا غلام وہ ہے کہ جب طبیعت جوان ہو اور دیکھنے کو جی چاہے مگر پھر بھی نہ دیکھے اللہ کے خوف سے۔ یہ کیا کہ معشوق بڈھا ہو گیا تو بھاگ نکلے۔ یہ کمینہ آدمی ہے، بے غیرت ہے۔ عین جوانی کے وقت گناہ سے بچنا اللہ والوں کا کام ہے ورنہ کافر بھی جب بڈھا ہو جاتا ہے یا بڈھی ہو جاتی ہے تو کافر دیکھتا ہے؟ بتاؤ! ہندو، یہودی، عیسائی ستر برس کی بڑھیا کو دیکھتا ہے للچائی ہوئی نظر سے؟ تو تم نے اگر ستر برس میں چھوڑ دیا تو کیا کمال کر دیا۔ ہندو، یہودی اور عیسائی کی مشابہت کر لی، جوانی میں حسینوں سے بچنے کی مشق کرو۔ دیکھو قربانی جاندار جانور کی اچھی ہوتی ہے، تم جب تگڑے ہو اس وقت قربانی پیش کرو تو تم اللہ کے نزدیک مقبول ہو جاؤ گے بس اب میری تقریر ختم۔

ہمارے سارے اعضاء اللہ کے غلام ہیں۔ بِجَمِیْعِ اَعْضَاءِ ۵ وَ بِجَمِیْعِ اَجْزَاءِ ۵ ہم اللہ کے غلام ہیں لہٰذا ہمارے ہر عضو سے اللہ کی غلامی ظاہر

ہو، ہماری آنکھوں سے، ہماری زبان سے، ہمارے ہاتھ پاؤں سے، ہمارے جسم کے ذرّہ ذرّہ سے اللہ کی غلامی کے آثار ظاہر ہوں اور ہم اپنی آنکھوں پر، اپنے دل پر، اپنے ظاہر و باطن پر اللہ کے قانون کو نافذ کریں۔ اگر محروم مرنا ہے تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ بدنظری میں اپنی جان دے دیں، لیکن اگر کامیاب زندگی چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آنکھوں کو غیر محرم سے بچاؤ۔ دیکھو سب لوگ عہد کرو کہ یا اللہ تیرے حکم کے تابع رہیں گے، اپنی آنکھوں کو بھی آپ کا غلام بنائیں گے اور دل کو بھی۔ غلام کو آقا کے تابع ہونا چاہیے، غلام آقا کا تابع ہو تو وہ انعام یافتہ کہلاتا ہے، اور جو نافرمان ہو سزا یافتہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمت اور توفیق دے دے کہ نامحرم پر نظر نہ ڈالیں، کسی حسین کو نہ دیکھیں، اللہ تعالیٰ اس کی ہمت، اس کی توفیق دے دے اور اپنی رحمت سے اپنا بنا لے، اللہ سارے احکام پر عمل نصیب فرمائے اور تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ایمان کی حلاوت دل کو عطا فرمائے اور اللہ ہم سب سے راضی ہو جائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

مغرب کی نماز کے بعد مدرسہ کا ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا جو حضرت والا کی زیارت کے لیے آئے تھے۔ نماز پڑھ کر حضرت والا ہال میں تشریف لائے اور اپنے ارشادات سے مستفیض فرمایا۔

مجلس بعد مغرب مدرسہ کے ہال میں

حفاظتِ نظر کا انعام

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

ارشاد فرمایا کہ صحابہ نے جب ملکِ شام فتح کیا تو کس طرح فتح ہوا۔ شام کا حسن مشہور ہے، سبزہ آمیز ہوتا ہے، گرین **(Green)**۔

عیسائیوں نے اپنی خوبصورت لڑکیوں کو سجا کر دورویہ کھڑا کردیا کہ صحابہ جب گذریں گے تو بدنگاہی کریں گے اور اللہ کی مدد ان سے ہٹ جائے گی تو فتح نہیں کرسکیں گے، یہ اسکیم بنائی، لیکن جب صحابہ گذرے تو سپہ سالار نے یہ آیت پڑھ دی قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی کرلیں۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی ابھی نازل ہورہی ہے۔ جب صحابہ اس طرف سے نیچی نگاہ کرکے گذر گئے تو لڑکیوں نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ آپ کی چال بے کار گئی۔ وہ لوگ تو فرشتے ہیں فرشتے! انہوں نے ہماری طرف دیکھا بھی نہیں اور محض اس عمل کی برکت سے بغیر جنگ کیے ہوئے فتح ہوگئی۔

آہ! صحابہ نے دین پر اپنی جانیں دے دیں اور خونِ شہادت قبول کرلیا اور ہم لوگ نگاہ نیچی کرنے سے کتراتے ہیں اور نگاہ کو لید کے مقام پر پلید کرتے ہیں، پیشاب پاخانے کے مقام کے بدلہ میں آہ! اللہ سے خود کو محروم کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین کی قیمت ابھی ہمارے دلوں میں نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اگر دل میں ہو تو معلوم ہو کہ یہ حکم کس کا ہے، جس نے آنکھ پیدا کی اور آنکھ میں روشنی کا خزانہ رکھا، سیاہ پتلی میں روشنی رکھی۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرتِ قاہرہ کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے کہ سیاہی میں روشنی رکھ دی جبکہ سیاہی اور روشنی میں تضاد ہے اور پھر حکم غض بصر کا دیا۔ کیا اللہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آنکھ دے اور آنکھ کے متعلق حکم نافذ نہ کرے۔ جس نے آنکھ بنائی اس نے آنکھ کے لیے حکم نافذ کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے فرمادیجئے کہ اپنی آنکھ کی حفاظت کریں اور کسی نامحرم، کسی اجنبیہ، کسی کی بہن، کسی کی ماں، کسی کی بیٹی، کسی کی خالہ، کسی کی پھوپھی کو نہ دیکھیں، اس لیے کہ جو لوگ خود نظر باز ہیں، اگر ان کی بیوی، ان کی بہن، ان کی ماں، ان کی

خالہ اور ان کی پھوپھی کو کوئی دیکھے تو ان کو بھی برا معلوم ہوگا۔ پس ہم نے تو وہی حکم نازل کردیا جو تم چاہتے ہو، جو تمہاری چاہت کے مطابق ہے۔ تم جب کسی کو دیکھتے ہو تو تمہیں شرم نہیں آتی کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے، کیا بات ہے کہ جانور کی طرح سے زندگی گذارتے ہو، جہاں چاہتے ہو دیکھتے ہو حالانکہ جس نے آنکھ بنائی ہے اسی کا تو قانون ہے کہ کہاں دیکھو، کہاں نہ دیکھو۔ جہاں ہم کہیں وہاں دیکھو اور جہاں ہم منع کردیں وہاں مت دیکھو ورنہ ہم تمہاری آنکھ اندھی کرنے پر قادر ہیں، تمہاری آنکھ کو بے نور کرنے پر قادر ہیں۔ بتاؤ کوئی بدنظری کرے اور اس کی آنکھ کی روشنی اللہ چھین لے تو پھر کیا ہوگا؟ کیا پھر دیکھ سکتا ہے۔ اللہ سے ڈرو۔ مردہ لاشوں کے پیچھے مردہ خور بنے ہوئے ہو۔ دردِ دل سے کہتا ہوں کہ ان مردہ لاشوں کی خاطر اللہ کو نہ چھوڑیئے، نظر خراب کرکے اللہ کو ناراض نہ کیجئے۔ نافرمانی سے کچھ نہیں پاؤ گے سوائے اس کے کہ تمہیں اللہ کا نافرمان لکھ دیا جائے گا۔ یہ بھی تو سوچو کہ مردہ لاش کو دیکھا، چلو صرف دیکھا ہی نہیں حاصل بھی کرلیا تو مردہ کی خاطر اس زندہ حقیقی کو چھوڑ دیا اور یہ مردے ہیں یا نہیں؟ کل مریں گے اور گل سڑ کے ختم ہوں گے تو آج ہی سمجھ لو کہ مرے ہوئے ہیں۔ ان مردہ لاشوں کی چمک دمک کو مت دیکھو، اللہ کو دیکھو کہ وہ کتنا حسین، کتنا صاحبِ جمال ہے کہ کروڑوں لیلاؤں کو پیدا کرتا ہے اور فنا کردیتا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان لیلاؤں کا حسن فانی ہے۔ باقی، پائیدار اور ہمیشہ رہنے والا حسن اللہ کا ہے۔ لہٰذا ان لاشوں سے فروخت ہوکر خود کو ذلیل نہ کرو کیونکہ جن کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہو وہ بھی حقیر سمجھتی ہیں کہ کوئی نہایت بدمعاش ہے اور اگر نظر بچالو چاہے ہیتھرو ائیرپورٹ پر یا فرینکفرٹ ائیرپورٹ پر تو ان عورتوں کے دل میں تمہاری عزت اور وقار پیدا ہوجائے گا کہ یہ اللہ والے لوگ ہیں، خدا سے ڈرنے والے لوگ ہیں جو ہماری

صورت کونہیں دیکھتے جب کہ ہماری صورت کو دیکھنے کے لیے بڑے بڑے بادشاہوں کی رال ٹپک جاتی ہے۔

فانی لذت اور باقی لذت کا فرق

ارشاد فرمایا کہ ستر اسی سال کے بعد میاں بیوی خواہ کتنے ہی حسین ہوں مگر ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم، ٹک ٹک دیکھتے ہیں اور دم نہیں مارتے کیونکہ مارنے کا دم نہیں رہتا اور بزبانِ حال کہتے ہیں ؎

لینے دینے پر ڈالو خاک
کرو محبت پاک

بس سمجھ لو ایک دن ایسا آنے والا ہے۔ ساری صحبتیں خاک ہو جائیں گی۔ ہمارے ایک دوست نے جو اس وقت یہاں موجود ہیں لندن میں ایک شادی کی جو پچیس سال کی عمر کی ہے اور خود باون سال کے ہیں تو میں نے ان کے متعلق لندن میں ایک شعر بنایا تھا کہ ؎

وہ ففٹی ٹو ہے لیکن طاقتِ ٹو فائیو رکھتا ہے
اگرچہ شیخ ہے ظالم مگر ٹو وائف رکھتا ہے

لندن کے ماحول اور بے پردگی کی وجہ سے مجبور تھے اس لیے انہوں نے دو شادیاں کرلیں۔ لیکن ہم کو بنگلہ دیش میں ایک آدمی اپنی لڑکی دے رہا تھا اور وہ بڑا خوبصورت تھا، لڑکی بھی خوبصورت ہوگی مگر میں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ مجھ کو دین کی خدمت عزیز ہے۔ اگر میں نے یہ شادی کرلی تو میں مجلس میں دین کی بات سنا رہا ہوں گا کہ تم آؤ گے کہ آپ کے بیٹے کو ڈائیریا ہو گیا ہے اس کو ڈاکٹر کے ہاں لے کر جائیے تو آپ ہم سے اس کام کو چھین لیں گے۔ اب ہم کو یہی کام عزیز ہے۔ اگر نوجوان لڑکیاں مفت میں ملیں، گفٹ میں ملیں

تب بھی میں (Reject) کردوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ یہ مزہ جو ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا، فکر کا، دین کی اشاعت کا اس کا کوئی مثل نہیں۔اب سمجھ لو کہ اس وقت مجھے کیا نشہ آیا، سلطنت بھی اگر ہو تو قربان کر دی جائے، اس مزہ کے سامنے تو سلطنت کی کوئی قیمت نہیں۔

اہل اللہ کا ادب

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ اللہ کرنے والوں کا ہمیشہ ادب کیا ہے کبھی ان کی شان میں بے ادبی نہیں کی خواہ وہ کسی مسلک کے ہوں جبکہ میں کیڑے نکالنا خوب جانتا ہوں، لیکن جو بھی اللہ اللہ کرتا ہے ان کے بارے میں میں زبان خاموش رکھتا ہوں۔ اللہ اللہ کرنے والوں سے میں ڈرتا ہوں کہ ان کا نام بہت بڑا نام ہے۔ اپنا نام لینے والوں پر نہ جانے وہ کب فضل فرمادیں اور ان کی خطاؤں کو معاف فرمادیں اور ہدایت کا فیصلہ فرمادیں۔

سلوک کا حاصل

ارشاد فرمایا کہ سلوک کا حاصل اپنی تمناؤں کا خون پینا ہے۔ جو لوگ اپنی حرام تمناؤں کا خون پیتے ہیں، اللہ کو راضی رکھتے ہیں، اپنی خواہش کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں اور اللہ کی رضا کو آگے رکھتے ہیں وہ جدھر سے گذرتے ہیں اللہ کی خوشبو آتی ہے۔ وہی اللہ کے راستہ کے شیر ہیں۔ جس شخص کو یہ حوصلہ نہ ہو وہ ہیجڑہ ہے، لومڑی ہے، شیر نہیں ہے، اللہ کا راستہ شیر بننے سے طے ہوتا ہے، دانت پیس کر نفس پر حملہ کر دو، نفس کی بری خواہش کو ہرگز نہ پوری کرو، کہہ دو کہ جیسے شیر خون پیتا ہے، اے نفس ہم تیرا خون پی لیں گے اور خونِ ارماں کیا ہے؟ نظر کی حفاظت میں غم برداشت کرنا اور دل میں گندے

خیالات نہ پکانا، ماضی کے گناہوں کو یاد کر کے لطف نہ لینا، سلوک میں یہ دو چیزیں بڑی اہم ہیں جس کو یہ حفاظت نصیب نہیں وہ ولی نہیں ہوسکتا، بغیر ولایت کے مرے گا اگر توبہ نہ کی کیونکہ اللہ کی نافرمانی کے ساتھ ولایت جمع نہیں ہوسکتی۔

ایک شخص میرے پاس آیا، میں نے پوچھا کہاں رہتے ہو، کہنے لگا منظور کالونی میں۔میں نے کہا کہ دیکھو ناظر کالونی میں نہ رہنا۔پھر میں نے ایک شعر کہا کہ ؎

اخترؔ وہی اللہ کا منظورِ نظر ہے
دنیا کے حسینوں کا جو ناظر نہیں ہوتا

یہی پرچہ مشکل ہے، ہمارے یہاں یہی حل کیا جاتا ہے اور اس سے آدمی بہت جلدی اللہ والا بنتا ہے۔تھوڑا سا غم اٹھالیا اور اس کے بدلہ میں اللہ مل گیا تو کیا یہ سستا سودا نہیں ہے۔کیوں بھائی، اگر کسی عورت کو آتا دیکھ کر نظر نیچی کر لی تو کیا جان سے مر گئے؟ آدھی جان لے کر اللہ تعالیٰ نظر کی حفاظت کی برکت سے جان میں سو جان عطا کرتا ہے، ایسی تجارت کہاں ہے، کون ہے ایسا کریم مالک۔نظر بچانے کا مزہ اگر حقیقت میں کھل جائے تو واللہ کہتا ہوں کوئی بدنظری نہ کرے اگر نظر بچانے کا مزہ پا جائے، بس ہمت کرو، ہمت اللہ نے دی ہے۔

اِصلاح سے محرومی کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ جو اہل اللہ کے ساتھ رہے اور اس کی اصلاح نہ ہو یہ دلیل ہے کہ وہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو نہیں توڑتا اور چھپ چھپ کر گناہ کرتا ہے۔

فریبِ مجاز

ارشاد فرمایا کہ مجاز زبردست دھوکہ ہے۔دیکھو! سولہ سال کے لڑکے پر ایک شخص عاشق ہو گیا۔اس کے تِل پر سمرقند و بخارا فدا کر رہا ہے۔

وہی لڑکا جب پچاس سال کا ہوگیا، بال سفید ہوگئے تب وہ آیا اور اس نے کہا کہ سمرقند و بخارا آپ مجھ پر فدا کرنے کے لیے کہا کرتے تھے اب سمرقند و بخارا کا کچھ حصہ ہی دے دیجئے، بخارا نہ دے سکیں تو سمرقند دے دیجئے، سمرقند نہ دے سکیں تو بخارا دے دیجئے کیونکہ آج کل کڑکی ہے، کنبہ بڑا ہے، بارہ پوتوں کا دادا ہوں، نونواسوں کا نانا ہوں۔ تو قدیم عاشق نے کہا کہ اب میں بخارا تو کیا آلو بخارا بھی نہیں دے سکتا۔ اس نے کہا کیوں؟ کہا کیونکہ تجھ کو دیکھ کر بخار آرہا ہے۔ تو جو فانی چیزیں ہیں ان پر فدا ہونا اُلو پنا ہے، عشقِ مجازی کیا ہے، بیوقوفی، اُلو پن اور انٹرنیشنل گدھا پن ہے۔ ایسے ہی پندرہ سال کی لڑکی کو دیکھ کر بادشاہوں کی رال ٹپک رہی ہے لیکن جب وہ اسی سال کی ہو کے آئے گی، آنکھیں اندر دھنسی ہوئی، ناک چپٹی اور منہ سے رال بہہ رہی ہے اور لٹھیا ہاتھ میں ہے، کمر جھکی ہوئی ہے اور پونے گیارہ نمبر کا چشمہ لگا ہوا ہے، بتاؤ! اب رال بہے گی بادشاہوں کی؟ تو حسن کا یہ انجام ہونے والا ہے۔ وہ شخص انٹرنیشنل ڈنکی اینڈ منکی ہے جو حسنِ فانی پر مرتا ہے۔ عقل کی بین الاقوامی، انٹرنیشنل تعریف انجام بینی ہے۔ جو انجام پر نظر رکھے وہ عقلمند اور جو انجام پر نظر نہ رکھے وہ بے وقوف ہے، بین الاقوامی بے وقوف ہے، اور اللہ باقی ہے جس پر کبھی فنا نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہی عقلمند ہیں۔

دعا کرو کہ اے اللہ! جو کچھ میں نے بیان کیا اس پر سب سے پہلے مجھے توفیق دیجئے، ہمت عطا فرمائیے عمل کرنے کی اور میرے سب دوستوں کو، میرے متعلقین کو اور ان کے متعلقین کو توفیق دیجئے اور اپنی محبت میرے دل میں اور میرے دوستوں کے دل میں اور میرے متعلقین کے دل میں اتنی زیادہ ڈال دیجیے کہ آپ کے ہر حکم پر عمل کرنا آسان ہوجائے، نظر کی حفاظت کیا چیز ہے جان دینا بھی آسان ہوجائے۔ ہمیں جذب فرما کر اپنا بنالے، عمل کی توفیق

عطا فرمادے اور خاص کر مشکل پرچہ آنکھوں کی حفاظت بالکل آسان کردے اور آنکھ کھولنا حسینوں کے سامنے مشکل کردے اور آنکھ بچانا آسان کردے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

۸؍صفرالمظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ

آج مغرب کے بعد حضرت والا کی زیارت کے لیے آنے والوں کا مجمع بہت زیادہ تھا تقریباً دو ہزار آدمی تھے جو مدرسۃ البنات کے بڑے ہال میں نہیں سما سکتے تھے اس لیے مولانا یونس پٹیل صاحب کی درخواست پر حضرت والا مسجدِ نور تشریف لے گئے اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک حضرت والا کے ارشادات جاری رہے۔ درمیان میں مولانا منصور الحق ناصر صاحب انگریزی میں ترجمہ فرماتے رہے۔

۹؍صفرالمظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۱؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز اتوار

مجلس در پارک ڈربن بوقتِ صبح

آج بروز اتوار اسٹینگر کے لیے روانگی کا نظم تھا۔ حضرت والا حسبِ معمول فجر کے بعد ڈربن کے (Botonical Garden) میں سیر کے لیے تشریف لے گئے جہاں زائرین کا بہت بڑا مجمع تھا۔ پارک کے اندر تقریباً ایک ہزار آدمی تھے۔ حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب نے فرمایا کہ ڈربن کی تاریخ میں پارک میں مسلمانوں کا اتنا بڑا مجمع کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب امریکی کے سہارے کچھ دیر چہل قدمی فرمانے کے بعد حضرت اقدس آرام دہ کرسی پر تشریف فرما ہوئے جس پر نرم گدّے لگادیئے گئے تھے اور سامنے قالینوں پر پورا مجمع بیٹھ گیا، موسم میں خوشگوار خنکی تھی اور ہوا بھی نرم سیر تھی۔

منہ پر تعریف کے متعلق حدیث کی تشریح

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے:

﴿اِذَا مُدِحَ الْمُؤْمِنُ فِیْ وَجْھِهٖ رَبَا الْاِیْمَانُ فِیْ قَلْبِهٖ﴾

(کنز العمال، ج: ۱، رقم الحدیث: ۱۰۴۱)

جب مومنِ کامل کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ چونکہ اس کا ایمان کامل ہوتا ہے تو تعریف سے اس کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔ وہ اپنی تعریف کو اللہ کی تعریف سمجھتا ہے، اپنی تعریف نہیں سمجھتا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تعریف کی صرف چار قسمیں ہیں، پانچویں کوئی قسم نہیں ہے اور چاروں اللہ کے لیے خاص ہیں۔ تعریف کی قسمیں یہ ہیں۔ (۱) بندہ بندے کی تعریف کرے۔ (۲) بندہ اللہ کی تعریف کرے۔ (۳) اللہ بندے کی تعریف کرے۔ (۴) اللہ خود اپنی تعریف کرے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریفیں اللہ کے لیے خاص ہیں۔ اگر کسی کمہار کے برتن کی تعریف کی جائے تو اصل میں وہ کمہار کی تعریف ہے۔ مٹی کے برتن بنانے والے کو کمہار کہتے ہیں۔ اگر کوئی برتن پھولنے لگے کہ واہ میری تعریف کی جارہی ہے تو یہ اس کی حماقت ہے۔ اسی لیے جو خام اور کچے لوگ ہیں، غیر عارف ہیں وہ اپنی تعریف سے پھول جاتے ہیں۔ اگر اندیشہ ہو کہ گدھے کی طرح پھول جائیں گے تو ایسوں کے سامنے ان کی تعریف نہ کرے لیکن تعریف مطلق منع نہیں ہے۔ اسی لیے حدیث پاک میں ہے کہ اِذَا مُدِحَ الْمُؤْمِنُ فِیْ وَجْھِهٖ رَبَا الْاِیْمَانُ فِیْ قَلْبِهٖ کہ جب مومن کی تعریف کی جاتی ہے اور مومن سے مراد مومنِ کامل ہے کیونکہ اَلْمُطْلَقُ اِذَا اُطْلِقَ یُرَادُ بِهِ الْفَرْدُ الْکَامِلُ جب کوئی چیز مطلق بولی جائے تو مراد اس کا فردِ کامل ہوتا

ہے۔ معلوم ہوا کہ مومنِ کامل کو تعریف سے ضرر نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہوتا ہے اور اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ یہ میری تعریف نہیں ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ کی تعریف ہو رہی ہے جس نے مجھے بنایا ہے۔ اس کو اپنی حقارت اور اللہ کی عظمت کا استحضار بڑھ جاتا ہے۔ اگر تعریف مطلق منع ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ فرماتے کہ تعریف سے مومن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ بڑے بڑے اکابر نے اپنے لائق شاگرد کی جلسوں میں تعریف کی ہے کہ ہمارا یہ شاگرد ماشاء اللہ بہترین طالبِ علم ہے، بہت لائق ہے، بڑا ذہین ہے، بہت متقی ہے وغیرہ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب تمہارے منہ پر کوئی تعریف کرے تو اس کے منہ میں مٹی ڈال دو۔ تو کیا آپ نے کبھی دیکھا کہ جب استاد نے کسی شاگرد کی تعریف کی تو وہ شاگرد مٹی تلاش کرنے لگا ہو اور پڑیا میں مٹی لا کر استاد سے کہا ہو کہ استاد جی منہ کھولو، میں آپ کے منہ میں مٹی ڈالوں گا۔

منہ کھولنے پر ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ کراچی میں ایک علاقہ ہے لالو کھیت۔ وہاں ایک پٹھان نے دیکھا کہ ایک آدمی مچھر کی دوا بیچ رہا تھا اور ایک گھنٹہ میں سو روپے کما لیے۔ اس نے سوچا کہ ہم دن بھر بلاک ڈھوتے ہیں، خون پسینہ بہاتے ہیں تو سارے دن میں دس روپے ملتے ہیں لہٰذا چلو ہم بھی قسمت آزمالیں۔ اس نے راکھ کی پچاس پڑیاں بنا کر تھیلے میں رکھ لیں اور کہا کہ یہ پڑیا مچھروں کی دوا ہے، ایک مچھر نہیں رہ سکتا۔ دو روپے کی ایک پڑیا ہے مچھروں سے نجات دلانے والی۔ وہیں ایک لکھنؤ کے آدمی شیروانی پہنے بٹن لگائے ہوئے کھڑے تھے۔ وہ بھی پٹھان کے چکر میں آ گئے اور دو روپے کی پڑیا لے لی۔ جب مجمع ختم ہو گیا تو لکھنؤ والے صاحب کو خیال آیا کہ میں نے اس کا طریقۂ استعمال تو پوچھا ہی نہیں، وہ دوڑے اور پٹھان کو پکڑ کر پوچھا کہ اس کی ترکیبِ استعمال تو بتا دو کہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ تم اتنا بھی نہیں جانتا،

عجب بے وقوف آدمی ہو۔ ارے مچھر کو پکڑو، پھر اس کا منہ کھولو، ایسا مافک (موافق) کھولو۔ جب منہ کھول دے تو پڑیا اس کے منہ میں ڈال دو۔ پھر بھی اگر نہ مرے تو ہمارے پاس لاؤ، ہم مارے گا، ہم ذمہ لیتا ہے۔ ایسے ہی حرام کا دو روپیہ ہم تھوڑی لیتا ہے۔

تو منہ پر تعریف کرنا مطلق منع نہیں ہے۔ اس کا حکم بہت وسیع ہے لیکن لوگ سمجھتے نہیں۔ تنگ نظر، تنگ دل، تنگ عقل بے وقوفی کی بات کرتے ہیں حالانکہ بڑے بڑے اکابر نے اپنے چھوٹوں کی تعریف کی ہے۔ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے صحابہ کی تعریف فرمائی۔ ایک دفعہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فرمایا جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ کے ماموں تھے کہ سعد میرے ماموں ہیں، لائے کوئی میرے ماموں جیسا اپنا ماموں! اور فرمایا کہ سعد یہ تیر لو اور اس کافر کو مارو جس نے مسلمانوں کا دل جلا رکھا ہے۔ انہوں نے نشانہ لیا تو وہ کافر دھڑام سے گر پڑا اور اس کی لنگی کھل گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں کھل گئیں اور حضرت سعد ابن ابی وقاص کی آپ نے تعریف فرمائی کہ میرے سعد کا تیر خطا نہیں کرتا اور دعا فرمائی:

﴿اَللّٰهُمَّ سَدِّدْ سَهْمَهٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَهٗ﴾

(کنز العمال، ج:۸، رقم الحدیث: ۳۶۶۴۴)

یا اللہ! اس کا نشانہ صحیح فرما اور اس کی دعا قبول فرما چنانچہ صحابہ اس وجہ سے ان کی تعریف کرتے تھے اور ان سے دعائیں کراتے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے مستجابُ الدعوات ہونے کی دعا فرمائی۔

اسی طرح کافروں کے مقابلہ میں حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشعار سنائے تو آپ نے فرمایا ماشاء اللہ اور دُعا دی:

﴿اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾

(صحیح البخاری، ج: ۱، باب الشعر فی المسجد، رقم الحدیث ۴۳۴)

اے اللہ! جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ ان کی مدد فرما۔ احادیث میں خلفاء راشدین اور دوسرے کتنے صحابہ کی تعریفیں ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ میں اور اسماءُ الرِّجال میں سب لکھا ہوا ہے۔

یک من علم را دہ من عقل باید یعنی ایک من علم سمجھنے کے لیے دس من عقل چاہیے۔ منہ میں مٹی ڈالنے کا مطلب یہ نہیں ہے جو عام لوگ سمجھتے ہیں کہ منہ پر تعریف کرنا مطلق منع ہے۔ اس حدیث کی شرح بڑی کتابوں میں ہے کہ جو لوگ تعریف کر کے دنیوی نفع یا مال حاصل کرتے ہیں ان کی تعریفوں کا کوئی اثر نہ لو، دوسرے کی تعریف سے اپنے کو کچھ نہ سمجھو کہ ہم واقعی ایسے ہیں بلکہ سمجھو کہ سب اللہ کی تعریف ہو رہی ہے۔ کوئی بڑا تعریف کرے تو سمجھو کہ یہ ان کی دعا ہے اور جو تعریف اپنے دنیوی فائدہ مال وغیرہ کے لیے کرے تو اس سے متأثر نہ ہو، نہ اس کو کوئی انعام دو تو گویا اس کے منہ میں تم نے مٹی ڈال دی۔

تقویٰ کے بعض انعام

ارشاد فرمایا کہ ایک بات بتائیے کہ کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے سب کام آسان ہو جائیں؟ اور کیا چاہتے ہیں کہ کوئی مشکل نہ پیش آئے اور ہر مشکل سے نکل جائیں اور تیسرے کیا آپ چاہتے ہیں کہ روزی ایسی جگہ سے ملے کہ جہاں آپ کو سان وگمان بھی نہ ہو؟ مجمع نے عرض کیا کہ ضرور چاہتے ہیں تو فرمایا کہ اگر یہ چاہتے ہیں تو تقویٰ اختیار کیجئے گناہوں کو چھوڑ دیجئے۔ یہ میں نہیں کہتا، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہے:

﴿وَمَنْ یَّتَّقِ اللہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا﴾

(سورۃ طلاق، آیت: ۴)

جوتقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے کاموں میں آسانی کر دیتا ہے اور:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجاً﴾

(سورۃ طلاق، آیت: ۲)

جو گناہوں سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مشکل اور پریشانی سے مخرج (Exit) عطا فرما دیتے ہیں اور ہر مشکل سے نکال دیتے ہیں اور:

﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

(سورۃ طلاق، آیت: ۳)

اور متقی کو ایسی جگہ سے روزی دیتے ہیں جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس لیے جب کوئی مشکل پیش آئے تو سوچو کہ کوئی گناہ تو نہیں ہو گیا خصوصاً اِس زمانہ میں آنکھ کا گناہ جو ہے بڑے بڑے لوگ مقطع صورت، گول ٹوپی رکھتے ہوئے اس گناہ میں مبتلا ہیں اِلّا ماشاء اللہ۔ بہت کم لوگ ہیں جو بدنظری سے بچتے ہیں کیونکہ اس کو معمولی گناہ سمجھتے ہیں۔ اگر یہ معمولی گناہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کا حکم نازل نہ کرتے اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو آنکھوں کا زِنا نہ فرماتے اور ناظر اور منظور کو لعنت کی بد دعا نہ دیتے۔ بس آج سے توبہ کرلو اور ارادہ کرلو کہ ایک نظر بھی خراب نہیں کریں گے، کرسچن عورت ہو یا مسلمان عورت کسی کو نہیں دیکھیں گے۔ دانت پیس کر نفس سے کہو کہ اے نفس ظالم ہم تیرا خون پی لیں گے۔ اگر اس کو تکلیف ہوتی ہے تو ہونے دو کیونکہ نفس دشمن ہے۔ بتایئے! دشمن کی تکلیف سے آپ خوش ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر دشمن خوش ہو اور مسکرا رہا ہو تو آپ ڈر جاتے ہیں کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے اور دشمن غمگین ہو اور رو رہا ہو تو آپ خوش ہوتے ہیں۔ نفس روئے تو خوش ہو جاؤ کہ دشمن کا رونا ہی اچھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا دشمن تمہارے پہلو میں ہے۔ اس کو جتنی بھی تکلیف ہو ہونے دو۔ نفس کی تکلیف کو آپ اپنی تکلیف کیوں سمجھتے ہیں۔ یہ آپ کو تکلیف نہیں ہورہی ہے آپ کے دشمن کو ہورہی ہے۔ جس تکلیف سے اللہ مل جائے وہ مبارک تکلیف ہے، اللہ کے مقابلہ میں کوئی تکلیف کچھ نہیں ہے۔ اللہ ملتا ہے نظر بچانے سے، خوب سمجھ لو اللہ ملتا ہے نظر بچانے سے۔

پھر کہتا ہوں، درد دل سے کہتا ہوں کہ نظر خراب کر کے اللہ کو نہ چھوڑیئے، ان مردہ لاشوں کی خاطر اللہ کو ناراض نہ کیجئے، سوچو کہ مردہ لاش کو دیکھا اور اللہ کو چھوڑا۔ آہ! کیا کھویا اور کیا پایا؟ اللہ کے بدلہ میں مردہ کو لے لیا۔ یہ سب مردہ ہیں یا نہیں؟ گل سڑ کے ختم ہو جائیں گے۔ جو کل مریں گے آج ہی سمجھ لو کہ مرے ہوئے ہیں۔ ان مردہ لاشوں کی چمک دمک کو مت دیکھو کہ عارضی ہے، اللہ کو دیکھو کہ کتنا حسین ہے، اس کا حسن پائیدار ہے، لازوال ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے لیکن اللہ اُسی کو ملتا ہے، اللہ کے حسنِ غیر فانی اور جمالِ لازوال کا اِدراک اُسی دل کو ہوتا ہے جو اللہ کے خوف سے ان حسینوں سے نظر بچاتا ہے مَنْ تَرَکَھَا مَخَافَتِیْ پر یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ کا وعدہ ہے۔ یاد رکھو کہ نظر بچانے سے دل کی آرزو ٹوٹ جاتی ہے، شدید غم ہوتا ہے کیونکہ ان حسینوں میں حسن اور کشش اللہ ہی نے رکھی ہے تو اس کو چھوڑنے کے بدلہ میں اپنی ذاتِ پاک کو دے دیا کہ تم ہماری مٹھاس اور شیرینی کو پا جاؤ گے، یجد کا لفظ فرمایا کہ تم واجد ہو گے اور تمہارے دل میں اللہ موجود ہوگا۔ یہ خیالی باتیں نہیں ہیں، یہ ظنّیات نہیں ہیں یقینیات ہیں۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عمل کر کے دیکھو اللہ کو موجود پاؤ گے اور اس کی حلاوت کو محسوس کرو گے۔ لہٰذا گناہوں سے بچو، اللہ تعالیٰ نے تقویٰ میں ہر کام کی آسانی رکھی ہے اور مشکلات و مصیبت کی دوری رکھی ہے اور رزق بے حساب رکھا ہے۔

اللہ کا اسم اور مسمّٰی لازم وملزوم ہے

اس کے بعد پارک سے واپسی ہوئی کیونکہ ناشتہ کے بعد اسٹینگر روانگی کا نظم تھا۔ حضرت والا، مولانا یونس پٹیل صاحب کے مدرسہ میں اپنے کمرہ میں تشریف لائے اور احقر راقم الحروف کو طلب فرمایا کہ میر کہاں ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ دوسرے کمرہ میں ہے۔ فرمایا کہ بلاؤ میر کو کہ تمہارا نام لیا جارہا ہے۔ اسم حاضر مسمّٰی غائب۔ پھر فرمایا کہ اللہ کا نام ایسا پیارا ہے کہ جہاں ان کا اسم ہوتا ہے مسمّٰی بھی وہیں ہوتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ضروری نہیں کہ اسم کے ساتھ مسمّٰی لازم ہو۔ ممکن ہے کہ اسم ہو اور مسمّٰی نہ ہو لیکن صرف اللہ کا نام ہے کہ مسمّٰی بھی وہیں ہوتا ہے۔ جہاں بھی اللہ کا نام لو اللہ وہاں موجود ہوتا ہے۔

ناشتہ کے بعد ساڑھے آٹھ بجے صبح جنوبی افریقہ کے اس سفر کے داعی حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کے خلیفہ جناب یوسف ڈیسائی صاحب کے شہر اسٹینگر کے لیے روانگی ہوئی اور دس بجے کے قریب یوسف صاحب کے مکان پر آمد ہوئی، عصر سے مغرب اور مغرب سے عشاء تک حضرت والا نے مجلس فرمائی۔

شب ۱۰؍ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۱؍ اپریل ۲۰۰۲ء بروز اتوار مجلس بعد مغرب بر مکان جناب یوسف ڈیسائی صاحب اسٹینگر

عذابِ الٰہی

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو دنیا ہی میں جہنم کا مزہ چکھنا ہو وہ ظالم عشقِ مجازی میں جری ہوجائے اور کسی اَمرَد یا کسی لڑکی کے عشق میں مبتلا

ہو جائے۔ اس لیے فرمایا کہ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے اور انسان یہ بھی نہیں سوچتا کہ جو آج لڑکا ہے وہ کل نانا ابو ہونے والا ہے۔ جب وہ نانا ابا بن جائے گا، چھوٹے چھوٹے بچے اس کو نانا کہیں گے کیا تب بھی تم اس سے کہو گے کہ میں تم پر عاشق ہوں؟ افسوس ہے کہ انسان کو مستقبل کا خیال نہیں آتا، بس بل کا خیال ہوتا ہے۔ بل کے لیے بلبلاتا ہے اور تل کے لیے تلملاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی لڑکی خوبصورت ہے تو وہ نانی اماں ہونے والی ہے، پھر کیا منہ اس قابل رہے گا، پھر کیا نانی اماں کو منہ دِکھا سکو گے۔ لڑکا نانا ابا ہونے والا ہے، دادا ابا ہونے والا ہے، لڑکی نانی اماں اور دادی اماں ہونے والی ہے۔ پھر کہاں جاؤ گے اپنا کالا منہ لے کر۔

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی
ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

اس لیے مستقبل پر نظر رکھو کہ آئندہ کیا ہوگا، اس وقت نقد تو مزہ ہے لیکن آئندہ تو عذابِ الٰہی ہے اور نقد بھی عذاب ہے۔ عاشقِ مجاز کو نقد عذابِ الٰہی ملتا ہے کہ تڑپتا رہتا ہے، اسی میں جلتا رہتا ہے، نیند بھی نہیں آتی، سکون بھی چھن جاتا ہے۔ میرا ایک شعر ہے۔

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغز دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشق مجازی کے مزے کیا لوٹے

عاشقِ مجاز کے دل پر ہر وقت عذاب رہتا ہے اور دنیا میں بھی عزت نہیں ملتی۔ اللہ کے عاشقوں کے جوتے اٹھائے جاتے ہیں اور مجاز یعنی غیر اللہ کے عاشقوں کے سر پہ جوتے مارے جاتے ہیں، کتنا فرق ہے۔ اللہ کے

عاشقوں کے جوتے اٹھانا ہر شخص اپنی سعادت سمجھتا ہے اور غیر اللہ سے دل لگایا کسی لڑکے سے کسی لڑکی سے اور اس کے ماں باپ یا بھائیوں کو پتہ چل گیا تو اس کے سر پر جوتے ماریں گے۔ یہ کیا کم لعنت ہے؟

حسنِ مجازی سے نجات دلانے والا شعر

ارشاد فرمایا کہ میرا امریکہ کا سفر ہو رہا تھا تو جرمنی کے فرینکفرٹ ائیر پورٹ پر ایک لڑکی بہت ہی نازک، بہت ہی شوخ، بہت ہی بدتمیز اس نے اس قدر آفت مچادی کہ ہمارے احباب پریشان ہو گئے، کبھی بے ضرورت آ کر منہ سے منہ ملا کر بات کرتی پھر مڑ کر جاتی اور پیچھا دِکھاتی۔ میں نے کہا کہ اس کو دیکھو ہی مت اور آنکھ بند کر کے میرا شعر پڑھو لیکن دیکھو مت کیونکہ دیکھنے کے بعد عقل خراب ہو جاتی ہے، کوئی فائدہ قرآنِ پاک اور حدیثِ پاک کا نہیں پہنچے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَا رَأَیْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِیْنٍ اَذْھَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَا کُنَّ الخ﴾

(صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۴۴، کتاب الحیض، باب ترک الحیض الصوم)

عورتیں آدھی عقل کی ہیں مگر پوری عقل والوں کی عقل اُڑا دیتی ہیں اور دیکھنے سے جب عقل ہی سلامت نہیں رہے گی تو جو گناہ کر لے وہ کم ہے تو میں نے کہا کہ اُدھر دیکھو مت اور آنکھ بند کر کے میرا یہ شعر پڑھو، دیکھنے سے شعر کا فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ شعر یاد کر لو، بڑے کام کا ہے۔ میرا شعر کوئی ہنسی مذاق کے لیے نہیں ہے، اِصلاح کے لیے ہے ؎

آگے سے موت پیچھے سے گو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

عورتوں کے آگے سے موت نکلتا ہے اور پیچھے سے گو اور یہی حال لڑکوں کا بھی ہے اور عورتیں تو کسی وقت حلال ہو سکتی ہیں مثلاً شوہر مر گیا، آپ نے نکاح کے

لیے پیغام دے دیا، اس نے قبول کرلیا، ایجاب وقبول ہوگیا اور کام بن گیا لیکن لڑکا کبھی حلال نہیں ہوسکتا، جتنی زیادہ عمر ہوگی اتنی ہی زیادہ اس کی حرمت سمجھ میں آجائے گی، جیسے جیسے عمر بڑھے گی بابا بنا پھر دادا بنا پھر پردادا بنا پھر قبر میں ختم ہوگیا پھر اپنے منہ پر جوتے مارنے کو دل چاہے گا کہ ہم نے کہاں اپنی زندگی ضائع کی۔ لیکن اس وقت پچھتانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ عین شبابِ حسن کے وقت نظر کو بچالو، غم اٹھالو اور اس غم کے بدلہ میں اللہ کو پالو، دونوں جہان بنالو۔

خوبصورت الفاظ، گندے معانی

ارشاد فرمایا کہ ان مجازی شاعروں نے امت کا اور بیڑا غرق کردیا۔ خوبصورت الفاظ کے پیچھے مطلب گندا ہوتا ہے۔ غالب نے کہا تھا ؎

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

معشوق نے پوچھا کہ غالب صاحب کیا مدعا ہے؟ کہا کہ مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کہا کچھ تو کہیئے، آپ خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے، اس نے کہا کہ آپ کا جو مقامِ نفرت ہے وہی میرا مدعا ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا نالائق تو بدمعاشی کرنا چاہتا ہے۔ جوتا نکال کر دس لگائے گا، پھر عاشق صاحب غزل بغل میں دبا کر سر سہلاتے ہوئے بھاگیں گے۔ میر اشعر ہے ؎

میر نے اس بت کا جب پیچھا کیا
کرب و غم نے میر کا پیچھا کیا
اپنے پیچھے کا جو غم دیکھے ہے میر
اس کے پیچھے کا نہ پھر پیچھا کیا

حضرت مولانا منصور الحق صاحب نے اس شعر کا مفہوم اور غالب

کے شعر کی حضرت والا کی مندرجہ بالا شرح کا انگریزی میں ترجمہ کر کے حاضرین کو سنایا۔

حفاظتِ نظر حفاظتِ قلب کا ذریعہ ہے

ارشاد فرمایا کہ جو آنکھوں کو بچالے تو دل کا بچانا آسان ہے کیونکہ دل آنکھ کے تابع ہے۔ جب آنکھ سے بدنگاہی کرتا ہے تب دل گندا ہوتا ہے اور گندے خیالات آنے شروع ہو جاتے ہیں، جو آنکھ بچالے گا اس کا دل بھی پاک رہے گا۔ دل اللہ کا گھر ہے اگر تم کسی کو مہمان بنانا چاہتے ہو تو کیا اس کو گندی جگہ ٹھہراتے ہو جہاں بلی کتے کا گو ہو یا مردے لیٹے ہوں؟ جہاں کہیں مردہ لیٹا ہوتا ہے تو تم بھی پسند نہیں کرتے کہ وہاں کھانا کھاؤ۔ یہ دل اللہ کا گھر ہے اور ان ہی کا بنایا ہوا ہے اور تم نے مُردوں کی محبت سے اس کو ناپاک کر دیا تو اللہ پاک ہے وہ ناپاک گھر میں نہیں آتا۔ لہٰذا دل کو پاک رکھو اور سکھ کی نیند سو، گناہوں سے بچو اور چین سے رہو۔ سکھ کی نیند سو، نہ ویلیم فائیو کی ضرورت ہے نہ ویلیم ٹین کی ضرورت ہے، جو اللہ کو راضی رکھتا ہے چین سے رہتا ہے۔

نسخۂ ولایت

ارشاد فرمایا کہ چار باتوں پر جو عمل کر لے گا ان شاء اللہ ولی اللہ ہو کے مرے گا، ولی اللہ ہوئے بغیر نہیں مرے گا۔ ان میں دو اسٹرکچر (Structure) اور دو فنشنگ (Finishing) ہیں۔ اسٹرکچر کیا ہے؟ ایک مشت ڈاڑھی رکھنا اور ٹخنہ کھول کے رکھنا اور فنشنگ ہے نظر کی حفاظت اور دل کی حفاظت۔ ڈاڑھی کا اور ٹخنہ کھولنے کا حکم عورتوں کے لیے نہیں ہے مگر آج کل کراچی میں عورتیں درزی سے کہتی ہیں کہ مُلّا کٹ شلوار بناؤ۔ جنہیں ٹخنہ

چھپانے کا حکم ہے وہ کھول رہی ہیں اور جنہیں ٹخنہ کھولنے کا حکم ہے وہ چھپا رہے ہیں۔ اسی طرح ڈاڑھی عورتوں کے لیے نہیں ہے اس لیے ان کے نکلتی ہی نہیں مگر ایک بات ہے کہ ڈاڑھی رکھنے کا ثواب ان کو مل سکتا ہے۔ کیسے؟ اگر وہ اپنے مردوں سے کہہ دیں کہ تمہارا ڈاڑھی منڈانا مجھے بہت برا معلوم ہوتا ہے تو عورت کی بات کا بہت زیادہ اثر پڑے گا۔ مولویوں کی چار گھنٹے کی تقریر اور عورت کا ایک جملہ برابر ہے۔ اگر وہ کہہ دے کہ ڈاڑھی منڈانے سے تم بندر معلوم ہوتے ہو، شیرنی معلوم ہوتے ہو، شیر نہیں معلوم ہوتے تو کسی عورت کے بار بار کہنے سے اگر کسی مرد نے ڈاڑھی رکھ لی تو اس عورت کو ڈاڑھی رکھنے کا ثواب مل جائے گا، ایک سنت کو زندہ کرنے کا ثواب مل جائے گا۔

حل اللغات

مزاحاً فرمایا کہ ایک مضمون ہے جس کو حل اللغات کہتے ہیں۔ **Husband** کے معنی بتا دوں؟ جو بیوی کو دیکھ کر ہنسے اور بینڈ بجائے اور بیاہ کے معنی ہیں کہ بے آہ ہوگیا، بیوی کے لیے آہ آہ کر رہا تھا، بیوی آگئی تو آہ ختم ہوگئی، بے آہ ہوگیا۔ بیاہ کے معنی ہیں بے آہ۔ دوسری لغت سنئے کہ ماموں کے کیا معنی ہیں؟ ماں کی طرح منہ، ماں کا سگا بھائی ہوتا ہے تو بھائی بہن میں مشابہت ہوتی ہے ماموں جس کا ماں کی طرح منہ ہے۔ بیوہ کے معنی یہ ہیں کہ جس کی ہر وقت واہ واہ ہوتی تھی اب شوہر مر گیا تو بے چاری بے واہ ہوگئی۔ اب واہ کیسے کہے گی۔ بیوہ بے واہ تھا اور میکہ کے معنی ہیں مائی کے۔ بیوی میکہ جا رہی ہے یعنی مائی کے جا رہی ہے۔ گجرات کے لوگ بیت الخلاء کو جاجرو کہتے ہیں۔ وہ بہت صحیح کہتے ہیں کیوں کہ پائخانہ جب صاف ہو جاتا ہے تو بادشاہ کی طرح چہرہ ہو جاتا ہے، جارج معنی بادشاہ اور رو معنی چہرہ جب پائخانہ صاف ہوگیا تو چہرہ

اب بادشاہ کی طرح ہوگیا۔ **Businessman** جس کی نس نس بزی ہو، فرصت نہ ملتی ہو۔ جو کموڈ پر بیٹھتا ہے چیئر مین **(Chairman)** ہو جاتا ہے۔

۱۰ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۲ اپریل ۲۰۰۲ء بروز دوشنبہ

مجلس بر ساحل سمندر راسٹینگر بوقت سیر بعد فجر

حدیث وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ الخ کی عجیب شرح

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ قدسی کی تعریف ہے ھُوَ الْکَلَامُ الَّذِیْ یُبَیِّنُہُ النَّبِیُّ بِلَفْظِہٖ وَیُنْسِبُہٗ اِلٰی رَبِّہٖ حدیثِ قدسی وہ حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے بیان ہو اور نبی اس کی نسبت اللہ کی طرف کردے کہ اللہ نے یوں فرمایا۔ اس حدیث کے ہر لفظ میں بڑے بڑے اسرار پوشیدہ ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَآبِّیْنَ فِیَّ وَ الْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَ الْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَ الْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ﴾

(موطا مالک، باب ما جاء فی المتحابین فِیَّ)

میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں، ان کی آپس میں محبت کا سبب میں ہوں، نہ رشتہ داری، نہ قرابت داری، نہ بزنس پارٹنری کسی قسم کا رشتہ نہیں، نہ ملکی، نہ علاقائی، نہ لسانی، کوئی انگریزی بول رہا ہے، کوئی عربی بول رہا ہے، کوئی اردو مگر میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کر رہے ہیں تو ان کو اپنی محبت عطا کرنا میرے ذمہ واجب ہو جاتا ہے ؎

میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو
اک قلبِ شکستہ ترے قابل لیے ہوئے

قلب کب شکستہ ہوتا ہے؟ جب اس کی ڈیمانڈ پوری نہ ہو یعنی اس کو مثل سانڈ کے آزادی نہ دے۔ سانڈ ہر کھیت میں منہ ڈالتا ہے، اس کو تمیز نہیں کہ میرا ہے یا کسی اور کا ہے۔ آزادی سے کھاتا ہے مگر اتنی لاٹھیاں پاتا ہے کہ سارا جسم زخمی ہوتا ہے اتنا ذلیل وخوار ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ کسی لڑکے کے چکر میں رہتے ہیں اور بعض عورتوں کے چکر میں۔ عورت کی محبت فطری ہے مگر جائز ناجائز اس میں بھی ہے اور لڑکوں کا تعلق بالکل غیر فطری ہے، اس کو تو زندہ رہنے کا حق نہیں ہے، شرعی عدالت میں اس کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ عہدِ صحابہ میں اس فعل میں کبھی کوئی شخص پکڑا جاتا تو اس کو قتل کردیا جاتا۔ اس لیے سانڈ کی طرح نفس کی ہر ڈیمانڈ پوری نہ کرو۔ جب اس کی ڈیمانڈ پوری نہیں کروگے، گناہ کے تقاضے پر عمل نہیں کروگے تب ایک ٹوٹا ہوا دل سینہ میں ہوگا اور ٹوٹے ہوئے دل میں پھر اللہ کی محبت آتی ہے۔ جب غیر اللہ کی محبت نکلتی ہے پھر اللہ کی محبت اور اللہ والوں کی محبت آتی ہے۔

اللہ والوں کی محبت ذریعہ ہے اللہ کی محبت کا۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ میری محبت ان کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو آپس میں میرے لیے محبت رکھتے ہیں اور محبت کا مقام قلب ہے لیکن قلب بغیر قالب کے چل نہیں سکتا۔ قلب کی سواری قالب ہے۔ جس سے اللہ کے لیے محبت ہے اس کے پاس قالب پر بیٹھ کے قلب جائے گا۔ قلب جسم کا بادشاہ ہے۔ اسی لیے جب قلب خراب ہوجاتا ہے تو جسم کا سارا ملک خراب ہوجاتا ہے، جس کا قلب خراب ہوگیا اس کی آنکھیں بھی خراب، کان بھی خراب، زبان بھی خراب، ہاتھ بھی خراب، سارے اعضاء خراب ہوجاتے ہیں یعنی تمام اعضاء سے خراب اعمال صادر ہونے لگتے ہیں:

﴿اِنَّ فِی الۡجَسَدِ مُضۡغَةً اِذَا صَلَحَتۡ صَلَحَ الۡجَسَدُ كُلُّهٗ وَ اِذَا

فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلاَ وَ هِيَ الْقَلْبُ﴾

(صحیح بخاری، ج: ۱، باب فضل من استبرأ لدینه)

جب قلب خراب ہوجاتا ہے پورا جسم خراب ہوجاتا ہے اور جب قلب صحیح ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح ہوجاتا ہے۔ اسی دل میں اللہ والوں کی محبت ہوتی ہے اور جب دل میں محبت ہوتی ہے تو اس سے ملنے بھی جاتا ہے۔ معلوم ہوا تجالس کا سبب تحابب ہے۔ اگر کوئی گھر بیٹھا رہے، اپنے شیخ کے پاس نہ جائے اور خط لکھتا رہے کہ مجھے آپ سے بہت عشق ہے تو یہ محبت خام ہے۔ اگر محبت کامل ہوتی تو ضرور ملتا اسی لیے مُتَحَابِّیْنَ فِیَّ کے بعد وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ ہے کہ دل میں محبت ہو تب مجالست مفید ہے۔ اگر دل میں محبت نہیں ہے ایسے ہی بیٹھا ہوا ہے تو مجالست منافقت ہے اور مجالست بدونِ محبت سے نفع نہیں ہوگا۔ اسی لیے دل کی محبت کو مقدم کیا کہ اصل قلب کی محبت ہے۔ محبت دل میں ہو اور محبت بھرا دل لیے ہوئے کسی اللہ والے کے پاس بیٹھو تو جب دل محبت سے لبریز ہوگا پھر جامِ تبریز ملے گا۔ محبت سے لبریز دل، محبت بھرا دل ہو، دل میں محبت ہی محبت ہو اور محبت سے دل کا کوئی گوشہ خالی نہ ہو تو جتنی تیز محبت ہوگی اتنا ہی تیز جامِ تبریز ملے گا، تیز والا نشہ ملے گا۔ فرمایا کہ میری محبت واجب ہوجاتی ہے کس کے لیے؟ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور محبت جتنی ہوگی اس کے بدلہ میں اتنی ہی محبت ملے گی۔ وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ سے معلوم ہوا کہ محبت احساناً واجب تو ہوجاتی ہے مگر محبت کی مقدار نہیں بتائی گئی پس جو لوگ اپنے شیخ سے جتنی زیادہ محبت کریں گے اتنی ہی زیادہ اللہ کی محبت ملے گی پھر وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ ہے اور یہاں مجالست کی بھی مقدار نہیں بتائی گئی پس جتنی زیادہ مجالست ہوگی اتنی ہی زیادہ محبت ملے گی اور جتنی محبت ہوگی اتنی ہی تیز والی اللہ کی محبت ملے گی اور مجالست کا نفع محبت پر ہے یعنی

بقدرِ محبت مجالست کا نفع ہوگا۔ اگر محبت معمولی ہے تو نفع بھی معمولی ہوگا اور جس کو زیادہ محبت ہوگی اس کو مجالست سے زیادہ نفع ہوگا۔ اور اس کے بعد فرمایا وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ جو آپس میں زیارت کرتے رہتے ہیں یعنی بیوی بچوں کو چھوڑ کر بالکل شیخ کے پاس ہی نہ بیٹھ جائیں کہ صاحب متجالسین کا لفظ ہے اس لیے ہم تو مستقل شیخ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں لیکن متزاورین فرما کر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتدال پیدا کر دیا کہ بیوی بچوں کا حق بھی یاد رکھو۔ پیر پر ایسے عاشق نہ ہو جاؤ کہ بیوی بچے بھوکے مر رہے ہیں اور پیر کو گالیاں دے رہے ہیں کہ مریدوں کو پھنسا لیتا ہے۔

زیارت کے معنیٰ یہ ہیں کہ مسلسل مجالست نہ رہے، کبھی ہو کبھی نہ ہو ورنہ وہ زیارت کہاں رہی۔ ایک جعلی پیر اپنے مرید کے یہاں آیا۔ وہ جاتا ہی نہیں تھا، روزانہ مرغی کھلانا پڑتی تھی۔ ایک دن مرید بہت زار و قطار رونے لگا۔ پیر صاحب نے پوچھا کیوں رو رہا ہے بے وقوف! کہا کہ ارے اب آپ کبھی نہیں آئیں گے۔ کہا کہ کیوں نہیں آؤں گا ضرور آؤں گا۔ کہا کہ نہیں اب آپ کبھی نہیں آئیں گے۔ کہا یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہا کہ جب آپ جائیں گے نہیں تو آئیں گے کیسے؟

تو جلوس مقید ہے زیارت سے، مسلسل مت رہو، آؤ جاؤ زیارت کرتے رہو۔ ایک دفعہ چالیس دن رہ لو پھر بعد میں گاہ گاہ آتے رہو اور خط و کتابت کرتے رہو۔ اس کے بعد وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ ہے کہ آپس میں میرے نام پر ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ ایک شخص کا کتا مر رہا تھا اور وہ شخص رو رہا تھا۔ پوچھا کہ بھئی کیا بات ہے کیوں روتے ہو؟ کہا میرا کتا بھوک سے مر رہا ہے۔ اس کے سر پر ٹوکرا تھا جس میں سو روٹیاں تھیں۔ کہا کہ ٹوکرے میں اتنی روٹیاں ہیں، ان میں سے کچھ دے دو۔ کہا کہ روٹیوں میں پیسے لگے ہیں اور آنسو مفت کے ہیں۔ اللہ کے لیے

آپس میں محبت رکھنے والے ایسے نہیں ہوتے بلکہ ایک دوسرے پر اللہ کی محبت میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ حدیث کی شرح ہوگئی کہ محبت کو مقدم کیوں کیا۔ محبت اگر نہیں ہے تو بیٹھنا بیکار ہے اس لیے محبت پہلے ہے اور بعد میں مجالست ہے، پھر اس کے بعد مزاورت ہے کہ ایک دوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں اور اس کے بعد ہے کہ ایک دوسرے پر خرچ بھی کرتے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بِجَلَالِیْ کہ میرے جلال، عظمت اور بزرگی کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ ملا علی قاری نے اِشکال کیا کہ بِجَمَالِیْ کیوں نہیں فرمایا تو فرمایا کہ کتنے لوگ پھر جمال کی وجہ سے نفسانی محبت میں مبتلا ہوجاتے اس لیے بِجَلَالِیْ کی قید لگادی کہ صوفیاء پاکیزہ ہوتے ہیں اِنَّھُمْ مُنَزَّھُوْنَ عَنْ شَائِبَۃِ النَّفْسِ وہ شائبہ نفس سے بھی محفوظ رہتے ہیں، کسی سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے محبت نہیں کرتے اس لیے بِجَمَالِیْ نہیں فرمایا بِجَلَالِیْ فرمایا کہ میری عظمت باعث ہو محبت کا، میری عظمت سببِ محبت ہو، حسنِ ظاہری سبب نہ ہو۔ بِجَمَالِیْ اگر ہوتا تو لوگ انگریزوں سے مرید ہوجاتے کہ جب ظاہر کی چمڑی اتنی سفید ہے تو باطن کتنا سفید ہوگا، مگر اس کا عکس ہے کہ دل کفر سے کالا ہے اور کھال اُجلی ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ کسی اللہ والے سے محبت کا سبب صرف جمال ہو جیسے حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین تھے۔ ایک بڈھے نے ان سے بیعت کی جس کی عمر اسی برس تھی اور حضرت مظہر جان جاناں چالیس سال کے تھے تو لوگوں نے بدنام کیا کہ آپ کو کوئی بوڑھا پیر نہیں ملا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ آپ حسن پرست ہیں تو اس نے کہا ؎

جس کے دردِ دل میں کچھ تاثیر ہے
گر جواں بھی ہے تو میرا پیر ہے

مجلس بعد مغرب بر مکان یوسف ڈیسائی صاحب بمقام اسٹینگر

صالحین کی صحبت کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ صالحین کی صحبت اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب ہے کہ پانچ وقت کی جماعت واجب کردی اگر کوئی مسجد میں جماعت سے نماز نہ پڑھے تو فاسق اور نافرمان ہوجائے گا۔ پھر جمعہ فرض کردیا کہ صالحین کی اور بڑی جماعت ملے، پھر عیدین کی جماعت واجب کردی تاکہ اور بڑی جماعت ملے اور حج وعمرہ میں بین الاقوامی عاشقوں سے ملو۔ یہ تو دنیا کا حال ہے کہ صالحین سے ملتے رہو، لیکن جنت میں صالحین کی صحبت کو جنت پر مقدم فرمایا فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ پہلے میرے خاص بندوں سے ملاقات کرو وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ بعد میں جنت کی نعمتوں سے استفادہ کرنا۔ میرے خاص بندے جنت سے افضل ہیں۔ عِبَادِیْ میں یاءِ نسبتی لگی ہوئی ہے کہ یہ میرے خاص ہیں کیونکہ دنیا میں یہ کسی کے نہ ہوئے، نفس کے نہیں ہوئے، شیطان کے نہیں ہوئے، معاشرہ کے نہیں ہوئے، میرے بن کے رہے تو ان کو میں کیوں نہ کہوں کہ یہ میرے خاص ہیں لہٰذا فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ پہلے میرے مقبولین سے ملاقات کرو وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ جنت بعد میں ہے۔ جب میرے خاص بندوں سے مل چکو پھر جنت کی نعمتوں کے مزے اُڑاؤ، میرے خاص بندے جنت سے افضل ہیں کیونکہ وہ اللہ کو لیے ہوئے ہیں، جنت کی نعمتوں کا پیدا کرنے والا ان کے دل میں ہے تو ان سے ملاقات گویا میری ملاقات ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جنت مکان ہے اور اہلِ جنت اس کے مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ اس سے دنیا اور آخرت دونوں

جہان میں اہل اللہ کی صحبت کی اہمیت ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ یکتائی اور بے مثل محبوبیت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی پیارا نہیں ہے۔ بیوی بچے سب کچھ ہیں مگر سب سے پیارا اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے پیاری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کچھ نہیں تھا تب بھی اللہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت کی شراب ازلی اور ابدی ہے اور جنت ابدی تو ہے مگر ازلی نہیں ہے۔ نہیں تھی پھر اللہ نے پیدا کی اور اب کبھی فنا نہیں ہوگی اس لیے ازلیت کی مٹھاس سے وہ محروم ہے، شانِ ازلیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے لہٰذا جب جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو ٹکٹکی باندھ کر سب اللہ کو دیکھتے ہوں گے، اس وقت اہلِ جنت کو جنت یاد بھی نہیں آئے گی، نہ جنت، نہ جنت کی حوریں، نہ شراب کی نہریں، کوئی نعمت یاد نہیں آئے گی ؎

وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

ترے جلووں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

حالانکہ جنت کی حوروں میں اتنی کشش ہے کہ حدیث میں ہے کہ اگر ان کے آنچل کا ذرا سا حصہ دنیا میں ظاہر ہو جائے تو ساری دنیا بے ہوش ہو جائے لیکن جب اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو کوئی حور یاد نہیں آئے گی۔ معلوم ہوا کہ حوروں سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ دلکش اور محبوب ہیں کیونکہ جنت اور جنت کی نعمتیں مخلوق

ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات خالق ہے تو مخلوق خالق کے برابر کیسے ہوسکتی ہے۔ اس لیے ہر وقت دیدار نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ بندے جنت کی نعمتوں کی بھی قدر کریں۔ اگر ہر وقت دیدار ہوتا تو کون ظالم تھا جو حوروں میں مشغول ہوتا کیونکہ حوریں اس کو یاد بھی نہ آتیں اس لیے دیدار کبھی کبھی ہوگا تاکہ اہلِ جنت جنت کے مزے بھی اُڑائیں۔ میرا ایک شعر ہے ؎

دنیا سے مر کے جب تم جنت کی طرف جانا
اے عاشقانِ صورت حوروں سے لپٹ جانا

اللہ تعالیٰ سے مصافحہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ اور ملاقات کی کوئی صورت نہیں ہے سوائے اس کے کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ پر مرید ہوجائے تو اس شیخ کا ہاتھ اپنے شیخ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا اپنے شیخ کے ہاتھ میں اور یہ سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک تک پہنچتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا **یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ** اے صحابہ! تم جو میرے نبی کے ہاتھ پر بیعت ہو رہے ہو تو اس کو تم نبی کا ہاتھ مت سمجھو، وہ اللہ کا ہاتھ ہے۔ اس طرح اللہ کا مصافحہ ہوا کہ نہیں؟ اس واحد طریقہ کے علاوہ اللہ سے مصافحہ کا طریقہ کوئی ہمیں بتادے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ صحیح معنوں میں اللہ والا ہو، متبع سنت، متبع شریعت ہو، سلسلۂ بزرگان کا صحبت یافتہ واجازت یافتہ ہو، اس کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد آجائیں۔ اس کے تمام کردار، اطوار، گفتار، رفتار سب ایسے ہوں کہ ان کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد آجائے یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا متبع ہو، متبع شریعت ہو، متقی ہو، ایسے کمینہ فعل میں مبتلا نہ ہو کہ دیکھ کر جی چاہے کہ اس کے منہ پر تھوک دو اور جوتے لگاؤ کیونکہ

اگر تقویٰ نہ ہوا تو اس کی صحبت سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے معنی ہیں کہ جو تقویٰ میں صادق ہیں ان کے ساتھ رہو تو تم بھی متقی ہو جاؤ گے۔ پس جو متقی نہیں اس کے ساتھ رہنے کا حکم نہیں ہے۔

پیٹر میرٹز برگ کا سفر

جناب یوسف ڈیسائی صاحب کے مکان پر اسٹینگر میں دو دن قیام کے بعد مولانا منصور الحق صاحب کی درخواست پر حضرت والا نے ۲۳ اور ۲۴/اپریل کو ان کے شہر (**Peter Maritzburg**) کا سفر قبول فرمالیا اور فون پر پیٹر میرٹز برگ حضرت والا کی آمد کی اطلاع کر دی گئی۔

مورخہ ۲۳/اپریل ۲۰۰۲ء بروز منگل آٹھ بجے صبح (**Peter Maritzburg**) کے لیے حضرت والا کی روانگی ہوئی اور صبح دس بجے کے قریب شہر میں آمد ہوئی۔

حضرت والا سفر سے بہت تھک گئے تھے اس لیے عصر کے بعد کی مجلس نہیں ہوئی۔ عصر کے بعد معلوم ہوا کہ مجمع بہت بڑا ہے جو مکان پر نہیں آ سکتا اس لیے مسجد موسوم بہ (**Mountainrise**) میں بعد نمازِ مغرب حضرت مرشدی مدظلہ العالی کی مجلس تجویز ہوئی۔ مغرب کی نماز کے بعد وھیل چیئر پر حضرت والا مسجد تشریف لائے۔ مولانا منصور الحق صاحب نے حضرت والا کی نعت ''یہ صبح مدینہ یہ شام مدینہ'' پڑھی۔ اس کے بعد حضرت والا نے اچانک خطبہ مسنونہ پڑھا تو سامعین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی چونکہ ناسازیِ طبع کی وجہ سے بیان کی کوئی امید نہیں تھی۔ یہاں حضرت والا نے عظیم الشان وعظ ''عظمتِ رسالت'' بیان فرمایا جو طبع ہو چکا ہے۔ اس لیے وہ یہاں شائع نہیں کیا جارہا البتہ اس کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کہ اے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے آپ کا نام بلند کر دیا۔ بلند کر دیں گے نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ بلند کر دیا۔ وعدہ نہیں ہے کہ آئندہ بلند کر دیں گے، اس کا انتظار کیجیے۔ انتظار کی تکلیف ہم آپ کو نہیں دینا چاہتے، اپنے محبوب کو کوئی تکلیف دیتا ہے؟ اس لیے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ازل سے ہی ہم نے آپ کا نام بلند کر دیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ اس کی تفسیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جس نے قرآنِ پاک نازل کیا اسی نے اس کی تفسیر حدیثِ قدسی میں فرمائی کہ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِیْ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو تیرا ذکر بھی کیا جائے گا، میرے نام کے ساتھ تیرا نام بھی لیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص ایک کروڑ مرتبہ میرا نام لے اور تیرا نام نہ لے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہے لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ نہ کہے یعنی اللہ پر ایمان لائے لیکن رسول اللہ پر ایمان نہ لائے تو اس کی توحید قبول نہیں ہے۔ وہ لوگ سن لیں جو اپنے کو موحد سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا، رسالت کی تعظیم اور تصدیق توحید کے لیے ضروری ہے۔ جب اللہ کی عظمت بیان کی جائے اور رسول اللہ کی عظمت بھی بیان کی جائے تب توحید کامل ہوتی ہے یعنی عظمت اللہ اور عظمتِ رسول اللہ دونوں کی تصدیق کا نام توحیدِ کامل ہے۔ اللہ کی عظمت کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کی تصدیق کی جائے۔ جتنا بڑا ملک ہوتا ہے اس کا سفیر اتنا ہی بڑا ہوتا ہے۔ دیکھئے اگر امریکہ کا سفیر آجائے تو دنیوی حکومتوں میں زلزلہ مچ جاتا ہے۔ سب لوگ ڈر جاتے ہیں کہ بھئی اس کے خلاف کوئی کام نہ کرو اور یہ تو محض دنیاوی عزت ہے کہ ملک بڑا ہے۔ یہ کوئی عزت نہیں محض دنیاداری ہے۔

لیکن اس مثال سے معلوم ہوا کہ ملک کی عظمت سے سفیر کی عظمت ہوتی ہے۔ رسول، اللہ کا سفیر ہوتا ہے۔ پس جب اللہ عظیم الشان ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ کا رسول بھی عظیم الشان ہے اور یہ بات سو فیصد یقینی ہے کہ اگر کوئی عمر بھر لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھتا رہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ نہ کہے یعنی آپ کی رسالت پر ایمان نہ لائے تو یہاں علماء بیٹھے ہوئے ہیں وہ بتائیں کہ اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ (مجلس میں موجود علماء نے عرض کیا کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جامع) کیونکہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تو اس نے مانا لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ تسلیم نہیں کیا جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے اٰمِنُوْا بِاللہِ وَ رَسُوْلِہٖ یعنی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانا لازم کردیا۔ پس جس نے رسالت کا انکار کیا اس نے اللہ کے حکم کا انکار کیا اس لیے منکرِ رسالت کافر ہے۔ عظمتِ رسالت کا انکار اللہ کا انکار ہے۔ اسی کو مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اللہ کا انکار ہے انکارِ محمد
اقرار ہے اللہ کا اقرارِ محمد

اسی لیے حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ جب میرا نام لیا جائے گا تو اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرا نام بھی لیا جائے گا۔ جب کوئی موذن اَشْھَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہے گا تو اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ بھی کہے گا۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

اب مرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

یہ عاشقوں کی عزت ہے، عاشقوں کو اللہ نے یہ درجہ دیا ہے، اللہ اپنے عاشقوں کو عزت دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا اللہ کا عاشق کوئی نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں اللہ کے سب سے

بڑے عاشق ہیں، آپ جیسا عاشق ہونا ناممکن ہے، آپ جیسا اللہ کا عاشق نہ کوئی ہوا، نہ کوئی ہے اور نہ قیامت تک ہوگا۔ اسی لیے آپ کو یہ اعزاز ملا کہ اِذَاذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ جب میرا نام لیا جائے گا تو تیرا نام بھی لیا جائے گا۔ اگر میرا نام لیا جائے اور تیرا نام نہ لیا جائے تو ایسی زبان سے میں اپنا نام بھی قبول نہیں کروں گا، تیرے انکار کو میں اپنا انکار قرار دوں گا۔

بیت اللہ اور روضۂ مبارک میں فاصلہ کی عجیب حکمت

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ہجرت فرض نہ کی جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روضۂ مبارک بھی وہیں بنتا جہاں کعبہ شریف ہے تو اللہ بھی مل جاتا اور رسول اللہ بھی۔ تو میں نے اس کا جواب دیا کہ دل ایک ہے، اس کے دو ٹکڑے نہیں ہوسکتے، اگر روضۂ مبارک بھی مکہ مکرمہ میں ہوتا تو عاشقوں کے دل کے ٹکڑے ہوجاتے۔ جب طواف کرتے تو دل لگا رہتا کہ کب روضۂ رسول اللہ پر جاکر صلوٰۃ وسلام پڑھیں اور جب روضۂ مبارک پر جاتے تو دل لگا رہتا کہ کب کعبہ شریف جائیں۔ تو کعبہ شریف اور روضۂ مبارک کے درمیان دل کے دو ٹکڑے ہوجاتے۔ دیکھو رکوع کے بعد سجدہ فوراً فرض نہیں کیا، پہلے قومہ کا حکم دیا کہ کھڑے ہوجاؤ، کچھ فاصلہ کرلو۔ فصل کے بعد وصل کی قدر ہوتی ہے۔ اگر رکوع کے ساتھ ہی بغیر قومہ کیے سجدہ کا حکم ہوجاتا تو مزہ نہ آتا۔ تھوڑا سا فاصلہ کردیا تاکہ فراق سے تڑپ کر پھر سجدہ کرو تو سجدہ کا مزہ آجائے گا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف میں اور مدینہ شریف میں فاصلہ کردیا، تقریباً پانچ سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے تاکہ جب کعبہ میں رہو تو کعبہ والے پر قربان ہوجاؤ اور جب مدینہ جاؤ تو روضۂ رسول اللہ پر فدا ہوجاؤ۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی۔ سب بات کتاب ہی میں نہیں ملتی، کچھ آسمان سے بھی ملتی ہے۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

آج تو بیان کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا اور کوئی مضمون بھی ذہن میں نہیں تھا مگر بس اللہ کے بھروسہ پر مضمون چل پڑا اور بیان ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ میں بیمار آدمی ہوں، تھک بھی گیا ہوں لہٰذا اب آرام کروں گا۔ آخر میں حضرت والا نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہم سب لوگوں کو جذب فرمالے اور اپنا بنالے۔ اگر ہم اپنی نالائقی کی وجہ سے آپ کا نہ بھی بننا چاہیں تو ہماری نالائقی کو معاف کر دے اور جذب فرما کر ہم سب کو اللہ والا بنا دے۔ جتنے آدمی بھی اس مجمع میں ہیں ایک آدمی بھی ایسا نہ ہو جو اللہ والا نہ بنے۔ یا اللہ! مجھ سمیت اس مجمع کو سو فیصد اللہ والا بنا دے اور میرے جو احباب یہاں نہیں ہیں ان کے لیے بھی میری اس دعا کو قبول فرمالے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

۱۳؍ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۵؍ اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات

آج کے دن زمبیا کا سفر تجویز تھا۔ مولانا رشید صاحب اور مولانا اقبال صاحب حضرت والا کی ہمراہی کے لیے زمبیا سے ڈربن تشریف لائے اور مستقل ساتھ رہے۔

زمبیا روانگی

دو دن پیٹر میرٹز برگ میں قیام کے بعد آج نمازِ فجر پڑھ کر صبح چھ بجے ڈربن کے لیے کار سے روانگی ہوئی اور ڈربن سے ساڑھے سات بجے ہوائی جہاز سے جوہانسبرگ کے لیے روانگی ہوئی اور نو بجے کے قریب جوہانسبرگ ایئرپورٹ پر آمد ہوئی جہاں سے زمبیا کے لیے سیٹیں بک تھیں۔ ساڑھے دس بجے صبح جہاز نے زمبیا کے لیے پرواز کی اور ساڑھے بارہ بجے

زمبیا کے دارالحکومت (Lusaka) ائیر پورٹ پر ہمارا جہاز اترا۔ ائیر پورٹ سے مولانا رشید صاحب کے مکان پر حضرتِ اقدس تشریف لائے۔

نمازِ مغرب کے لیے حضرتِ اقدس جامع مسجد تشریف لے گئے اور بعد مغرب متفرق مضامین ارشاد فرمائے جن میں سے بعض یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

۱۳؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۵؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعرات، بعد نمازِ مغرب، جامع مسجد Lusaka زمبیا

اہل اللہ کی اذیت کا وبال

ارشاد فرمایا کہ کعبہ کے بتوں کو نبی نے نکالا۔ کعبہ میں خود بتوں کو نکالنے کی صلاحیت نہیں تھی اور کافر لوگ کعبہ شریف میں تین سو ساٹھ بت کیوں رکھتے تھے؟ اپنے زعم میں برکت کے لیے اور بتوں کی کھوپڑیوں پر شہد لگا دیتے تھے لیکن مکھیاں سارا شہد چاٹ جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایسے بتوں کو پوجتے ہو جو اپنا مال مکھی سے نہیں چھڑا سکتے۔ مکھیاں ان کی کھوپڑیوں سے شہد چاٹ کر بھاگ جاتی ہیں اور تمہارے معبود ان کو پکڑ نہیں سکتے ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ تم ایسے کمزور اور لچر بتوں کی پرستش کرتے ہو جو اپنی منڈی ہوئی کھوپڑیوں کے شہد کو مکھیوں سے نہ چھڑا سکیں۔ جس طرح کعبہ سے بتوں کو نبی نے نکالا اسی طرح ہمارے دلوں میں جو غیر اللہ کے چلتے پھرتے بت چھپے ہوئے ہیں، ہم نے اپنی جن خواہشوں کو خدا بنا رکھا ہے، اللہ والا ان کو نکالتا ہے اس لیے اللہ والوں کو خصوصاً اپنے شیخ کو خوش رکھنا اس راہ میں ضروری ہے۔ اللہ والوں کو اذیت دینا بہت زیادہ محرومی کی بات ہے۔ اللہ والوں کو اذیت دینے والا سخت خطرہ میں ہے کہ اللہ کا اگر غضب نازل ہو گیا

تو دل سے کلمہ ہی نکل جائے گا اس لیے جس کو بار بار کہا جائے کہ یہ کام نہ کرو پھر وہی کرنا کمینہ پن اور کم بختی کی بات ہے۔ کوشش کرو کہ شیخ جو کام دے اس کو پورا کرو مثلاً کسی سے کہے کہ صبح و شام یہ ہدایت نامہ پڑھا کرو، اس میں کوتاہی کرنا مرید کی نالائقی اور کمینہ پن ہوگا، اس لیے پابندی سے اس کا اہتمام کرو۔ یہ سمجھ لو کہ اللہ والوں کو دُکھ دینا چاہے غیر شعوری طور پر ہو، غیر ارادی طور پر ہو بلکہ چاہے اخلاص سے ہو بہت مضر ہے۔

دیکھو جن لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوا پلائی تھی جس کو آپ نے منع فرمایا تھا لیکن آپ بے ہوش ہوگئے تو بعض صحابہ نے غلبۂ محبت میں وہ دوا پلا دی، اس سے آپ کو ناگواری ہوئی، جب آپ کو ہوش آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے مجھے کڑوی دوا پلائی ہے ان سب کو وہی پلا دو ورنہ عذاب آ جائے گا، مجھے کیوں اذیت دی۔ بتایئے دوا پلانے میں اخلاص تھا یا نہیں؟ سو فیصد اخلاص تھا، صحابہ نے اخلاص ہی سے دوا پلائی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے مقبولین کی طبعی تکلیف پر اخلاص بھی پسند نہیں، اپنے مقبول بندوں کی طبعی تکلیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اخلاص کو بھی پسند نہیں کیا چنانچہ مقبولین کی طبیعت کو خوش رکھنا اخلاص سے بھی اونچا مقام ہے۔

علماءِ دین اللہ کے نبی کے وارث ہیں، وہ امت کے قلوب سے غیر اللہ کے بتوں کو نکالتے ہیں چاہے ہر سال نفلی حج کرنے جاؤ، کتنی ہی تہجد و اِشراق پڑھ لو لیکن اصلاح کسی اللہ والے سے ہوگی۔

۱۴؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۶؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعہ، بعد نمازِ فجر، بمقام لوساکا دارالحکومت زمبیا

فجر کی نماز پڑھ کر کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد حضرت مرشدی دام

ظلہم العالی حسبِ معمول سیر کے لیے تشریف لے گئے اور (Metro Spot Club) کے میدان میں مندرجہ ذیل ملفوظ ارشاد فرمایا:

حسن کی طرف میلان کے باوجود تقویٰ سے رہنا کمال ہے

ارشاد فرمایا کہ حسینوں سے نظر نیچی کرنے میں جس کو گرانی اور تکلیف نہ محسوس ہو اس کا ولی اللہ ہونا تو درکنار وہ انسان بھی نہیں ہے، اس لیے کہ نظر بچانے کا جو انعام ہے وہ اسی تکلیف کی وجہ سے ہے۔ علامہ جوزی نے لکھا ہے کہ بصارت کی تکلیف کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے بصیرت کا حلوہ دے دیا۔ پس جس کی بصارت میں تکلیف نہ ہوئی تو معلوم ہوا یہ انسان نہیں ہے، اس کا کیسا دل ہے کہ حسینوں سے نظر نیچی کرنے میں گرانی محسوس نہیں کرتا، یہ انسانی دل نہیں ہے حیوانی دل ہے۔ اس لیے وہ لوگ مایوس نہ ہوں جن کو گرانی محسوس ہوتی ہے۔ گرانی کا محسوس ہونا عین فطرت ہے لیکن گرانی کو برداشت کرنا اور اللہ کے سامنے سر ڈال دینا، اللہ کا حکم مان لینا ہی تو کمالِ مجاہدہ ہے اور انعام یہ ہے کہ آنکھوں کی مٹھاس لے کر دل کو اپنے قرب سے میٹھا کر دیا۔ میرے ایک دوست عالم نہیں تھے لیکن بڑے باپ کے بیٹے تھے، انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے جب میں نظر نیچی کرتا ہوں تو میرے دل میں مٹھاس محسوس ہوتی ہے کیونکہ نظر نیچی کرنے سے اللہ کی اطاعت لازم آتی ہے اور اللہ کی ہر فرمانبرداری کے ہر عمل کی جزا الگ الگ ہے۔ دل بادشاہ ہے اور غضِ بصر میں دل کو تکلیف ہوتی ہے اور بادشاہ جب اللہ کے راستہ میں مزدور بن جاتا ہے تو اس کو اجر بھی عظیم الشان دیتے ہیں۔ بادشاہ کو اجر بھی بادشاہ کے شایانِ شان دیا جاتا ہے چنانچہ اس کو اللہ تعالیٰ نظر کی حفاظت پر حلاوتِ ایمانی، اپنے قرب کی مٹھاس عطا فرماتے ہیں۔ نظر بچانے سے جو دل میں خون بہا تو اس

کے خوں بہا میں اللہ نے اپنی ذات کو پیش کیا ہے۔ایک آدمی کسی کو قتل کردے تو اس قتل کے بدلہ میں قاتل کو قتل کردیا جاتا ہے یا وارثوں کی مرضی سے خوں بہا بصورتِ رقم دیا جاتا ہے لیکن نظر کی حفاظت میں جو دل کا خون ہوا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کا خوں بہا میں ہوں۔حلاوتِ ایمانی کیا ہے؟ حلاوتِ ایمانی سے مراد اللہ کی ذات ہے اَبْدَلْتُهٗ اِیْمَاناً یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ حلاوتِ ایمانی کا اور کیا ترجمہ آپ کریں گے سوائے اس کے کہ اللہ خود مل جاتا ہے۔اس مجاہدہ سے اس کے دل کا عالم بدل جاتا ہے۔عالمِ بُعد سے وہ عالمِ قرب میں آجاتا ہے۔ دل جسم میں بادشاہ ہے اس لیے اس کی محنت پر اس کا معاوضہ اور مزدوری بھی زیادہ ہونی چاہیے۔اسی لیے حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے اور وعدہ بھی ایسا ہے یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ یعنی اپنے قلب میں وہ پالے گا حلاوت کو یعنی وہ واجد ہوجائے گا اور حلاوتِ ایمانی موجود ہوجائے گی۔اس پر عمل کر کے تو دیکھو خالی سننے سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔یہ سننے کی بات نہیں ہے، عمل کرنے کی بات ہے مثلاً ائیر ہوسٹس سے نگاہ بچالو تو پتہ چلے گا کہ کیا تکلیف ہوئی اور کیا ملا۔

پھر مولانا منصور الحق صاحب سے اشعار پڑھنے کے لیے فرمایا۔انہوں نے یہ غزل پڑھی جو ہوائی جہاز میں انہوں نے کہی تھی اور جب انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

دے دے دیارِ مرشدِ محبوب کا پتہ
بادِ صبا تو اڑتی ہے لے کر کدھر مجھے

حضرت والا نے یہ شعر پسند فرمایا اور تمام سامعین نے بھی پسند کیا اور مولانا کو مختلف لوگوں نے ہدایا دیئے تو حضرت نے فرمایا کہ پہلے زمانہ میں بڑے بڑے اولیاء اللہ کسی شعر سے خوش ہوجاتے تھے تو شاعر کو لوگ نذرانہ دیتے تھے آج ماشاء اللہ بزرگوں کی ایک سنت زندہ ہوگئی، اولیاء اللہ کا ایک طریقہ زندہ ہوا۔

اس کے بعد فرمایا کہ بس اب چلنا چاہیے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ ہم

سب کو غضِ بَصَر کی ہمت دے دے اور مجھے اور میرے دوستوں کو اپنی ذاتِ پاک پر جان فدا کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

شب ۱۴؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۵؍اپریل ۲۰۰۲ء جمعرات

بر مکان مولانا رشید احمد صاحب (زمبیا)

عشاء کے بعد کچھ لوگ حضرت والا سے ملاقات کے لیے تشریف لائے اس وقت مندرجہ ذیل ملفوظ ارشاد فرمایا۔

حسینوں کا پوسٹ مارٹم

ارشاد فرمایا کہ نظر باز سمجھتا ہے کہ میں بڑے مزے میں ہوں، حلوہ مل رہا ہے لیکن حلوہ کس چیز کا، پیشاب پاخانے اور گو کا۔ دنیاوی حسینوں کا جسم پیشاب پاخانے اور گُو کا حلوہ ہے، اوپر سے چاندی کا ورق لگا دیا گیا ہے، اس کا نام گوری ہے۔ گوری کی حقیقت کیا ہے؟ گُو موُت پیشاب پاخانے اور گندی ہوا پر چاندی کا ورق لگا دیا۔ یہ امتحان ہے جس کی وجہ سے سب عیب چھپا ہوا ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کے جسموں میں کوئی سوراخ ایسا بنا دیتا جس سے ہر وقت بدبو آتی تو ناک دینا مشکل ہو جاتا۔ اس امتحان کو اگر امتحان نہ سمجھا اور ان پر فریفتہ اور مست رہے تو ایک دن موت آئے گی اور عاشق و معشوق دونوں خاک میں مل جائیں گے اور اللہ سے محروم ہو جائیں گے، ان آنکھوں کی حرکت کی وجہ سے اللہ سے محروم ہو جائیں گے۔ اگر آپ آج ہی سے ہمت کر لیں کہ ایک نظر بھی خراب نہیں کریں گے چاہے جان چلی جائے، جان دے دیں گے مگر اللہ کو ناراض نہیں کریں گے تو اطمینان رکھیے جان سلامت رہے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے قرب سے وہ

مستیاں، وہ کیف ملے گا کہ بادشاہوں کو خواب میں بھی نظر نہیں آسکتا، اللہ ہم سب کو ہمت دے اور ہیجڑہ پن اور لومڑی پن سے نجات بخشے۔ بدنظری کرنا ہیجڑہ پن اور لومڑی پن ہے، آج سے ہمت کرلیں کہ اے نفس اگر تو دیکھے گا تو تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔ ماریں نہیں دھمکی دیں۔ نفس بے وقوف ہے، دھمکی سے بھی ڈر جاتا ہے۔ سمجھے گا کہ کیا پتہ یہ ملا ایسا ہی کردے۔ بس آج سے ارادہ کرلو (حضرت والا نے روتے ہوئے فرمایا) کہ اگر یہ ایک عمل حفاظتِ نظر کا جاری ہوگیا تو میری نجات کے لیے کافی ہے۔ حفاظتِ نظر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اور بخاری شریف کی حدیث زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ اور مشکوٰۃ شریف کی روایت لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا ہے کہ اللہ لعنت فرمائے جو بدنظری کرتا ہو یا منظور ہو یعنی خود کو بدنظری کے لیے پیش کرے تو اللہ و رسول کا حکم توڑ کر کوئی فلاح پا سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا کیا بیکار جاسکتی ہے؟ چاہے نفلی عبادت کم کرو، چاہے وظیفے کم کرو مگر آنکھ کو خراب مت کرو۔ ایک لمحہ اللہ کو ناراض کرنا اتنا بدترین عمل ہے کہ اس سے بدترین عمل کوئی نہیں ہے۔ میرے دوستو! اس کا ارادہ کرلو کہ زندگی کی ہر سانس اللہ پر فدا کریں گے، زندگی اللہ نے اس لیے دی ہے کہ ایک سانس بھی ہم اللہ کو ناراض نہ کریں کیونکہ ان کو ناراض کرنا سب سے بڑی نمک حرامی، کمینہ پن اور بے حیائی ہے۔

وہ لوگ جو اتنے حسین ہوں کہ جس سے معلوم ہو کہ ہم مجاہدہ میں فیل ہوجائیں گے ان سے نظر بچا کر یہ شعر پڑھو تو ان شاء اللہ نظر محفوظ رہے گی ؎

آگے سے مُوت، پیچھے سے گُو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

یہ بتاؤ دنیا کا ہر حسین آگے سے موت اور پیچھے سے گو نکالتا ہے کہ نہیں؟ یہ

دوسری بات ہے کہ کسی وقت ڈھیلا ڈھالا نکالتا ہے جو ذرا جلدی نکل جائے گا اور کسی وقت سخت ہو گا تو ذرا زور لگانا پڑے گا مگر گو اور موت کے سوا کیا چیز نکلے گی؟ اگر ان کے سوارخ (سوراخوں) سے زعفران اور مشک نکلتا تو کتنے فقیر پیالہ لیے کہتے کہ بھئی ذرا سا ہگ دو، ذرا سا موت دو، میرے بچے بھوکے مر رہے ہیں، گھر میں آٹا نہیں ہے، ان حسینوں کا پوسٹ مارٹم کرکے دیکھو کہ حقیقت کیا ہے، خالی ان کے گال مت دیکھو، چہرہ کا ڈیزائن مت دیکھو، یہ دیکھو کہ اندر سے گو اور موت کے سوا کیا نکلتا ہے، جس میں گھسنے کو تم مرغوب سمجھتے ہو، گو اور موت کی جگہ کا تصور کیا کرو تو نفرت ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاؤ گے، میرے احباب نے اس شعر سے بہت نفع محسوس کیا ہے کہ ؎

آگے سے مُوت، پیچھے سے گُو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

اگر گو، موت کے بجائے کسی کے مشک و زعفران نکلتا ہو تو ہمیں بتاؤ! کوئی صاحب ہیں اس مجلس میں جن کے علم میں ہو کہ فلاں حسین مشک و زعفران ہگتا ہے اور عرقِ گلاب موتا ہے، بتاؤ! ان حسینوں کے پاس موت اور گو کے سوا کیا ہے؟ یہی بدبودار چیزیں ان کے پاس ہیں۔

بس سمجھ لو کہ گناہ کی حقیقت ہی بدبو ہے، وہ پست حوصلہ آدمی ہے جو گندی جگہ کا خیال کرتا ہے، بہت ہی ذلیل اور کمینہ ہوتا ہے اور جو اللہ والا ہوتا ہے وہ پاکیزہ طبیعت اور پاکیزہ خیالات کا حامل ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کا نام لیتا ہے اور اللہ پاک ہے، پاک نام لو گے تو دل میں پاکی پیدا ہو جائے گی۔ اللہ کا نام پاک ہے، اس کی پاکی بیان کریں گے تو اس کی برکت سے ہم پاک ہو جائیں گے، اللہ تو پاک ہے ہی ہم جو سبحان اللہ کہتے ہیں کہ اللہ پاک ہے تو اس کی برکت سے ہم پاک ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس معشوقوں اور حسینوں

کے پاس کیا ہے، جن کے لیے دنیا پاگل ہو رہی ہے۔ جب کوئی حسین ہگ رہا ہو تو اس کا گو چمچہ میں لے کر اس عاشق صاحب کے منہ میں زبردستی ڈالو تب ان کو معلوم ہوگا کہ ہم کس کے عاشق ہیں، اگر کوئی عاشق کسی حسین کا ایک پلیٹ گو کھالے اور ایک پیالہ پیشاب پی لے تب ہم جانیں کہ تم بڑے عاشق ہو، بڑے بڑے عاشق یہاں فیل ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم پناہ مانگتے ہیں ان گندی چیزوں سے، یہ ہے حسینوں کی حقیقت ؎

آگے سے مُوت، پیچھے سے گُو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

اس شعر کو پڑھو اور گو، موت میں اپنی زندگی ضائع مت کرو۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ میں نے تم کو کس لیے پیدا کیا تھا؟ کیا گو، موت پر فدا ہونے کے لیے میں نے تمہیں دنیا میں بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے تم کو ولی اللہ بنانے کے لیے پیدا کیا تھا، اپنا دوست بنانے کے لیے پیدا کیا تھا اِنْ اَوْلِیَآءُ هٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میرے ولی صرف متقی ہیں۔ تقویٰ نام ہے گناہ سے بچنے کا، گو موت سے بچنے کا، یہ مقامات ایسے ہیں کہ ان کے اندر گھسنے کے تصور ہی سے طبیعت متنفر ہو جاتی ہے اور پھر کچھ دن کے بعد ان حسینوں پر بڑھاپا آئے گا، عورت بھی اسّی برس کی ہو جائے گی، مرد بھی اسّی برس کا ہو جائے گا اور ان کا اِسٹرکچر ہل جائے گا۔ میرے اشعار ہیں ؎

جب ترا اے دوست اسٹرکچر ہلا
مجھ پہ رازِ حسنِ ڈسٹمپر کھلا
حسن جب چہرہ سے زائل ہو گیا
وہ نظر آیا مجھے بندر کھلا

ہاتھ پاؤں کانپنے لگیں گے، گردن ہلنے لگے گی، اب تصور کرو کہ

دونوں معانقہ کر رہے ہیں، ایک کی گردن اوپر سے نیچے ہل رہی ہے، دوسرے کی گردن دائیں سے بائیں، دونوں کا معانقہ مشکل ہوجائے گا۔ ایک کی گردن نفی میں ہل رہی ہوگی تو ایک کی اثبات میں، کبھی دورعشہ کے مریضوں کو معانقہ کرتے دیکھو تو سبق حاصل ہوجائے گا اور اگر لقوہ ہوگیا، منہ ٹیڑھا ہوگیا تو اگر وہ تم کو خود سے بھی بوسہ کی پیشکش کرے تو تم اس کا بوسہ نہیں لوگے حالانکہ ذات وہی ہے، سوا ریخ وہی ہیں مگر تاریخ اور جغرافیہ بدل گیا۔ حسن کا بگڑا ہوا جغرافیہ عاشقوں کی تاریخ بدل دیتا ہے اور ان کی ساری مستی نکال دیتا ہے۔

اس کے برعکس جو شخص کسی اللہ والے کا عاشق ہے، اپنے شیخ کا عاشق ہے، وہ شیخ کی محبت سے اللہ کا عاشق ہوجاتا ہے کیونکہ شیخ سے محبت اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے ہی کی جاتی ہے لیکن جو لوگ کسی شیخ سے دین نہیں سیکھتے وہ رات کی عبادت کے جواہرات تو لوٹ لیتے ہیں مگر دن میں نظر کی حفاظت نہیں کرتے تو رات کا سارا نور دن لے جاتا ہے، اس سے تو بہتر تھا کہ وہ فرض نمازیں جماعت سے پڑھتے اور دن بھر حفاظتِ نظر کا غم اُٹھاتے تو اس غم کے بدلہ میں اللہ اُن کو مل جاتا۔ بڑے بڑے حاجیوں کو، بڑے بڑے عابدوں کو دیکھا ہے کہ جب ائیر ہوسٹس آتی ہے مٹکتی، چمکتی، دندناتی اور بھاگتی، دوڑتی تو اس کے چلنے کی آواز سے ان کے کان کھڑے ہوجاتے ہیں۔

بس قابلِ مبارک باد ہیں وہ بندے جو اللہ کے خوف سے ان کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے، جن کے دل اللہ کی یاد سے جلے بھنے ہوتے ہیں اور جن کی آنکھیں اللہ کے عشق میں روتی ہیں، اِنہی دو آدمیوں کو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مبارک باد پیش کی ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی لکھی ہے جس میں ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار ہیں، ان ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار میں مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ان

دو آدمیوں کو مبارک باد دی ہے کسی اور کو مبارک باد نہیں دی، نہ تہجد گذاروں کو، نہ روزہ داروں کو نہ کسی اور کو، مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ان کو مبارکباد دیتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

اے ہمایوں دل کہ آں بِر یانِ اوست
اے خوشا چشمے کہ آں گِر یانِ اوست

وہ دل مبارک ہے، جو اللہ کے عشق میں جل بھن رہا ہے اور وہ آنکھیں مبارک ہیں جو اللہ کی یاد میں رو رہی ہیں۔ باقی سب الّو ہیں، جو مرنے والوں پر، مٹی کے ڈھیلوں پر مر رہے ہیں، یہ حسین چاہے کتنے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں مگر ہیں سب مٹی کے ڈھیلے۔ بس اگر مولانا کی مبارک باد لینا ہے تو دو کام کرو، اپنے قلب کو اللہ کے عشق میں جلا بھنا رکھو اور اللہ کے عشق میں رونا سیکھ لو تب تمہاری آنکھیں قابلِ مبارک باد ہوں گی اور یہ سب کب ہوگا؟ جب نظر کی حفاظت کریں گے۔ لاکھ تہجد، لاکھ اشراق، لاکھ اوّابین پڑھ لو لیکن اگر کسی عورت کو یا کسی لڑکے کو بری نظر سے دیکھ لیا تو پھر دیکھو کہ دل کی کیا حالت ہوتی ہے، دل بالکل ویران ہو جائے گا، تاریک معلوم ہوگا۔

یہاں پر میں ایک بات اور کہتا ہوں اور آپ کو یہ بات بتانے والے کم ہی ملیں گے کہ ایئر ہوسٹس کو پیار سے دیکھنا بھی حرام ہے اور غصہ سے دیکھنا بھی حرام ہے، یعنی پیار سے، محبت سے دیکھنا تو حرام ہے ہی مگر غصہ سے دیکھنا بھی حرام ہے کہ غصہ سے سُرخ آنکھیں نکال کر گھورتے بھی جا رہے ہیں اور اسے دیکھتے ہوئے ڈانٹتے بھی جا رہے ہیں کہ تم نے چائے لانے میں دیر کر دی، اس میں شکر کم ڈالی ہے یا مجھے پھیکی چائے دی، شکایت ہو رہی ہے، آنکھیں لال ہیں، مارے غصہ کے چور ہو رہے ہیں لیکن سمجھ لو کہ نفس اپنا کام کر گیا اور غصہ کے رنگ میں مزہ اڑا گیا۔

بس اللہ سے دعا مانگا کرو کہ وہ اپنے جذب سے ہم جیسے نالائقوں کو بدونِ استحقاق جذب فرما کر اپنا دوست بنالے اور اپنی رحمت سے اس میں دیر بھی نہ کرے، یا اللہ جو لمحہ ہمارا غفلت اور نافرمانی میں گذر رہا ہے اس کو بخش دیجئے۔

اے اللہ! غضِ بصر کی ہمت دے دے، قلب کی حفاظت کی ہمت دے دے، تمام گناہوں سے بچنے کی ہمت دے دے اور اپنی ذاتِ پاک پر اپنی جان فدا کرنے کی مجھے اور میرے دوستوں کو توفیق عطا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جذب فرما لے اور اللہ والا بنا دے اور بلا استحقاق اپنی رحمت میں ہم کو چھپا لے اور ہمارے عیوب کو چھپا لے اور اپنی محبت دے دے۔ تمام گناہوں کو چھوڑنے کی خاص کر نظر کی حفاظت کی ہمتِ شیرانہ عطا فرما دے یعنی ہم نفس سے کہہ سکیں کہ اے نفس! اگر تو نے کسی عورت کو دیکھا تو تیرا خون پی لوں گا جیسے شیر ہرن کا خون پی لیتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۱۴ ؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۶؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب، مجلس در جامع مسجد مدرسہ ھدایت الاسلام لوساکا (زمبیا)

اللہ تعالیٰ کی ولایت کا اسٹرکچر اور فنشنگ

ارشاد فرمایا کہ اوجز المسالک شرح موطاء امام مالک میں لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مونچھوں کو اس قدر باریک کرتے تھے کہ کھال کی سفیدی دور سے نظر آتی تھی لیکن تھوڑی تھوڑی مونچھیں رکھنا بھی جائز ہے بشرط یہ کہ وہ اوپر والے ہونٹ سے آگے نہ بڑھ جائیں اور ڈاڑھی ایک مٹھی رکھے وہ بھی تینوں طرف سے یعنی دائیں طرف سے، بائیں طرف

سے اور سامنے سے ایک مٹھی سے کم نہ ہو، اور ٹخنے سے اوپر پاجامہ رکھنا یہ مسلمان کی شان ہے، مسلمان کی پہچان ہے اور ذریعۂ عرفان ہے کہ یہ آدمی صالح ہے۔ صالح ہونے کی پہچان یہی ہے کہ ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم نہ ہو، جیسے ڈاڑھی منڈانا حرام ہے ایسے ہی ایک مٹھی سے کم کترانا بھی حرام ہے۔ جو لوگ کتراتے ہیں وہ دراصل ڈاڑھی رکھنے ہی سے کتراتے ہیں ورنہ ڈاڑھی کو چھوٹی کرنے کی اس کے علاوہ اور کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ کم عمر معلوم ہوں کہ میں ابھی زیادہ بوڑھا نہیں ہوا ہوں اس لیے میری ڈاڑھی ابھی ایک مٹھی نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک ایسا شخص نابالغ ہے، اس کی ڈاڑھی تو بالغ ہے مگر زبردستی اس کو کم کر کے نابالغ کر دیتا ہے۔ اس لیے کوشش کرو، میرے دوستو! میرے مسلمان بھائیو! جنہوں نے ایک مٹھی نہیں رکھی وہ تھوڑی سی کوشش کر کے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھ لیں۔ مخلوق سے کیا ڈرنا، اپنی بیویوں سے مت ڈرو کہ ایک مٹھی دیکھ کر گھبرا جائے گی۔ ڈاڑھی اللہ کو دکھانے کے لیے رکھو۔ ایک بزرگ نابینا تھے مگر جمعہ کے دن سرمہ لگاتے تھے۔ ان کی بیوی نے کہا کہ تمہاری آنکھ میں سرمہ بالکل اچھا نہیں لگتا۔ کہنے لگے کہ تمہیں دِکھانے کے لیے ہم نے سرمہ نہیں لگایا، تم کو اچھا لگے یا نہ لگے ہم کو تو اللہ کو دِکھانا ہے کہ وہ اللہ خوش ہو جائے گا کہ میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ادا کر کے آیا ہے۔ پس مخلوق پر نظر نہ رکھو، جس کی نظر آسمان پر ہوتی ہے وہ مخلوق سے نہیں ڈرتا، بتاؤ! اللہ تعالیٰ سے زیادہ طاقتور ہو؟ پھر مزاحاً فرمایا کہ ڈاڑھی شیرنی کی نہیں ہوتی تو ایسے لوگ جو ڈاڑھی منڈا دیتے ہیں چڑیا گھر نہ جائیں ورنہ شیر سمجھے گا کہ کہیں یہ شیرنی نہ ہو۔

یہ تو اللہ کی ولایت اور دوستی کا اسٹرکچر ہو گیا۔ اب دو کام فنشنگ کے ہیں، ایک آنکھ کی حفاظت کہ اس سے کسی کی بہو، بیٹی اور ماں بہن کو مت دیکھو۔ بتائیے آپ کی بہن، بیٹی، بیوی یا خالہ اور پھوپھی کو کوئی دیکھے تو آپ کو ناگوار

ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح کسی لڑکے کو بھی بری نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے بیٹے کو کوئی بری نظر سے دیکھ رہا ہے تو کتنا غصہ آئے گا، جی چاہے گا کہ اس کو کچا چبا جاؤں۔ بس اسی لیے یاد رکھو کہ جب اپنی بیٹی بہو بہن خالہ پھوپھی کو دوسرے کا بری نظر سے دیکھنا تم پسند نہیں کرتے تو تم دوسروں کی بہو بیٹی کو کیوں دیکھتے ہو؟ حفاظتِ نظر کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے ہماری فطرت کے عین مطابق نازل کیا ہے۔

اب میں حفاظتِ نظر کے تین دلائل پیش کرتا ہوں۔ پہلے قرآن شریف، پھر بخاری شریف کی حدیث اور پھر ایک حدیث مشکوٰۃ شریف کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ** اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ وہ اجنبیہ عورتوں کو، کسی کی بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی وغیرہ کو نہ دیکھیں، نہ ہی امردوں کو یعنی کم عمر اور بغیر ڈاڑھی مونچھوں والے لڑکوں کو بلکہ کسی بھی ایسے لڑکے کو نہ دیکھیں کہ جس کی طرف قلب مائل ہوتا ہے۔

یہی حکم عورتوں کے لیے بھی ہے **یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ** کہ وہ نامحرم مردوں کو نہ دیکھیں۔ قرآنِ پاک میں جہاں مردوں کے لیے حکم نازل ہوا وہیں عورتوں کے لیے بھی ہے کہ مرد نامحرم عورتوں کو نہ دیکھیں اور عورتیں نامحرم مردوں کو نہ دیکھیں۔

بے پردگی بڑا فتنہ ہے، ایک عورت تھی، اس کے شوہر کا بھائی بہت حسین تھا، گھر میں شرعی پردہ نہیں تھا۔ وہ عورت میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے مرید تھی۔ مکہ شریف میں میرے شیخ کے پاس اس کا خط آیا کہ میں بہت پریشان ہوں، شوہر کے بھائی کو دیکھتے دیکھتے اس سے عشق ہوگیا، اب میں کیا کروں، پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہوں مگر

اس کا عشق دل سے نہیں جاتا۔ حضرت والا نے لکھا کہ حکیم اختر کی ایک کتاب ہے ''روح کی بیماریاں اور ان کا علاج'' اس کو روزانہ پڑھا کرو۔ اس موقع پر میرے مزہ کو نہ پوچھو کہ مجھے کتنی خوشی ہوئی کہ میری کتاب پڑھنے کا حکم میرا شیخ دے رہا ہے۔ غضِ بصر کی دوسری دلیل کیا ہے؟ یہ دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے۔ میں نے پہلے قرآن شریف سے بیان کیا کیونکہ لوگ اکثر یہ کہتے ہیں کہ دلیل قرآن میں دکھلاؤ تو ہم مانیں گے۔ تو میں نے قرآن میں دِکھایا کہ نہیں؟ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ نہیں؟ اگر قرآن شریف میں موجود اللہ کا حکم نہ مانو گے تو اللہ تعالیٰ انتقام لے گا، تب ساری قابلیت اور ساری پہلوانی کا پتہ چل جائے گا۔ اگر اللہ چاہے تو راتوں رات اس کے گردہ میں کینسر پیدا کرسکتا ہے۔ رات کو خیریت سے سویا صبح اٹھا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ تمہارے گردے میں کینسر ہے۔ ایسے قادرِ مطلق کو جو ہر قسم کی بیماری اور ہر قسم کی مصیبت دے سکتا ہے اس کو ناراض کرنا کہاں کی عقل مندی ہے؟

اب بخاری شریف کی حدیث پیش کرتا ہوں جو **اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللہِ** ہے یعنی قرآن پاک کے بعد سب سے مستند ترین اور صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں **زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ** نظر بازی کرنا آنکھوں کا زِنا ہے۔ اب بتاؤ! آنکھوں کا زِنا کرنے والا اللہ کا ولی ہوسکتا ہے؟ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو ولی بننے کی تمنا رکھتے ہیں اور بدنظری کر کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ صرف ولی اللہ بننے کا خواب دیکھتے ہیں۔ چاہے لاکھ تبلیغی جماعت میں چلّے لگاؤ، خانقاہوں میں رہ پڑو، عمر گذار دو لیکن اگر آنکھوں کی حفاظت نہیں کی تو ولی اللہ بننے کا بس خواب ہی دیکھتے رہو گے۔ ایسا شخص ولی اللہ نہیں بن سکتا جب تک وہ سچی توبہ نہ کرلے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اللہ تعالیٰ ہی کا فرمان ہے **وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ** جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں حکم دیں اس کو سر آنکھوں پر رکھ لو۔ **وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا** جس بات سے خدا کا رسول تمہیں روک دے اس سے تم رُک جاؤ، مجھے عام لوگوں سے تو زیادہ رنج نہیں پہنچتا لیکن ان لوگوں پر زیادہ افسوس ہوتا ہے جو دین کی محنتیں کر رہے ہیں، اِصلاح چاہتے ہیں لیکن نظر بازی سے باز نہیں آتے، لعنتی فعل سے باز نہیں آتے۔ خوب سمجھ لیں کہ جب تک توبہ نہ کریں گے وہ اللہ کی دوستی کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔

اس کے بعد تیسری حدیث مشکوٰۃ شریف کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ** کہ اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے ہیں ناظر پر بھی اور منظور پر بھی۔ یہاں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ منظور فرمایا منظورۃ نہیں فرمایا تاکہ لڑکے بھی داخل ہو جائیں۔ اگر کوئی لڑکوں کو بری نظر سے دیکھتا ہے تو وہ بھی اس لعنت میں شامل ہے اور لعنت کے معنی کیا ہیں؟ خدا کی رحمت سے دوری، جب دوری ہوگی تو **اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ** کا استثنیٰ ہٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نفسِ اَمّارہ برائی کا بہت حکم دیتا ہے مگر جب تک اللہ کی رحمت کا تم پر سایہ رہے گا تب تک تمہارا نفس تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہم نے بدنظری کر کے رحمت کا سایہ اپنے سر سے خود ہٹا دیا ہے۔ بتاؤ! یہ بدنگاہی کتنا بُرا مرض ہے کہ اللہ کی رحمت کا سایہ دور کر دیتا ہے۔ ہم خود بدنظری کر کے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہیں۔

تین باتیں ہوگئیں۔ ایک قرآن پاک کی آیت اور دو احادیثِ مبارکہ۔ کیا یہ بدنظری کے گناہ سے بچنے کے لیے کافی نہیں ہیں؟ بڑے بڑے بڈھے اسّی برس کے ہوگئے لیکن اب تک نگاہ کی بیماری میں مبتلا ہیں، کوئی

خوبصورت لڑکی آ گئی تو ٹک ٹک دیکھتے ہیں اور کبھی شفقت اور لجاجت سے پوچھتے ہیں کہ کیا حال ہے؟ کیسے مزاج ہیں؟ طبیعت ٹھیک ہے نا؟ خیر و عافیت ہے؟ ارے بھائی اتنی خیریت پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کسی ایسے سے مزاج کی خیریت مت پوچھو جس سے خود تمہاری خیریت خطرے میں پڑ جائے۔

قلب کی حفاظت

ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد ہے قلب کی حفاظت۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ** اللہ وہ ہے جو تمہاری آنکھوں کی چوریوں اور تمہارے سینے کے رازوں سے باخبر ہے۔ سینہ سے مراد قلب ہے اور دل سینے میں ہوتا ہے۔ بس دل کی حفاظت کرو **تَسْمِيَةُ الْحَالِ بِاسْمِ الْمَحَلِّ** یہ مجازِ مرسل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری آنکھوں کی خیانتوں اور تمہارے دلوں کے بھیدوں کو ہم خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

لہٰذا دل میں گندے خیالات اگر آ جائیں اور اس میں ایک لمحہ کو بھی مشغول ہو گئے تو فوراً توبہ کر لو۔ گندے خیالات آنا برا نہیں ہے، خیالات لانا برا ہے۔ استغفار کر لو، اللہ سے معافی مانگ لو، اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ میرے بارے میں یہ صاحب کیسے کیسے خیالات پکا رہے ہیں تو اگر اس کا بس چلے تو سر پر جوتیاں برسا دے۔

میں جو یہ بیان کر رہا ہوں یہ میرے پچھتر سال کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ جو ان چار باتوں پر عمل کر لے گا وہ دین کے ہر کام کو کر لے گا کیونکہ جو مشکل پرچہ حل کر لے گا آسان پرچہ بھی حل کر لے گا، جو بھینس اٹھا لے گا وہ

بکری بھی اُٹھالے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت عطا فرمائے اور جذب فرمالے۔ اے اللہ آپ کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں۔ اے اللہ! اپنے جذب سے ہم سب کو کھینچ لے، اپنے فضل سے ہم سب کو جذب فرمالے اور تمام گناہوں سے بچنے کی ہمت دے دے اور لعنتی زندگی سے نجات عطا فرما دے۔ یا اللہ! لعنتی زندگی سے نجات عطا فرما اور اپنے پاس بلانے سے قبل ہمیں اپنا پورا پورا فرماں بردار بنادے۔ آپ ہمیں اس بات کی مہلت دے دیجئے کہ ہم سب سو فیصد آپ کے فرماں بردار بن کے آپ کے پاس آئیں۔

۱۴؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۶؍اپریل ۲۰۰۲ء بروز جمعہ، بعد نماز مغرب، جامع مسجد مدرسہ ہدایت الاسلام بمقام لوساکا (زمبیا)

ہجرت سے صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ ہجرت سے اہل اللہ کی صحبت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ اہل اللہ سے اللہ ملتا ہے۔ حج و عمرہ ادا ہوگا کعبہ شریف سے مگر اِصلاحِ باطن اور نفس کی اصلاح اللہ کے رسول سے ملے گی۔ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے، ان بتوں کو نبی نے نکالا، کعبہ میں خود صلاحیت نہیں تھی کہ ان کو نکال دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین سو ساٹھ بتوں کو کعبہ سے نکال دیا اور غیر اللہ کے بتوں کو دلوں سے نکال دیا۔ پس اللہ کے نبی کے جو وارث ہیں یعنی علماء وہ عَلٰی سَبِیْلِ النِّیَابَۃِ اُمت کے قلوب سے غیر اللہ کے بتوں کو قیامت تک نکالتے رہیں گے چاہے وہ بت پتھر کے ہوں یا چلتے پھرتے انسانوں کے ہوں۔ اللہ والے ہمارے دلوں سے ان چھپے ہوئے بتوں کو

نکالتے ہیں اور حسینوں کی ناپاک محبت کو نکال کر دل کو پاک کر دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک دلوں میں ہی آتے ہیں۔

دین کی اشاعت اور مدینہ کی موت

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بعض تندرست علماء نے اجازت چاہی کہ اجازت دے دیجئے کہ مدینہ شریف میں آکر مر جاؤں۔ فرمایا کہ ابھی تم تگڑے ہو جب تک صحت اچھی ہے اپنے اپنے ملکوں میں دین کا کام کرو۔ دین کا کام ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں زیادہ کر سکتے ہو۔ یہاں مواقع کم ہیں اور اللہ کو دین کا پھیلانا اتنا محبوب ہے کہ اسی وجہ سے مدینہ ہجرت کا حکم ہوا کہ وہاں دین زیادہ پھیلے گا۔ مکہ کے لوگ ناقدرے تھے، ناشکرے تھے، انہوں نے ہمارے رسول کی قدر نہیں کی اس لیے اپنے رسول کو ہم نے مدینہ والوں کو دے دیا۔ جس بستی میں کسی اللہ والے کی قدر نہ کی جائے اس بستی سے اس کو چھین لیا جاتا ہے اور اُس بستی میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں اس کے قدر دان اور عاشق ہوں۔ اس لیے اللہ والوں کا عشق بہت قابلِ مبارکباد ہے۔

عشق کا تقاضا ہے کہ محبوب کی مرضی کے مطابق کام کرے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اپنے دین کا پھیلاؤ زیادہ عزیز ہے۔ ایک شخص دن رات کعبہ شریف میں رہتا ہے اور ایک لاکھ کا ثواب ہر نماز میں لیتا ہے اور ایک شخص دین کے لیے دن رات مارا مارا پھرتا ہے خود سوچ لیجئے کہ کس کا درجہ زیادہ ہے۔

لہٰذا جب تک جان میں جان ہے اپنے ملکوں میں خوب دین کا کام کرو اور جب آثار چل چلاؤ کے محسوس ہونے لگیں اور معلوم ہو کہ اب کسی کام کے نہیں رہے تو مدینہ آجاؤ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خوش ہوں گے کہ اپنا کام کر کے آگیا اب اپنی شفاعت میں شامل کریں گے۔ مدینہ میں مرو تا کہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت پا جاؤ۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ مدینہ شریف میں مرنے والوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت پہلے ملے گی، مکہ شریف والوں کو بعد میں ملے گی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ بِھَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِھَا﴾

(سنن ترمذی، ج:۲، باب فضل المدینہ)

ترجمہ: جس کو استطاعت ہو کہ مدینہ میں مرے وہ مدینہ آ کر مر جائے اس لیے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود طریقہ بتا رہے ہیں کہ میری شفاعت اس طرح حاصل کرو کہ مدینہ میں آ کر مر جاؤ اور میری شفاعت لے لو۔ مرنا تو بہر حال ہے ہی بس کوشش کرو کہ مدینہ میں موت آ جائے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ الخ کی عجیب و غریب تشریح

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ﴾

(المغنی عن حمل الا سفار للعراقی، ج:۲، ص:۳۶۶، موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی، ج:۲، ص:۱۷۰، تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۲۹۵)

اے اللہ مجھے حق کو حق دِکھا اور اس کا اتباع نصیب فرما اور باطل کو باطل دِکھا اور اس سے اجتناب نصیب فرما۔

میرے دل میں خیال آیا کہ یہاں وَارْزُقْنَا کیوں فرمایا وَفِّقْنَا کیوں نہیں فرمایا۔ وَارْزُقْنَا کے معنی ہیں کہ ہمیں رزق دیجئے یعنی اتباعِ حق اور اجتناب عنِ الباطل کا رزق ہم کو عطا فرمائیے۔ اس حدیث کا مطلب دوسری

حدیث سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ نَفْساً لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا﴾

(مشکوٰۃ الصابیح، ج: ا، باب التوکل و الصبر)

کسی نفس کو ہرگز موت نہیں آسکتی جب تک کہ وہ اپنا رزق مکمل نہ کرلے تو اتباعِ حق اور اجتنابِ باطل کی توفیق سے تعبیر فرما کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت پر رحم فرمایا اور امت کے لیے یہ نعمت مانگ لی کہ جس طرح رزقِ ظاہری مکمل کیے بغیر کسی نفس کو موت نہیں آسکتی اسی طرح میری امت میں کسی کو مرنے نہ دیجئے جب تک وہ اپنا اتباعِ حق اور اجتناب عنِ الباطل کا رزق مکمل حاصل نہ کرلے یعنی جب تک امت حق کی پوری تابع دار نہ ہوجائے اور باطل اور معصیت اور گناہوں کے اعمال سے اس کو طہارتِ کاملہ نصیب نہ ہوجائے اس وقت تک امت کے کسی فرد کو موت نہ آئے۔ مطلب یہ کہ جس طرح استکمالِ رزقِ ظاہری کے بغیر کسی ذی روح کو موت نہیں آسکتی اسی طرح استکمالِ رزقِ باطنی یعنی اتباعِ حق اور اجتناب عنِ الباطل کی تکمیل کے بغیر اے اللہ! ہم میں سے کسی کو موت نہ دے۔ جب یہ رزقِ باطنی ہم مکمل طور پر حاصل کرلیں تب موت آئے۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ رزق اپنے مرزوق کو تلاش کرتا ہے:

﴿اِنَّ الرِّزْقَ لَیَطْلُبُ الْعَبْدَ کَمَا یَطْلُبُہٗ اَجَلُہٗ﴾

(مشکوٰۃ الصابیح، ج: ا، باب التوکل و الصبر)

رزق بندہ کو ایسے تلاش کرتا ہے جیسے اس کی موت اس کو تلاش کرتی ہے۔ **وَارْزُقْنَا** فرما کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی مانگ لیا کہ جس طرح رزقِ ظاہری ہمیں تلاش کرلیتا ہے، ہمارا رزقِ باطنی بھی ہمیں اسی طرح تلاش

کر لے کہ خواہ ہم کہیں بھی ہوں اور آپ کی فرماں برداری میں کتنے ہی سست اور کاہل ہوں لیکن اتباعِ حق کا رزق آپ ہماری روح میں داخل کر دیجئے۔اسی طرح باطل سے اجتناب کی توفیق بھی بصورتِ رزق دے دے کہ جس معصیت اور گناہ کے نرغہ میں ہم کہیں بھی پھنسے ہوئے ہوں اُس سے بچنے کی توفیق کا رزقِ روحانی ہمیں پہنچ جائے پس اے خدا ہمیں موت نہ آئے حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا جب تک ہمارا نفس اتباعِ حق اور اجتناب عنِ الباطل کا رزقِ روحانی مکمل حاصل نہ کر لے۔

مولانا منصورالحق صاحب جو محدِّثِ کبیر حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی تقریر سے طبیعت پھڑک گئی اور اس ایک تقریر ہی سے ہمارا یہاں آنا اور سفر وصول ہو گیا۔ حضرت احادیث کی جو شرح آپ فرماتے ہیں حضرت کی عمر اللہ دراز فرمائے اور مکمل صحت عطا فرمائے میرا دل چاہتا ہے کہ پوری حدیثیں حضرت والا آپ سے دوبارہ پڑھوں۔

حضرت والا نے فرمایا کہ میری یہ تشریح سن کر اسپنگو بیچ کے شیخ الحدیث مولانا ہارون نے بھی کہا تھا کہ میں حدیث پڑھاتا ہوں اور بہت چوٹی کے اساتذہ سے حدیث پڑھی ہے لیکن کسی استاذ سے ایسا مضمون نہیں سنا اور نہ کسی کتاب میں دیکھا مگر اب آپ سے سن رہا ہوں اور دل قبول کر رہا ہے کہ بہت عجیب وغریب بات ہے۔

۱۵؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۷؍اپریل بروز ہفتہ بعد نمازِ فجر

بوقتِ سیر **Metro Spot Club** کے میدان میں

ارشاد فرمایا کہ جو اِن حسین عورتوں سے نظر بچاتا ہے تو

وہ عورت بھی سوچتی ہے کہ سب تو مجھے دیکھ کر للچا رہے ہیں لیکن کیا بات ہے کہ یہ شخص مجھے خاطر میں ہی نہیں لا رہا ہے، میری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اعلیٰ چیز پا رہا ہے جس کے سامنے میرا حسن اس کی نظر میں ہیچ ہے۔ یہ اللہ کو پا رہا ہے اس لیے حسینوں سے مستغنی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس کو حسینوں کی طرف میلان نہیں ہوتا۔ اللہ والوں کا مزاج بوجہ تقویٰ زیادہ لطیف ہوتا ہے، اُن کو حسن کا اِدراک عام آدمیوں سے زیادہ ہوتا ہے لیکن وہ اپنی حرام تمناؤں کو پھانسی پر چڑھا دیتے ہیں اور نفس سے کہہ دیتے ہیں کہ ہرگز اس کو نہیں دیکھوں گا، اگر تو دیکھے گا تو میں تجھ کو دیکھ لوں گا یعنی کڑی سزا دوں گا۔ اگرچہ دیکھنے کو ان کا بھی دل چاہتا ہے لیکن وہ اپنے دل کا خون کرتے ہیں کیونکہ اسی خونِ آرزو سے وہ اللہ کو پاتے ہیں۔ جس شخص نے اپنی حرام تمنا کو پھانسی پر چڑھا دیا تو میرے ضلع کا شاعر دانش پرتاب گڑھی کہتا ہے ؎

آؤ دیارِ دار سے ہو کر گذر چلیں
سنتے ہیں اِس طرف سے مسافت رہے گی کم

یہ شارٹ کٹ راستہ ہے، جو برسوں میں اللہ تک نہ پہنچے وہ ایک نظر بچانے میں پہنچ جائے گا، اسی لیے شیطان پوری کوشش کرتا ہے کہ سالک نظر اٹھا کر دیکھ لے کیونکہ جانتا ہے کہ نظر بچانے سے یہ بہت جلد اللہ کا مقرب ہو جائے گا، شیطان پوری کوشش کرتا ہے کہ یہ حلوۂ ایمانی حاصل نہ کر پائے کیونکہ اگر یہ حلوۂ ایمانی پا گیا تو میری دُکان لذتِ عریانی کی فیل ہو جائے گی، اگر حلوۂ ایمانی کا مزہ اس کو مل گیا تو یہ میرے حلوۂ شیطانی کو دیکھے گا بھی نہیں۔ اسی لیے حدیثِ پاک کی عبارت سمجھوا ے اہلِ علم حضرات **مَنْ تَرَکَھَا مَخَافَتِیْ** جس نے میرے خوف سے نظر بچائی، امام ہے تو مقتدیوں کے خوف سے نہیں یا کمیٹی کے ممبروں کے خوف سے نہیں، شیخ ہے تو مریدین کے خوف سے نہیں کہ اگر

عورتوں کو دیکھوں گا تو میری پیری مریدی نہیں چلے گی غرض کوئی اور وجہ نہ ہو سوائے خوفِ خدا کے بس آسمان والے پر اس کی نظر ہو، آسمان والے سے اس کو محبت ہو، آسمان والے سے اسے نسبت ہو، صرف اللہ کا خوف ہو کہ اے اللہ! کوئی مجھے نہیں دیکھ رہا ہے مگر تو مجھے دیکھ رہا ہے، تیری وجہ سے میں نظر کو نیچی رکھتا ہوں اور اس حسین کو نہیں دیکھتا تو یَجِدُ حَلاوَتَ الْاِیْمَانِ فِیْ قَلْبِہٖ تو حلوۂ ایمانی وہ اپنے دل میں پا جائے گا۔ اسی لیے شیطان چاہتا ہے کہ یہ بدنظری کر لے کیونکہ جانتا ہے کہ اگر یہ حلوۂ ایمانی پا جائے گا تو میرا مزہ پھیکا پڑ جائے گا۔ میں کتنا ہی دِکھانا چاہوں گا تو یہ سمجھ لے گا کہ عورت ہے تو اس کے سامنے سے پیشاب ہی نکلے گا عرق گلاب نہیں نکلے گا اور پیچھے سے گو ہی نکلے گا مشک وزعفران نہیں نکلے گا۔

جان میں سینکڑوں جان آنے کا نسخہ

نظر بازی معمولی گناہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخاری شریف کی حدیث میں اس کو آنکھوں کا زِنا نہ فرماتے۔ آپ لوگ خود فیصلہ کیجئے کہ آنکھوں کا زانی اللہ کا ولی ہوسکتا ہے؟ جو کچھ بھی دل پر گذر جائے گذار لو مگر اللہ کو ناراض نہ کرو۔

گذر گئی جو گذرنا تھی دل پہ پھر بھی مگر
جو تیری مرضی کے بندے تھے لب ہلا نہ سکے

اتنا بھی نہ کہا کہ بہت مشکل پرچہ ہے۔ جو کچھ اللہ کا حکم ہے اس پر سرِ تسلیم خم کر دیا۔ یہی تو بہادری ہے، دیکھ لینا کون سی بہادری ہے۔ دیکھنے والا تو اس وقت اُلّو ہوتا ہے اور وہ اپنے کو اُلّو نہیں سمجھتا بلکہ سمجھتا ہے کہ جو لوگ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں وہ بے وقوف ہیں، میں تو اتنا عقلمند ہوں۔ جو جتنا بے وقوف ہوتا ہے اپنے کو اتنا

ہی عقلمند سمجھتا ہے۔ اصلی بے وقوف وہ ہے جس کو اپنی بے وقوفی پر یقین نہ آئے اور یہ سمجھے کہ جو لوگ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں وہ خود بے وقوف ہیں۔ اس لیے دوستو میرے عزیزو! بس جان کی بازی لگا دو (یہ بات حضرت والا دامت برکاتہم نے روتے ہوئے فرمائی) آنکھ کو بچاؤ چاہے جان نکل جائے مگر جان نہیں نکلے گی اور آ جائے گی۔ اللہ کا حکم ماننے میں جان میں اور جان آ جاتی ہے۔

نیم جاں بِستاند و صد جاں دہد

اُنچہ در وہمت نیاید آں دہد

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں آدھی جان لیتا ہے اور سو جان دیتا ہے۔ تو آپ نفع میں ہیں یا نہیں؟ ایسے کریم مالک سے سودا کر لیجئے آدھی جان دے کر سو جان لے لیجئے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ نعمتوں کا وعدہ ہے، وہ جو تمہارے گمان اور خیال میں بھی نہیں آئے گا وہ نعمتیں، وہ حلاوت اللہ عطا کرے گا۔ دوستو! کبھی اللہ کے نام پر ذرا مر کے دیکھ لو، پھر دیکھو کہ کیا مزہ آتا ہے۔ ان ہگنی، موتنی، پدنی لاشوں کو بھول جاؤ گے۔ سمجھ لو کہ یہ سڑکوں پر بے پردہ پھرنے والیاں گُو، مُوت اور رِیاح کا مجموعہ ہیں۔ ان کے پاس تین دولتیں ہیں دولتِ گو، دولتِ موت اور دولتِ گندی ہوا۔

ایک عبرت انگیز فرضی قصہ

ایک فرضی قصہ عبرت کے لیے بنایا ہے وہ سن لیجئے! ایک صاحب بہت رومانٹک قسم کے تھے، وہ ہوائی جہاز میں اُس سیٹ پر بیٹھے جو ائیر ہوسٹس کی گذرگاہ تھی اور اس پر بھی نوے ڈگری نہیں بیٹھے بلکہ پینتالیس ڈگری گذرگاہ کی طرف جھک گئے کہ ائیر ہوسٹس جب آئے جائے تو اس کی کمر سے میری ٹچنگ (Touching) ہو جائے۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ آدمی ٹُچّا ہے اور مجھ سے

غلط مزہ لے رہا ہے۔ اس نے بڑے افسر سے کہا۔ افسر نے ڈاکٹر سے کہا کہ اس ائیر ہوسٹس کو ایک دوا کھلا دو جس سے گندی ہوا نکلے اور یہ اس آدمی کی ناک پر جا کر چھوڑ دے۔ وہ کیمیکل ایسا تھا کہ اس سے بد بو بہت پیدا ہوئی جس کو سونگھتے ہی وہ آدمی پینتالیس ۴۵ ڈگری سے نوے ڈگری پر آ گیا اور سیدھا بیٹھ گیا۔ اس قدر بد بو محسوس ہوئی۔ اس کے بعد پھر دوسرے پھیرے میں ایک اور ہوا خارج کی جس کا اثر یہ ہوا کہ ۴۵ ڈگری دوسری طرف کو ہو گیا۔ پھر تیسرے چکر میں اس نے ایسی ہوا کھولی کہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر دوسرے شخص سے درخواست کی کہ مہربانی ہو گی اپنی سیٹ مجھے دے دیجئے اور میری سیٹ پر آپ بیٹھ جائیں۔ اگر اس کے اندر کوئی خوبی تھی تو کیوں بھاگا، ہوا کو سونگھتا رہتا اور تمنا کرتا کہ یہ زعفرانی ہوا اور سونگھ لوں۔ دوستو! اللہ کے لیے عقل سے کام لو، اللہ کے لیے نہ دیکھو، اللہ کا حکم ہے **قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ** اے نبی! ایمان والوں سے آپ فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو گندی نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے خود کیوں نہیں فرمایا اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں کہلایا، جبکہ دوسرے احکام کو تو خود فرمایا **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ** تم لوگ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی تو فرما سکتے تھے کہ نگاہوں کو بچاؤ مگر اپنے نبی سے کہلایا۔ اس میں کیا راز ہے؟ یہ حیاء الوہیت ہے۔ باپ جب اپنے بیٹوں کو کسی نالائقی میں دیکھتا ہے تو خود نہیں کہتا اپنے دوست سے کہتا ہے کہ تم ان سے کہہ دو کہ ایسی گندی حرکت نہ کریں۔

بین الاقوامی معیوب چیز

نظر بازی بین الاقوامی معیوب چیز ہے۔ طبعاً ہر ایک بدنظری کو معیوب سمجھتا ہے حتیٰ کہ کافر بھی نہیں پسند کرتا کہ میری بہو، بیٹی، بہن اور خالہ کو

کوئی بری نظر سے دیکھے۔ یہ اور بات ہے کہ خلافِ فطرت زندگی گذارنے سے حیا ختم ہو جاتی ہے ورنہ طبعًا کافر کو بھی یہ بات پسند نہیں کہ کوئی اس کی بہن بیٹی کو دیکھے تو مسلمان کی کیا شان ہوگی، مسلمان کو کتنی غیرت آنی چاہیے کہ جس کو ہم دیکھتے ہیں وہ کسی کی بہن ہے، کسی کی ماں ہے، کسی کی بیٹی ہے تو سمجھ لیجئے کہ اللہ کو اس فعل پر کتنی غیرت آتی ہوگی کہ نالائق میری بندیوں کو بری نظر سے دیکھ رہا ہے اور پھر ولایت کا خواب بھی دیکھ رہا ہے کہ میں ولی اللہ ہو جاؤں، آنکھوں کا زِنا کرکے تم ولایت کا خواب دیکھتے ہو، یہ محال ہے، بس نظر بچانا اگرچہ تکلیف دہ ہے مگر بہت بڑا اجر ہے، ایسوں کو جلد اللہ مل جائے گا، شارٹ کٹ راستہ اختیار کرو، اب عمریں بہت کم ہوگئی ہیں، شارٹ کٹ راستہ اختیار کرو، حسینوں کو نہ دیکھو، نہ دیکھنے سے سکون میں رہو گے اور دیکھنے سے بے سکونی میں مبتلا ہو گے، اللہ کی نافرمانی میں بے سکونی ہے، بے چین رہو گے کہ ہائے کیسی صورت ہے، کاش مل جاتی، کاش، کاش، کاش اور دل ہو گیا پاش پاش پاش اور نہ دیکھنے سے آرام سے رہو، وقار سے رہو، عزت سے رہو، اگر دیکھو گے تو تم کو بھی تو کوئی دیکھے گا کہ کس کو دیکھ رہا ہے، تم سمجھتے ہو کہ کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، مثلاً ائیر ہوسٹس کو دیکھو گے تو سارا جہاز تم کو دیکھے گا کہ یہ کیسا صوفی ہے، بایزید کی شکل میں ننگِ یزید ہے اور کوئی دیکھے یا نہ دیکھے اللہ تو دیکھ رہا ہے۔

۲۷/اپریل بروز ہفتہ بعد مغرب بمقام جامع مسجد لوساکا

عورتوں کے حقوق

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

﴿اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلْعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ﴾

(بخاری شریف، ج: ۲، باب المداراۃ مع النسآء)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے، اگر سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گی اور اگر اس سے گذارہ کروگے، اس سے فائدہ اٹھانا چاہوگے تو فائدہ اٹھالوگے اگر چہ پسلی ٹیڑھی رہے گی۔ ہمارے آپ کے سینہ میں بھی پسلی ٹیڑھی ہے، کیا کسی کو دیکھا ہے کہ ہسپتال جا کر ٹیڑھی پسلی سیدھی کرائی ہو۔ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے یہ سیدھی نہیں ہوسکتی۔ اس کے ٹیڑھے پن سے کام چلاؤ گے تو کام بن جائے گا ورنہ ٹوٹ جائے گی لیکن سیدھی نہیں ہوسکتی۔

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی نے ارشادُ السّاری شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح لکھی ہے:

﴿وَ فِیْ الْحَدِیْثِ اِشَارَۃٌ اِلَی الْاِحْسَانِ اِلَی النِّسَآءِ وَالرِّفْقِ بِهِنَّ وَالصَّبْرِ عَلٰی عِوَجِ اَخْلَاقِهِنَّ وَ اِحْتِمَالِ ضُعْفِ عُقُوْلِهِنَّ﴾

(ارشادُ السّاری، جلد: ۸، ص: ۷۸)

اس حدیث میں تعلیم ہے عورتوں کے ساتھ احسان کرنے کی اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کی اور ان کے ٹیڑھے پن پر صبر کرنے کی بوجہ اس کے کہ ان کی عقلیں کمزور ہیں۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ تمام بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ بڑے آدمی کی سفارش

بھی بڑی سمجھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون ہے؟ انہوں نے عورتوں کے لیے سفارش نازل کی، مردوں کے لیے سفارش نہیں کی۔ اس لیے کہ عورتیں کمزور ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زیادہ تر مرد ہی ظالم ہوتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مردوں سے فرمایا کہ عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ دیکھو جو تمہاری بیویاں ہیں یہ ہماری بندیاں ہیں ان کے ساتھ زیادتی نہ ہونے پائے۔ ان سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو ان کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اپنی بیٹیوں کے ساتھ کرتے ہو۔ اگر تمہارا داماد تمہاری بیٹی کی پٹائی کرتا ہے تو تم فوراً پیر صاحب کے پاس پہنچتے ہو کہ پیر صاحب کوئی تعویذ دے دیجئے۔ اپنی بیٹی کے لیے تو تعویذ لیتے ہو اپنے غصہ کے لیے کیوں تعویذ نہیں لیتے؟ جو تمہاری بیویاں ہیں وہ بھی تو کسی کی بیٹیاں ہیں، اپنے غصہ کا علاج کراؤ اور ایک وظیفہ میں بتائے دیتا ہوں یَاسُبُّوْحُ، یَا قُدُّوْسُ، یَا غَفُوْرُ، یَا وَدُوْدُ یہ اللہ تعالیٰ کے چار نام ہیں، ان کو سات مرتبہ پڑھ کر اللہ سے دعا کرلو کہ اے اللہ! ان ناموں کی برکت سے میرے دل کو نرم کر دے۔ یہ وظیفہ بہت مجرب ہے۔ کسی افسر کے سامنے پڑھ لو تو افسر مہربان ہو جائے اور جلد کام کر دے، اگر امام پڑھ لے تو کمیٹی والے دُم دبائے رہیں گے اور امام کی شان میں گستاخی نہیں کریں گے اور اگر کمیٹی والے پڑھیں گے تو امام شرارت نہیں کرے گا۔ یہ بڑے کام کی چیز ہے، اپنی بیٹیوں کو سکھا دو، جب شوہر کے سامنے جائیں تو اس کو پڑھتی رہیں، شوہر مہربان ہو جائے گا اور پڑھ کر پھونک ماردیں تو اور اچھا ہے۔ پھونک مارنے کا طریقہ تو جنوبی افریقہ والوں کے لیے بہت آسان ہے کیونکہ یہاں خیریت اس طرح پوچھتے ہیں، کیم چھو، تو کیم آہستہ سے کہہ دیں چھو ذرا زور سے کہہ دیں اگر وہ پوچھے کہ کیا کر رہے ہو تو کہہ دو کہ تمہاری خیریت پوچھ رہے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے سفارش نازل فرمائی کہ ان کے

ساتھ بھلائی کرو اور حدیث میں بھی تعلیم ہے کہ ان پر احسان کرو۔ ان کے ٹیڑھے پن پر صبر اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ وہ ضعیف العقل ہیں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص کی بیوی سے سالن میں نمک تیز ہوگیا۔ وہ غریب آدمی تھا چھ مہینے پیسہ بچا بچا کر مرغی لے کر آیا تھا، نمک اتنا تیز ہوگیا کہ اس سے کھایا نہیں گیا، اس نے دل میں سوچا کہ اللہ کی بندی ہے، ہاتھ ہی تو ہے، تیز ہوگیا نمک، اس نے کہا یا اللہ میں اپنی بیوی کو نہ ماروں گا نہ پیٹوں گا، صبر کروں گا، یہ کہہ کر سوگیا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا، اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک دن ہماری بندی سے نمک تیز ہوگیا تھا اور تو نے معاف کر دیا تھا، اس معافی کے بدلہ میں تیری تمام خطاؤں کو معاف کرتا ہوں۔

بہت سے اللہ کے بندے صرف بیوی کی کڑوی کڑوی باتوں پر صبر کرنے سے ولی اللہ ہوگئے جس میں سے ایک شاہ ابوالحسن خرقانی ہیں۔ ان کی بیوی بہت بدمزاج تھیں لیکن وہ صبر کرتے تھے۔ ایک شخص خراسان سے مرید ہونے کے لیے آیا۔ ان کی بیوی نے دو چار گالیاں دے کر کہا کہ تم کہاں پھنس گئے، کس کے چکر میں آگئے، بالکل بدھو معلوم ہوتے ہو، اپنے شوہر کو بہت کچھ برا بھلا کہا کہ ہمارے سامنے ان کے دن رات ہیں، وہ بہت چکر باز شخص ہیں تو وہ بے چارہ رونے لگا کہ میرا اتنی دور سے آنا بے کار گیا۔ محلّہ والوں سے پوچھا، محلّہ والوں نے کہا کہ یہ عورت بدتمیز ہے، وہ شیخ کی قدر کیا جانے۔ جاؤ! شیخ کو دیکھو جنگل سے لکڑیاں لا رہے ہوں گے۔ محلّہ والوں کے کہنے سے یہ جنگل کی طرف چلے گئے۔ دیکھا کہ شیخ شیر کی پیٹھ پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہے ہیں اور کوڑا سانپ کا ہے، اس سے شیر کو مارتے ہیں جب وہ چلنے میں سستی کرتا ہے۔

انہوں نے شیخ کو دیکھا اور شیخ نے ان کو دیکھا۔ شیخ سمجھ گئے کہ بیوی سے ملاقات کر کے آرہا ہے، فرمایا کہ دیکھو! اگر اس بیوی کی تلخیوں پر میں صبر نہ کرتا تو اللہ تعالیٰ یہ کرامت مجھ کو نہ دیتا کہ شیر میری بیگاری کر رہا ہے، میں اس کو سانپ کے کوڑے سے مار رہا ہوں، یہ اس صبر کا انعام ہے جو بیوی کی بداخلاقیوں پر میں کرتا ہوں اور اس کو کچھ نہیں کہتا اور اگر میں اسے طلاق دے دوں تو جائز ہے لیکن میرے کسی دوسرے مسلمان بھائی کو ستائے گی، اس سے اچھا ہے کہ میں ہی صبر کرلوں اس موقع پر میرے شیخ مولانا رومی کا یہ شعر پڑھتے تھے ؎

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
کے کشیدے شیرِ نر بیگارِ من

اگر میرا صبر بیوی کا بوجھ نہ اُٹھاتا تو یہ شیر کب میری بے گاری کرتا۔ اب دیکھو میرا نوکر بنا ہوا ہے۔

ایسے کتنے ہی واقعات ہیں کہ جن کے نفلی اعمال زیادہ نہیں تھے مگر بیوی کی بداخلاقیوں پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا بہت بڑا درجہ ہوا، اس لیے کہتا ہوں کہ بیوی کی کڑوی باتوں پر صبر کرو، سوچو کہ اگر اپنی بیٹی ایسی ہوتی تو ہم کیا چاہتے؟ یہی چاہتے کہ داماد بہت اچھا سلوک کرے، معاف کر دیا کرے، اگر ایسا داماد مل جائے تو آپ کہیں گے کہ میرا داماد فرشتہ ہے، اگر میرے پاس جائیداد ہوتی تو میں سب اس کے نام لکھ دیتا، میری بیٹی تو مزاج کی کڑوی ہے، مگر میرا داماد فرشتہ ہے، فرشتہ! برداشت کرتا ہے اُف نہیں کرتا، اللہ کی بندی سمجھ کر۔

خود سوچو کہ اللہ کی بندیوں سے جو اچھا سلوک کرے گا تو اللہ کو اس پر کتنا پیار آئے گا۔ مظہر جانِ جاناں بہت بزرگ آدمی تھے مگر انتہائی نازک مزاج تھے۔ دہلی کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے جاتے، راستہ میں اگر کوئی چارپائی ٹیڑھی پڑی ہوئی ہوتی تو ان کے سر میں درد ہو جاتا تھا اور نئی رضائی

اوڑھی اوراس کی سلائی ٹیڑھی ہوئی تو رات بھر نیند نہیں آتی تھی۔ بادشاہ آیا اور اس نے پانی پیا، پانی پی کر صراحی پر پیالہ ترچھا رکھ دیا تو سر میں درد ہو گیا لیکن صبر کیا پھر بادشاہ نے کہا کہ حضور اگر اجازت ہو تو کوئی خادم دے دوں اس کی تنخواہ میں ادا کروں گا۔ فرمایا کہ اب تک تو میں نے صبر کیا لیکن اب صبر کا پیالہ لبریز ہو گیا۔ جب تمہارا یہ حال ہے کہ تم نے پانی پی کر پیالہ ترچھا رکھ دیا جس سے میرے سر میں درد ہو گیا تو تمہارے خادم کا کیا حال ہوگا، وہ مجھے کتنا ستائے گا۔ مزاج اتنا حساس اور نازک تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اِلہام فرمایا اور یہ واقعہ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب پر اِلہام فرمایا کہ فلاں محلّہ میں ایک عورت ہے جو نماز، روزہ کی پابند ہے اور مجھ کو بہت یاد کرتی ہے مگر مزاج کی بڑی کڑوی ہے، تم اگر اس سے شادی کر لو تو ہم تم کو نواز دیں گے، سارے عالم میں تمہارا ڈنکا پٹوا دیں گے، ایسا درجہ دیں گے کہ لوگ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور تم سب سے اونچے ہو جاؤ گے۔ حضرت جانِ جاناں نے جا کر پیغام دے دیا اور اس اِلہام پر شادی کر لی۔ اب کیا تھا صبح شام لن ترانیاں سن رہے ہیں۔ ایک پٹھان جو شیخ کا شاگرد تھا شیخ کے مکان سے کھانا لینے گیا اور کہا کہ حضرت شیخ نے فرمایا ہے کہ کھانا دے دو۔ اندر سے اس نے کیا کہا۔ فرمایا ہے؟ حضرت شیخ ؟ اس چکر باز کو یہ القاب و آداب ! ہم ان کو خوب جانتے ہیں کہ وہ کیا ہیں، تم لوگوں نے خواہ مخواہ ان کو اتنا بڑھایا ہوا ہے۔ پٹھان نے تو چھرا نکال لیا مگر پھر فوراً عقل آ گئی کہ ارے یہ تو ہمارا شیخ کا بیوی ہے۔ یہ ہم کیا کر رہا ہے۔ چھرا واپس رکھ لیا مگر آ کر شیخ سے رونے لگا کہ ایسی بیوی کو کیوں رکھا ہوا ہے۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نے فرمایا کہ دیکھو اس کی تکالیف پر صبر کرنے سے مجھ کو اللہ نے وہ درجہ دیا ہے کہ بڑے بڑے اولیاء اللہ کو بھی وہ مقام حاصل نہیں۔ اللہ نے میرے سلسلہ میں ایسی برکت دی کہ مولانا خالد کُردِی،

علامہ شامی اور علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی کے مصنف بھی اسی سلسلہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مظہر جانِ جاناں کے خلیفہ تھے شاہ غلام علی اور ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے مولانا خالد کردی اور ان کے ہاتھ پر علامہ آلوسی اور علامہ شامی بیعت ہوئے اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت جانِ جاناں کا ڈنکا پٹوا دیا۔ معلوم ہوا کہ بعض اولیاء اللہ کو درجات بلند کرنے کے لیے کڑوی بیویاں دے دی جاتی ہیں، اُن کی کڑوی باتوں پر صبر کرنے سے ان کو بہت بڑا درجہ ملتا ہے۔

لیکن عام لوگوں میں میاں بیوی کے اختلاف کی وجہ بدنظری ہے۔ جو بدنظری کرتا ہے اس کو اپنی بیوی اچھی معلوم نہیں ہوتی، اگرچہ وہ اچھی اور خوبصورت ہو مگر جو لوگ نگاہ کے مریض ہیں ان کو نگاہِ حرام کی عادت پڑ جاتی ہے، گھر میں اپنی اماں سے لڑتے ہیں کہ تم نے کتنے نمبر کا چشمہ لگا کر انتخاب کیا تھا، تم نے میری شادی غلط جگہ کر دی، بڑھیا کمزور آنکھ کی تھی، کمزور آنکھ سے ایسی بدصورت بیاہ کر لے آئی، رات دن لڑائی، ماں کے ساتھ گستاخی، بدتمیزی ہو رہی ہے اور بیوی کا دل الگ دُکھا رہا ہے، کاش کہ تم ایسی ہوتیں جیسی کہ ہم دفتر میں دیکھ کر آئے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ دنیا میں چند روز رہنا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور نظر کی حفاظت کرو۔ جو نظر کی حفاظت کرتا ہے اس کو گھر کی چٹنی روٹی، پلاؤ قورمہ معلوم ہوتی ہے۔ جو نظر بچاتا ہے وہ آنکھوں کے زِنا سے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت سے محفوظ رہتا ہے۔ اس لیے بزرگوں کا تجربہ بیان کرتا ہوں کہ جو لوگ نگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک ہوتی ہے اور وہ جب دینی گفتگو کرتے ہیں تو اس میں اللہ اثر ڈال دیتا ہے اور جو نظر خراب کرتے ہیں ان کی نہ آنکھوں میں چمک ہوتی ہے نہ چہرہ پر نور ہوتا ہے، چہرہ پر لعنتی آثار ہوتے ہیں۔ تو میرے دوستو! میں کہتا ہوں کہ اگر نہ دیکھو گے تو کیا نقصان ہوگا اور دیکھنے سے کیا ملے گا؟ دیکھنے سے

کچھ نہیں ملتا؟ کیا دیکھنے سے وہ تمہیں مل جاتی ہے؟

برمکان مولانا رشید صاحب بمقام لوساکا

سیر کے لیے جانے سے پہلے جنوبی افریقہ سے ساتھ آنے والے علماء مولانا منصور الحق صاحب، مولانا عبدالحمید صاحب، شیخ الحدیث مولانا ہارون صاحب اور زمبیا کے مقامی علماء سے فرمایا کہ وضو کے بعد کی مسنون دعا:

﴿اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ﴾

(سنن الترمذی، ج: ۱، ص۱۸، باب مایقال بعد الوضوء)

کا کیا راز ہے؟ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ وضو ظاہری اعضاء کو دھونے کا نام ہے تو گویا اس دعا میں بندہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! جہاں تک میرا ہاتھ پہنچا وہاں تک میں نے دھولیا لیکن دل تک میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا ہے، دل تک آپ کا ہاتھ پہنچا ہوا ہے لہٰذا آپ مجھے تَوَّابِیْنَ بنا دیجئے یعنی توبہ کی توفیق دے کر میرے دل کو آپ پاک کر دیجئے اور مُتَطَهِّرِیْنَ اس لیے فرمایا کہ یہ بابِ تفعُّل ہے جس میں خاصیت تکلف کی ہے یعنی اگر ہماری طبیعت پاکیزہ نہ ہو تو بہ تکلف ہم اس کو پاکیزہ کرلیں، اپنی فطرت اور عادت کے خلاف بہ تکلف اپنے آپ کو پاک رکھیں اور اس میں تکلیف اٹھائیں اور تکلیف اٹھا کر پاکیزہ رہیں۔ توابین کے معنیٰ رَجَّاعِیْنَ کے ہیں اور ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ رجوع کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْمَعْصِیَةِ اِلَی الطَّاعَةِ (نافرمانی سے فرماں برداری کی طرف لوٹ آنا)

(۲) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَفْلَةِ اِلَی الذِّکْرِ (غفلت سے ذکر کی طرف لوٹ آنا)

(۳) اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَیْبَةِ اِلَی الْحُضُوْرِ (عدم حضوری سے حضوری کی طرف لوٹ آنا)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

ہم ان کو بھی پسند کرتے ہیں، جو بہ تکلف اپنے کو پاک کرتے ہیں، پاک کرنے میں تکلیف اٹھاتے ہیں، فطرت ان کی گناہ پسندی کی ہے لیکن بہ تکلف اس گناہ پسندی سے نفرت کرتے ہیں اور بہ تکلف پاکیزہ رہتے ہیں۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ جس کو گناہ کی طرف بالکل میلان نہ ہو، حسینوں سے نظر بچانے میں جس کو کوئی تکلیف نہ ہو، وہ انسان نہیں ہے۔ گناہ کی طرف میلان تو ہماری فطرت ہے۔ مجاہدہ کرتے کرتے تکلیف اُٹھاتے اُٹھاتے کسی زمانہ میں اس درجہ مقدس ہو جائے کہ اس کی طبیعت نیکی پر ہی بدل جائے تو اور بات ہے۔ مگر گناہ کی طرف میلان ہو پھر جو حسین سامنے آئے جی چاہے کہ اس کو (Use) کرلو مگر اس تقاضہ کو اللہ کے لیے روکے اور اس پر عمل نہ کرے اور اس تکلیف کو برداشت کرے کہ اے اللہ میں تمام لعنتی کاموں سے توبہ کرتا ہوں اور ان کے وَساوِس سے بھی آپ کی پناہ چاہتا ہوں تو ایسے بندوں کو جو بہ تکلف گناہوں سے بچتے ہیں اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت والا سیر کے لیے تشریف لے گئے اور Metro Spot کلب میدان Lusaka میں حضرت والا کے ارشاد پر مولانا منصور الحق صاحب نے اپنا کلام سنایا۔ آخر میں حضرت والا نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ ہم سب کو جذب فرمالے بلا استحقاق، ہمارا استحقاق نہیں ہے مگر آپ کریم ہیں، بلا استحقاق کرم فرماتے ہیں۔ اے اللہ! ہم لوگوں کو جذب فرمالے کیونکہ اپنے دست و بازو ہم بہت آزما چکے ہیں۔ جب اپنی قوت سے مایوسی ہو جائے تو ان کے جذب کو پُکارا جائے کہ اے اللہ ہم پر اپنی صفتِ جذب کو ظاہر فرمایئے اور ہم کو اپنا بنا لیجئے اور اپنی صفتِ جذب اگر ہم کو نہ دینا ہوتا تو اس کو قرآن پاک میں ظاہر نہ کیا جاتا۔ جو ابا اپنا خزانہ بچوں کو بتا دے تو معلوم ہوا کہ وہ بچوں کو دینا چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا:

﴿اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾

(سورۃ شوریٰ، آیت:۱۳)

اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ پس اے اللہ اس مَنۡ یَّشَآءُ میں ہم سب کو بلا استحقاق داخل کر لے اور جذب کر لے اور دنیا کے سارے جذّ اب سے محفوظ فرما لے۔ پس اس وقت یہی دعا مانگنے کو دل چاہتا ہے۔

آج مولانا اقبال صاحب کے مکان پر جانے کا نظم تھا جو حضرت والا کو مدعو کرنے کے لیے جنوبی افریقہ تشریف لے گئے تھے۔ سیر کے بعد حضرت والا مولانا کے گھر تشریف لائے۔ مولانا موصوف کا تعلق حضرت والا کے دوست مولانا قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی سے ہے۔ وہاں ایک صاحب کو دیکھ کر فرمایا کہ بوئے وطن می آید۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پرتاب گڑھ کے ہیں۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مکہ شریف گئے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ بھئی مجھے بوئے وطن آ رہی ہے، تھانہ بھون کی بو آ رہی ہے، کوئی تھانوی آ گیا کیا؟ حضرت کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت تھانوی تشریف لائے ہیں۔

حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے غارِ نیشا پور میں دس سال عبادت کی۔ اس کے بعد حج کرنے گئے، ان کا لڑکا بھی بلخ سے گیا جو اس وقت بلخ کا سلطان تھا، طواف کرتے ہوئے نظر سے نظر مل گئی، خون کی کشش ہوئی تو بعد طواف کے مقامِ ابراہیم پر دونوں نے ملاقات کی، سلطان ابراہیم ابن ادھم نے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو، اس نے کہا کہ بلخ کا رہنے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ابا کہاں ہیں، اس نے کہا کہ کئی سال سے لاپتہ ہیں، اللہ کے عشق میں سلطنت سے نکل گئے، بس وہ لپٹ گئے اور فرمایا کہ

میں ہوں تمہارا باپ، بلخ کا سلطان ابراہیم اور تم میرے بیٹے۔ ہو تو یہ کشش زمین کی ہوتی ہے، تحصیل پٹی کے یہ ہیں اور پرتاب گڑھ کی تحصیل کے ہم ہیں۔

مجلس برمکان مولانا اقبال صاحب بمقام لوسا کا بعد مغرب

قصہ نقاب پوش بادشاہ کا

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک بادشاہ پر اللہ کے عشق کی کیفیت ایسی غالب ہوئی کہ اس نے سلطنت چھوڑ دی اور دوسرے ملک میں چلا گیا اور وہاں مزدوری کرنے لگا۔ یہ قصہ مولانا روم نے بیان کیا جو خود شاہِ خوارزم کے سگے نواسے تھے اور بہت بڑے عالم تھے۔ جب وہ چلتے تھے تو پانچ سو علماء ان کی پالکی کے پیچھے چلتے تھے۔ انہوں نے اللہ کی محبت میں اپنی جاہ کو چھوڑا اور حضرت شمس الدین تبریزی کا بستر سر پر اٹھائے پھرتے تھے۔ وہ اس بادشاہ خوش بخت تارکِ تخت کا قصہ بیان کر رہے ہیں کہ وہ بادشاہ، بادشاہت چھوڑ کر دوسرے ملک میں اینٹیں بنانے لگا۔ اللہ کی عبادت میں ایسا مزہ آیا کہ بادشاہت چھوڑ کر مزدور بن گئے۔ اس سے اندازہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کتنے پیارے ہیں اور ان کی محبت میں، ان کی عبادت میں کیا مزہ ہے کہ سلطنت کا مزہ اس کے سامنے پھیکا پڑ جاتا ہے۔ غرض وہ بادشاہ اینٹیں بنانے لگا، ہفتہ میں ایک دن اینٹیں بناتا تھا اور چھ دن عبادت کرتا تھا لیکن چہرہ پر نقاب ڈال لی تھی اپنی بادشاہت کو چھپانے کے لیے کیونکہ شاہی چہرہ چھپ نہیں سکتا، بادشاہ کے چہرہ پر بادشاہت کا ایک اقبال ہوتا ہے۔ ایک دن ہوا چلی تو ذرا سا نقاب ہٹ گیا تو مزدوروں نے کہا کہ بھائی یہ مزدور نہیں ہے، یہ چہرہ تو بادشاہ کا معلوم ہوتا ہے۔ یہ خبر اس ملک کے بادشاہ کو پہنچ گئی۔ بادشاہ بہت گھبرایا کہ شاید کوئی سی آئی ڈی میری سلطنت کا راز لینے

آیا ہے۔ بادشاہ نے فوراً اس جگہ کا دورہ کیا اور تمام مزدوروں کو بھگا دیا اور نقاب پوش مزدور کو بلا لیا اور کہا کہ چہرہ سے نقاب ہٹائیے۔ چہرہ دیکھ کر بادشاہ نے کہا کہ آپ بادشاہ معلوم ہوتے ہیں۔ بادشاہ بادشاہ کو پہچانتا ہے، آپ کے چہرہ پر اقبال بادشاہت کا ہے، آپ مزدور نہیں ہیں، جو حقیقتِ حال ہے سچ سچ بتائیے ورنہ آپ ہمارے ملک میں ہیں، ہم کو ہر طرح کا اختیار ہے۔ تب نقاب پوش نے کہا کہ میں بادشاہ ہوں لیکن بادشاہت کو چھوڑ چکا ہوں۔ اس بادشاہ نے کہا کہ میں آپ کا غلام ہوں کیونکہ آپ تارکِ سلطنت ہیں اور میں سلطنت کا عاشق ہوں۔ آپ میرے ساتھ چلیں اور میری سلطنت آپ لے لیجئے، آپ کا درجہ بڑا ہے، میں آپ کا غلام بننے کے لیے تیار ہوں ؎

پیشِ ما باشی کے بختِ ما بود
جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود

میری خوش نصیبی ہے کہ آپ میرے سامنے ہوں، آپ کی ملاقات سے میری جان سو جان ہوگئی۔ نقاب پوش بادشاہ نے دل میں سوچا کہ میں تو سلطنت چھوڑ کر آیا ہوں، یہ دوبارہ مجھ سے سلطنت چپکانا چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا سب وزیروں کو یہاں سے ہٹائیے اور اپنا کان میرے قریب لائیے، میں آپ کے کان میں کچھ کہوں گا۔ بتائیے کوئی بادشاہ سے ایسی بات کرسکتا ہے، اس طرح بادشاہ کو کوئی نصیحت و تبلیغ کرسکتا ہے کہ اپنا کان قریب لائیے۔ ہے کسی کی ہمت جو بادشاہ سے اس طرح خطاب کرے لیکن ہاں جو بادشاہت کو چھوڑ سکتا ہے، جس کے دل میں بادشاہت کی کوئی حقیقت نہ ہو، جو بادشاہت کو ترک کرنے کا جذبہ رکھتا ہو اُسی کی یہ ہمت ہوسکتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ واقعہ بیان کرنا بھی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا کام ہے کیونکہ وہ بادشاہ کے نواسے تھے۔ کوئی عام آدمی تو اس کو بیان بھی نہیں کرسکتا۔

غرض ایسے رعب سے اس نے کہا کہ بادشاہ کانپنے لگا، سب کو ہٹا دیا اور اپنا کان اس بادشاہ کے منہ کے قریب کر دیا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ درد بھرے دل سے نہ جانے اس کے کان میں کیا کہہ دیا اور اس کے دل میں اللہ کی محبت کا کیا مزہ گھول دیا کہ وہ بادشاہ بھی سلطنت چھوڑنے کو تیار ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ چلیے ہم دونوں کسی تیسرے ملک میں چلیں جہاں لوگ ہمیں نہ پہچانیں، وہاں مزدوری کریں گے اور اللہ کی عبادت کریں گے، دونوں اپنا اپنا ملک چھوڑ کر نکل گئے اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یہی راز حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھم پر کھل گیا تھا اور ان پر اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ انہوں نے بادشاہت چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ کتنے بادشاہ مر گئے جنہیں آج کوئی پوچھتا بھی نہیں لیکن اس بادشاہ تارکِ سلطنت حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم کا نام تفسیر روح المعانی کے پانچویں پارے کی تفسیر میں آ رہا ہے ؎

اب مرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

مولانا رومی نے فرمایا کہ اللہ کے نام میں وہ مزہ ہے کہ کتنے سلاطین گھر سے بے گھر ہو گئے اور اللہ کے راستہ میں سلطنتیں قربان کر دیں لیکن کوئی ایک مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی ولی اللہ نے اپنی ولایت کے بدلہ میں سلطنت قبول کی ہو۔ اس پر احقر کے اشعار ہیں ؎

بہت سے سلاطیں ہوئے گھر سے بے گھر دِلوں میں جب ان کے کیا عشق نے گھر

مزہ ان کو آیا جو اس سنگِ در پر تو پایا فقیری کو شاہی سے بہتر

وہ دل جو ترے غم کا مارا نہیں ہے

وہ دل سب کا ہو پر تمہارا نہیں ہے

ہجرت کے اسرار و رُموز

ارشاد فرمایا کہ دوسرا مضمون یہ ہے کہ اگر ہجرت فرض نہ ہوتی تو کعبہ شریف کے پاس ہی روضۂ مبارک بنتا اور حاجی جب حج کرنے آتے تو ان کے دل کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ کعبہ کا عشق مجبور کرتا کہ کعبہ کا طواف کریں اور عشقِ رسول تقاضا کرتا کہ روضۂ مبارک پر چلیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صلوٰۃ و سلام پیش کریں۔ پس ہجرت کا تکوینی راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ سے پانچ سو میل دور بھیج دیا تاکہ عاشقوں کے دل کے ٹکڑے نہ ہوں۔ مکہ میں کعبہ شریف پر فدا ہوں اور مدینہ میں روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔

ہجرت کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ وطن کا بت دِلوں سے نکل جائے۔ جیسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں سے وطنیت کا بت نکل گیا کہ اللہ کے سامنے وطن کوئی چیز نہیں ہے۔ میرا شعر ہے ؎

بت وطن کے بھی ہجرت سے سب گر گئے
سوئے طیبہ چلے جب نبی کے قدم

تیسری چیز یہ ہے کہ عقیدہ درست کر دیا گیا کہ رزّاق اللہ تعالیٰ ہے۔ رزق کے اسباب چھوڑ دو، جمی جمائی دکان چھوڑ دو، چلی چلائی دکان چھوڑ دو۔ مدینہ شریف چلے جاؤ، تم اسبابِ رزق چھوڑ رہے ہو مگر رزّاق کو اپنے ساتھ لے جا رہے ہو۔ کیوں ڈرتے ہو؟ جو رزق ہم تمہیں کعبہ میں دے سکتے ہیں وہ مدینہ شریف میں بھی دے سکتے ہیں۔ لہٰذا سارے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مدینہ میں کتنے غنی ہو گئے۔

مقامِ رسالت کی عظمت

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **ارشاد فرمایا کہ**
کو اتنی اہمیت دی کہ ہمارا رسول بندوں کے نفوس کا تزکیہ کرے گا، ان کی اصلاح کرے گا۔ کعبہ شریف میں ارکانِ حج وعمرہ ادا ہو جائیں گے، ثواب مل جائے گا مگر تم کو اللہ نہیں ملے گا، اللہ ہمارے رسول سے ملے گا۔ لہٰذا جہاں میرا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جا رہا ہے تم سب کے سب وہیں جاؤ اور اللہ کے رسول سے محبت کرنا تمہارے لیے آسان بھی ہے کیونکہ رسول بصورتِ بشر ہے۔ بباطن نورِ نبوت رکھتا ہے بظاہر بشر ہے اور تم بھی بشر ہو اور بشر کو بشر چاہیے اس لیے تم سب لوگ میرے نبی کے ساتھ جاؤ، اللہ کا عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھو کہ اللہ پر کیسے مرا جاتا ہے۔ مرنا جینا تم کو میرے رسول سے آئے گا لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مرو جیو، تمہیں زندگی کا قرینہ آجائے گا، جینے کا قرینہ بھی آجائے گا مرنے کا قرینہ بھی آجائے گا۔ اللہ کی بندگی اللہ کا رسول سِکھائے گا۔ اللہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا درجہ ہے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

خدا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی ہے اس لیے آپ سے زیادہ کوئی مزاج شناسِ الوہیت بھی نہیں لہٰذا ہمارا رسول ہی ادائے بندگی سِکھائے گا۔ کعبہ سے ادائے بندگی نہیں آئے گی۔ کعبہ خود بندگی نہیں کرسکتا تو وہ کیا بندگی سکھائے گا۔ خدا کا رسول ادائے بندگی سکھاتا ہے کہ اس طرح وضو کرو، اس طرح نماز پڑھو۔ کعبہ شریف نماز نہیں پڑھتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے والے کو بھیجا تاکہ تم کو نماز پڑھنا آجائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

﴿ صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ ﴾

(صحیح البخاری، ج: ۱، باب الاذان للمسافر)

تم ایسے نماز پڑھو جیسی مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ نبی جیسی نماز تم کہاں پڑھ سکتے ہو؟ اس لیے اس کی نقل کرلو۔ تم نماز کو مقامِ نبوت سے ادا نہیں کر سکتے کہ میں کیسے **سبحان ربی العظیم** کہتا ہوں کیسے **سبحان ربی الاعلیٰ** کہتا ہوں، میرے سامنے جو خدا کی عظمت ہوتی ہے وہ تمہارے سامنے کیسے آ سکتی ہے۔ لیکن تم میری نقل کرلو، نقل سے تمہارا کام بن جائے گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کتنے مبارک ہیں کہ پوری کائنات میں **رَأَیْتُمُوْنِیْ** کا شرف صرف صحابہ کرام کو حاصل ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اس لیے صحابہ کے بتائے ہوئے طریقہ سے زیادہ کوئی دوسرا طریقہ معتبر نہیں کیونکہ صحابہ کے علاوہ کسی نے حضور کو نہیں دیکھا اور رَأَیْتُمُوْنِیْ صرف نماز تک محدود نہیں ہے بلکہ روزہ بھی ایسے رکھو جیسے مجھے دیکھتے ہو اور حج میں بھی میری نقل کرو، اگر میری مرضی کے خلاف، میری سنت کے خلاف، میرے طریقہ کے خلاف تم حج کرو گے تو قبول نہیں ہوگا لہٰذا جیسے میں نے حج کیا ہے تم اس کی نقل کرلو، جیسے میں نے طواف کیا ہے ایسے ہی تم طواف کرلو، صفا مروہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ غرض ہر عبادت اسی طرح کرو جیسے مجھے دیکھتے ہو۔ میری نقل سے اللہ تمہیں پیار کرلے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی آپ کہہ دیجئے **فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ** میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا پیارا بنالیں گے۔

میدانِ عرفات کی بہترین دعا

یہاں پر ایک بات یاد آئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے روز جو دعائیں میں نے پڑھیں یا مجھ سے پہلے انبیاء نے پڑھیں ان میں بہترین دعا یہ ہے:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ
لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

(سنن ترمذی، ج: ا ، باب فی دعاء یوم عرفة)

بتاؤ! اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی چیز مانگی ہے؟
بظاہر کچھ نہیں مانگا مگر سب دعاؤں سے افضل ہے کیونکہ ثَنَاءُ الْکَرِیْمِ دُعَاءٌ کریم کی تعریف کرنا ہی دعا ہے کیونکہ تعریف سے خوش ہوکر کریم بغیر مانگے عطا فرما دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش دِلانے کے لیے ایسی پیاری دعا سِکھائی جس میں صرف حق تعالیٰ کی حمد ہے اور حمد کا انکار ممکن نہیں لہٰذا یہ دعا یقیناً اللہ قبول کرے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کرتے ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ آپ نے ثناء وہ شروع کی جو کلمہ کی بنیاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ عقیدہ ایمان کی بنیاد ہے اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا کافر ہے اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کلمہ سے دعا شروع کی کیونکہ حق تعالیٰ اس کا انکار فرمائیں گے ہی نہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کرتے ہیں وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ الخ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، سارا ملک اسی کا ہے اور تمام تعریف صرف اسی کے لیے خاص ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آپ نے ایسی دعا فرمائی کہ بارگاہِ حق سے جس کا انکار ممکن نہیں، نہ معبودیت کا انکار ممکن ہے نہ وحدانیت کا انکار ممکن ہے نہ لاشریک اور قادرِ مطلق ہونے کا انکار ممکن ہے تاکہ اُمت جب یہ دعا مانگے تو حق تعالیٰ خوش ہوکر سب کچھ عطا فرمادیں۔ حق تعالیٰ دیکھیں گے کہ بندہ کچھ نہیں مانگ رہا ہے صرف میری تعریف کر رہا ہے تو وہ کریم بغیر مانگے رحمت کے دریا اُنڈیل دے گا۔

زبانوں اور رنگوں کے اختلاف کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ اچھا اب ایک نئی بات سنو! جو شاید مجھ ہی سے سنو گے۔ ملاوی میں ایک رات دو بجے میری آنکھ کھل گئی تو کتا بھونک رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ کیا بات ہے کہ یہاں کا کتا بھی اسی زبان میں بھونکتا ہے جس زبان میں کراچی کا کتا بھونکتا ہے۔ کتے بلی اور تمام جانور ہر ملک کے ایک ہی طرح بولتے ہیں۔ انگلینڈ کا کتا یہ نہیں کہتا کہ **I am a dog** اور انگلینڈ کی بلی یہ نہیں کہتی کہ **I am a cat** بلکہ ہر ملک کی بلی میاؤں ہی کہے گی۔ بنگلہ دیش کے ایک عالم نے مزاحاً کہا کہ بلی جو میاؤں کہتی ہے تو دراصل کہتی ہے کہ میں آؤں؟ یعنی دسترخوان پر کیا اکیلے اکیلے ٹھونس رہے ہو میں آؤں؟ لیکن انسانوں کی زبانیں ہر ملک اور ہر علاقہ کی مختلف ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ دل میں یہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے ان کی زبانوں میں اختلاف کر دیا تاکہ اس اختلاف سے وہ مجھے پہچانیں کہ واہ رے میرے اللہ آپ کی کیا قدرت ہے کہ آپ نے کتنی زبانیں پیدا فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْ اٰيَاتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ...... الخ﴾

(سورۃ روم، آیت: ۲۲)

تمہارے اختلافِ زبان اور اختلافِ رنگ میں میری نشانیاں ہیں اور نشانیاں جانوروں کو نہیں دی جاتیں کیونکہ ان کے اندر معرفتِ الٰہیہ کی صلاحیت ہی نہیں ہے ورنہ انگلینڈ کی بلی انگریزی بولتی اور پاکستان کی بلی اردو بولتی اور بنگلہ دیش کا کتا بنگلہ بولتا لیکن ساری دنیا کے جانور ایک ہی طرح بولتے ہیں، پاکستان کا

گدھا اسی طرح بولے گا جس طرح انگلینڈ کا گدھا بولتا ہے اور انسانوں کو کیونکہ اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا اس لیے ان کی زبان اور رنگ میں اختلاف کر دیا لیکن یہ ہماری نادانی ہے کہ ہم اس کو وجہ فضیلت بنا لیں کہ ہم گورے ہیں تم کالے ہو۔ معلوم ہوا کہ زبان اور رنگ کا اختلاف لڑنے کے لیے نہیں اللہ کی معرفت و محبت کے لیے ہے۔ اگر ابا اپنی کوئی نشانی دے تو بچے اس کو دیکھ کر ابا کو یاد کرتے ہیں یا آپس میں لڑتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو اختلافِ السنہ و اختلافِ الوان کو اپنی نشانی بتا رہے ہیں اور ہم بجائے اپنے مالک کو یاد کرنے کے اس پر لڑ رہے ہیں اور اس کو اپنی اپنی فضیلت کا سبب بنا رہے ہیں۔ اس لیے دوسری جگہ فرما دیا:

﴿اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ﴾

(سورۃ حجرات، آیت: ۱۳)

تمہاری فضیلت اور کرامت زبانوں اور رنگوں پر نہیں ہے تقویٰ پر ہے جو جتنا زیادہ متقی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا ہی مُکرَّم ہے۔

مسکین کے معنیٰ

ارشاد فرمایا کہ میں بمبئی کی مسجد نور میں تقریر کر رہا تھا تو دورانِ تقریر میں نے حدیث کی یہ دعا پڑھی:

﴿اَللّٰھُمَّ اَحۡیِنِیۡ مِسۡکِیۡنًا وَّاَمِتۡنِیۡ مِسۡکِیۡنًا وَّاحۡشُرۡنِیۡ فِیۡ زُمۡرَۃِ الۡمَسَاکِیۡنَ﴾

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق)

اے اللہ مجھ کو مسکین زندہ رکھیے اور مسکینی میں موت دیجیے اور مسکینوں میں اُٹھائیے۔

میں نے عرض کیا کہ اس دعا کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ امت غریب ہو جائے اور زکوٰۃ لینے لگے اس لیے مسکین کے معنیٰ سمجھ لیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

﴿اَلْمِسْکِیْنُ مِنَ الْمَسْکَنَةِ وَالْمَسْکَنَةُ هِیَ
غَلَبَةُ التَّوَاضُعِ عَلٰی وَجْهِ الْکَمَالِ﴾

(مرقاة المفاتیح، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی)

یعنی مسکنت کے معنی مفلسی کے نہیں ہیں بلکہ کمالِ تواضع مراد ہے۔ اگر مسکنت کے معنی مفلسی کے ہوتے جیسا کہ ہم لوگ سمجھتے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ غریب ہوجاتے اور حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے امیر صحابہ قلاش ہوجاتے۔ تقریر کے بعد ایک سیٹھ صاحب ملے جو میرے پیر بھائی بھی ہیں انہوں نے کہا کہ تین سال سے میں اس دعا کو اس ڈر سے نہیں پڑھ رہا ہوں کہ میں غریب ہوجاؤں گا تو غریبوں کو زکوٰۃ کیسے دوں گا؟ مسجد اور مدرسہ کی خدمت کیسے کروں گا؟ مسکین کے معنی ہم یہی سمجھتے ہیں کہ ہم غریب، تہی دست اور قلاش ہوجائیں گے۔ اس کے یہ معنی تو ہمیں معلوم ہی نہیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے میرا ڈر نکال دیا۔ اب میں یہ دعا پڑھا کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ شکر ہے، ایک بہت بڑی جہالت آج دور ہوگئی، حضور رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی دعا کیسے بتلا سکتے ہیں کہ اُمت غریب ہوجائے، آپ تو امت کو دونوں جہان میں آرام سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اِسی طرح غربت کے معنی بھی مفلسی کے نہیں ہیں بلکہ غربت کے معنی ہیں پردیسی ہونا، بے یار و مددگار رہونا:

﴿بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ غَرِیْباً فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ﴾

(صحیح مسلم، ج: ۱، کتاب الایمان، باب بیان اَنَّ الاسلام بدأ غریباً)

اسلام غربت میں پیدا ہوا یعنی اجنبی اور بے یار و مددگار کہ ہر شخص اسلام سے ڈرتا تھا جیسے پردیسی کو کوئی نہیں پوچھتا ایسے ہی اسلام آخر میں ہوجائے گا یعنی غریب، پردیسی اور اجنبی کے مانند اور اسلام کو ہاتھ میں لینا ایسا ہوگا کہ جیسے

انگارہ ہاتھ میں لے رہا ہے۔ پس مبارک ہو غریبوں کے لیے کہ جب اُنہیں کوئی نہ پوچھتا ہو پھر بھی وہ دین پر قائم رہیں۔

حفاظتِ نظر کی ایک عجیب حکمت

ارشاد فرمایا کہ اگر نظر کی حفاظت کرو اور باہر والی عورتوں کو نہ دیکھو تو اپنی کم حسین بیوی بھی اچھی معلوم ہوگی۔ دوسری عورتوں کو دیکھنے سے ناشکری پیدا ہوگی کہ ہائے یہ زیادہ حسین ہے، میری بیوی کم حسین ہے۔ منجملہ اور اسرار کے ایک راز یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت اسی لیے فرض کی ہے کہ نہ دوسری کو دیکھیں گے نہ للچائیں گے اور لے دے کے اپنی ہی اِنہیں حسین معلوم ہوگی لہٰذا اپنی بیویوں کی ناقدری مت کرو، اللہ کی بندی سمجھ کر ان کو پیار و محبت سے رکھو۔ ان سے حسنِ سلوک کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اگر ہم ان پر زیادتی کریں گے تو اللہ تعالیٰ انتقام لے گا، چند روز صبر کرلو، جنت میں یہی بیویاں حوروں سے زیادہ حسین بنا دی جائیں گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حوروں نے نمازیں نہیں پڑھیں، روزے نہیں رکھے، عبادت نہیں کی، شوہروں کی خدمت نہیں کی اور دنیا کی عورتوں نے یہ سب عبادتیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی عبادت کا نور ڈال دے گا، یہ مستزاد نور حوروں میں نہیں ہوگا۔ حوروں میں صباحت ہوگی لیکن نورِ عبادت کی وہ ملاحت نہیں ہوگی جو دنیا کی عورتوں پر ہوگی، وہ اللہ کا نور ہوگا جو حوروں کے چہروں پر نہیں ہوگا پھر وہ ہماری بیویوں سے کیسے خوبصورت ہوسکتی ہیں۔ دنیا مسافر خانہ ہے، یہاں چند روز رہنا ہے، کچھ دن صبر کرلیں پھر جنت میں عیش کریں گے۔

۱۶؍صفر المظفر ۱۴۲۳؁ھ مطابق ۲۸؍اپریل ۲۰۰۲؁ء؍اتوار
بعد نماز فجر لوسا کا (زمبیا) Metro spot club

مدینہ منورہ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

ارشاد فرمایا کہ مدینہ پاک کی مٹی سے محبت کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ جب آپ غزوات سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچتے تھے تو اپنے بدن مبارک سے چادر اتار کر اونٹنی پر رکھ دیتے تھے تا کہ مدینہ کی مٹی میرے بدن کو لگ جائے اور کسی مقدس مقام کے لیے ثابت نہیں ہے کہ وہاں کی مٹی کو آپ نے بدن پر مل لیا ہو۔ معلوم ہوا کہ جہاں سے اللہ کا دین پھیلتا ہے وہ جگہ اللہ کے عاشقوں کے نزدیک بہت محبوب ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

خوشتر از ہر دو جہاں آں جا بود
کہ مرا با تو سر و سودا بود

سب سے بہترین زمین وہ ہے جہاں میرے سر کا سودا آپ کی ذاتِ پاک کے ساتھ ہو جائے، جہاں میرا سر آپ پر فروخت ہو جائے وہ زمین مجھے سب سے پیاری ہے۔ مدینہ منورہ میں اللہ کے رسول نے اپنے سر کا سودا کیا ہے اور آپ کے طفیل میں صحابہ کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَةِ
فَلْیَمُتْ بِھَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِھَا﴾

(سنن ترمذی، ج: ۲، باب ما جاء فی فضل المدینة)

جس کو استطاعت ہو کہ مدینہ میں مرے وہ مدینہ آکر مر جائے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مدینہ

میں مرنے والوں کی شفاعت پہلے ہوگی۔ جب مدینہ والوں کی شفاعت ہوجائے گی پھر مکہ والوں کی باری آئے گی۔ وحی کے نزول کا زمانہ تھا، اللہ نے یہ وحی نازل نہیں فرمائی کہ ہمارے گھر والوں کو آپ نے بعد میں رکھا، ہمارے پڑوسیوں کو آپ نے محروم کردیا، ایسا نزولِ وحی نہیں ہوا، سکوت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ بھی اس بات سے راضی ہے جس سے اس کا رسول راضی ہے۔

صحابہ کرام کی نظر میں صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت

اور صحابہ نے حج وعمرہ کا بہت زیادہ اہتمام نہیں کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا زیادہ اہتمام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دے دی کہ حج اور عمرہ کا بار بار کرنا مَحَّاءُ الذُّنُوْبِ ہے، خطاؤں کی معافی بھی ہوگی اور روزی بھی بڑھے گی۔ حج میں تو خرچ ہوتا ہے، بتائیے کتنے تعجب کی بات ہے کہ حج اور عمرہ بار بار کرو تو تمہاری روزی بڑھ جائے گی۔ معلوم ہوا رزّاق کو خوش کرنے سے روزی بڑھ جاتی ہے اور حج وعمرہ عاشقانہ عبادت ہے۔ کعبہ کا طواف کرنا صفا مروہ پر دوڑنا یہ کیا عشق نہیں ہے۔ عرفات منیٰ مزدلفہ یہ سب ارکانِ عاشقانہ ہیں مگر جب سنت کے مطابق ہوگا تب قبول ہوگا۔ بہر حال کعبہ شریف اور مدینہ شریف دونوں کی محبت ہمارے ذمہ ضروری ہے۔

عظمتِ رسالت کا منکر جہنمی ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کیا شان دی ہے کہ علماء امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے لہٰذا جو اللہ کے نام پر قربان ہو وہ رسول اللہ پر نہ قربان ہو، پھر اس کی کیا قربانی ہے، کوئی اللہ پر قربان ہے، شہادت کے لیے تیار ہے لیکن رسول اللہ کی عظمت اگر اس کے دل میں نہیں ہے تو جہنم میں جائے گا۔ اس لیے عظمتِ رسالت بھی ایمان کے لیے لازمی ہے

(مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے بہت قیمتی بات فرمائی) بعض لوگ شہید ہونے کے لیے تیار ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت میں کمی ہے تو یہ دلیل ہے کہ ان کے دل میں اللہ کی عظمت بھی نہیں ہے۔ عظمتِ رسول عظمتُ اللہ کی دلیل ہے۔ جس کے دل میں اللہ کی عظمت ہوگی اس کے دل میں رسول کی عظمت بھی ہوگی۔

ثابت ہوا کہ جس دل میں رسول اللہ کی عظمت نہیں اس کے دل میں اللہ کی بھی عظمت نہیں ہے۔ پس رسالت کا منکر اللہ کا منکر ہے اس لیے جہنمی ہے۔

درود شریف کی ایک عجیب خصوصیت

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت حکیم الامت تھانوی صاحب سے صرف سات برس چھوٹے تھے اور حضرت کے بہت پرانے خلفاء میں تھے۔ تمام خلفاء حضرت کی خدمت میں باادب بیٹھے تھے وہ فرماتے تھے کہ صرف درود شریف ایسی عبادت ہے جس میں منہ سے بیک وقت اللہ کا نام بھی نکلتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام بھی نکلتا ہے، دونوں نام ساتھ ساتھ نکلتے ہیں۔

دل کو تھاما اُن کا دامن تھام کے
ہاتھ میرے دونوں نکلے کام کے

اور کوئی عبادت ایسی نہیں جس میں اللہ کا نام بھی آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام بھی آئے اس لیے کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کے لیے مغفرت کی بشارت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت تو عین ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿﴾

(سورۃ احزاب، آیت: ۵۶)

اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیار کرتے ہیں اے مسلمانو! تم بھی میرے نبی سے پیار کرو۔ یہ عاشقانہ ترجمہ ہے جیسے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عاشقانہ ترجمہ حضرت فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا کہ اللہ پیار کرے محمد صاحب کا اور سلامت رکھے ان کو۔ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ ہماری شرکت نعمت نہیں ہے؟ جس تجارت میں بادشاہ کا حصہ بھی ہو اس تجارت میں خسارہ اور (Loss) ہوسکتا ہے؟ وہ بزنس گھاٹے میں جاسکتی ہے؟ درود شریف بھیجنا اللہ کا کام ہے اور فرشتوں کا کام ہے، اس میں اپنا حصہ لگالو یہ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ہے، اس میں خسارہ ہے ہی نہیں۔

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پورا قصیدہ بردہ شریف روزانہ تہجد کے وقت پڑھتے تھے۔ سب زبانی یاد تھا اور ساتوں منزل مناجاتِ مقبول کی روزانہ پڑھتے تھے اور بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ تو ایسا دیکھا کہ فرمایا حکیم اختر میں نے آج خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسے زیارت کی کہ آپ کی آنکھوں میں لال لال ڈورے بھی نظر آئے۔ میں نے خواب ہی میں پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا میں نے آپ کو خوب دیکھ لیا تو فرمایا ہاں عبدالغنی تم نے اپنے رسول کو آج خوب دیکھ لیا۔ کیا کہوں پوری داستان آنکھوں کے سامنے سے گذرگئی۔ سترہ سال ساتھ رہا۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے

شیخ کے انتقال کے بعد صدمہ وغم سے میرا بھی انتقال ہو جائے گا مگر انتقال اللہ کے قبضہ میں ہے، جب ان کا حکم ہوگا تب ہی ہوگا انتقال۔ (حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ طویل مدت تک دراز فرمائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت وعافیت کے ساتھ ایک سو بیس سال تک سلامت رکھے آمین۔ جامع)

آج جنوبی افریقہ واپسی کا دن تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے حضرت والا کے ہمراہ جملہ احباب ائیر پورٹ روانہ ہوئے۔ ڈیڑھ بجے جہاز کی روانگی کا وقت تھا۔ پونے چار بجے شام جوہانسبرگ ائیر پورٹ پر آمد ہوئی اور وہاں سے مفتی حسین بھیات صاحب کے مکان لینیشیا پہنچے۔

۱۹؍صفر المظفر ۱۴۲۳؁ھ مطابق ۳۰؍اپریل ۲۰۰۲؁ء بروز منگل

زمبیا سے واپسی کے بعد دارالعلوم زکریا کے مہتمم حضرت مولانا شبیر صالح جی نے حضرت والا سے درخواست کی تھی کہ حضرت والا کچھ دیر کے لیے دارالعلوم تشریف لائیں اور طلباء کو نصیحت فرمائیں۔ چنانچہ مغرب کے بعد حضرت والا دارالعلوم تشریف لے گئے اور خطبۂ مسنونہ پڑھ کر وعظ فرمایا جو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَعُوۡذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوۡنَ o

(سورۃ حجر، آیت: ۹)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ قرآن میں نے نازل کیا ہے وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوۡنَ اور اس کی حفاظت بھی میرے ذمہ ہے۔ علامہ آلوسی السید محمود

بغدادی مفتی بغداد لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے، سابقہ آسمانی کتابوں کی حفاظت اس وقت کے علماء کے سپرد کی گئی تھی تو وہ ایک آدھ پشت تو صحیح پڑھتے رہے مگر اس کے بعد پھر ملاوٹ شروع کر دی توریت، زبور اور انجیل میں تحریف کر دی کیونکہ ان کتابوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے کوئی ذمہ نہیں لیا تھا اس لیے ان کتابوں کا کوئی حافظ بھی نہ تھا اور قرآن پاک کے تو چھوٹے چھوٹے بچے حافظ ہیں۔ اگر مصر کا کوئی بڑا قاری ایک نقطہ تبدیل کر دے لَوْ تَغَيَّرَ نُقْطَةً فِي الْقُرْآنِ لَيَرُدُّ عَلَيْهِ الصِّبْيَانُ تو ہمارا نوسال کا بچہ اس کو ٹوک دے گا اَنْتَ اَخْطَأْتَ يَا شَيْخُ کہ شیخ آپ نے یہاں غلطی کر دی۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہیں لیکن جمع کا صیغہ کیوں نازل کیا؟ اس کا جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا تَفْخِيمًا لِّشَأْنِهٖ اپنی شانِ عظمت کے مقتضا کے مطابق جمع کا صیغہ استعمال کیا جیسا کہ شاہانِ دنیا بھی کرتے ہیں کہ اپنے لیے کہتے ہیں کہ ما بدولت نے ایسا کیا۔ شاہانِ دنیا کبھی واحد نہیں بولتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمتِ شان کی وجہ سے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا نازل کیا یعنی تحقیق کہ ہم نے نازل کیا۔ یہ بات علامہ آلوسی السید محمود بغدادی نے تفسیر روح المعانی میں لکھی ہے اور وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور تحقیق کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کہاں کریں گے؟ آسمان میں، زمین میں، کہاں؟ یہاں تفسیری جملہ بڑھا دیا اَیْ فِيْ قُلُوْبِ اَوْلِيَآءِ نَا تو تفسیر روح المعانی کے لحاظ سے وہ اللہ کا دوست ہو گیا جو حافظِ قرآن ہو گیا۔ قرآن کی عظمت کے لیے حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ اَشْرَافُ اُمَّتِيْ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ میری امت کے بڑے لوگ حافظِ قرآن ہیں۔ یہ اشرافِ امت ہیں یعنی امت کے بڑے لوگ ہیں، ان کو حقیر سمجھنے والا بے وقوف ہے۔ قرآن کے حافظ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کے بڑے لوگ فرمایا ہے۔ باقی اپنے منہ سے بڑا بننے

سے کوئی بڑا نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑے لوگ اُمت میں دو کو فرمایا حَمَلَۃُ الْقُرْآنِ وَ اَصْحَابُ اللَّیْلِ کہ جو حاملِ قرآن ہیں اور جو اصحاب اللیل ہیں یعنی رات کو اُٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ اب رہ گیا یہ کہ تین بجے رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنا تو سب کے لیے آسان نہیں ہے تو علامہ شامی ابنِ عابدین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی عشاء ہی کے وقت میں چار رکعات فرض اور دو سنت پڑھ کے دو چار رکعات نفل پڑھ لے تو وہ تہجد گذاروں میں شمار ہوگا:

﴿اِنَّ سُنَّۃَ التَّھَجُّدِ تَحْصُلُ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ قَبْلَ النَّوْمِ﴾

جو سونے سے قبل وتر سے پہلے دو چار رکعات پڑھ لے اس شخص کی سنتِ تہجد ادا ہو جاتی ہے، وہ تہجد گذاروں میں شمار ہوگا۔ حضرت تھانوی نے بھی امدادُ الفتاویٰ جلد نمبر ۵ میں یہ لکھا ہے (حضرت والا نے درمیان میں فرمایا کہ ابھی لوگ حیرت میں ہیں کہ اس کو کیسے یاد ہے، فالج کے مریضوں کو تو سب بھول جاتا ہے مگر میرے اللہ نے مجھ پر فضل فرمایا کہ حافظہ پر اثر نہیں پڑا۔ جامع) تو عرض کر رہا تھا کہ چار رکعات پڑھ لے تو قیامت کے دن وہ بھی اسی صف میں کھڑا ہوگا جس میں تہجد گذار ہوں گے۔ اس لیے تہجد گذاری نہایت آسان ہے۔ عشاء کی نماز پڑھ لی چار فرض اور دو سنت اور اس کے بعد دو رکعات نماز تہجد کی پڑھ لی۔ مولانا منصور الحق صاحب نے اس دوران فرمایا کہ طالبِ علموں کے لیے اس میں بہت سہولت ہے تو حضرت والا دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ طالبِ علموں ہی کے لیے تو سب کچھ کیا جاتا ہے کیونکہ بعضے ان میں بحرا لکاہل ہوتے ہیں یعنی کاہلی کا سمندر، ان کے لیے یہ طریقہ ہے کہ حافظِ قران بھی ہو گئے اور اصحابُ اللیل بھی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو چیزوں کے مجموعہ کا نام اَشرافِ اُمت رکھا ہے۔ بنگلہ دیش کے ایک عالم تھے، وہ کہتے تھے کہ اگر ہم رات کو اُٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں تو دن بھر چکر آتا ہے، پھر ہم پڑھا

نہیں سکتے، تو میں نے کہا کہ کون کہتا ہے کہ تہجد کے لیے اس وقت اٹھنا ضروری ہے، عشاء ہی کے وقت میں تہجد پڑھ لیجئے، چار رکعات عشاء اور دو سنت پڑھ کے دو چار رکعات تہجد کی نیت سے پڑھ لیجئے، آپ کا شمار فتاویٰ شامی کی رُو سے قیامت کے دن تہجد گذاروں میں ہوگا۔ تو جو حافظِ قرآن ہیں وہ اگر عشاء کے بعد دو چار رکعات تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کریں تو حدیثِ پاک کی رُو سے وہ اشرافِ اُمت یعنی اُمت کے بڑے لوگ ہو جائیں گے اور اگر خالی حافظ ہوئے اور تہجد نہیں پڑھی تو ناقص رہیں گے کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت لازم ہے اور دونوں مل کر جملہ معطوفہ بنتا ہے۔ لہٰذا تہجد کی نماز پڑھنا ہر حافظِ قرآن کے لیے ضروری ہے جس کا آسان طریقہ میں نے بتا دیا ہے کہ عشاء ہی کے وقت میں پڑھ کے سو جائیں پھر اگر رات میں آنکھ کھل جائے تو مزید بریانی کھالیں ورنہ گوشت روٹی پر صبر کریں۔ بڑے لوگ تہجد گذار اور حملۃ القرآن ہیں، باقی لوگوں کو یہ کہنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ ہم بڑے آدمی ہیں جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑے آدمی فرمایا ہے وہی بڑے ہیں اور وہ حافظِ قرآن اور اصحاب اللیل ہیں اگر حافظِ قرآن اصحاب اللیل نہ ہوئے اور چند رکعات تہجد کی نہیں پڑھیں تو سمجھ لیجئے آدھا تیتر آدھا بٹیر ہوگا اور بڑے آدمی کے زُمرہ میں داخل نہیں ہوں گے۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ لَیْسَ مِنَ الْکَامِلِیْنَ مَنْ لَّا یَقُوْمُ اللَّیْلَ کاملین میں سے وہ نہیں ہے جو قیامِ لیل ترک کرتا ہے۔ لہٰذا عشاء کے بعد وتر سے پہلے دو رکعات یا چار رکعات پڑھنا کیا مشکل ہے، آپ قیامت کے دن تہجد گذار اُٹھائے جائیں گے۔ قرآن شریف آخری کتاب ہے، اب اس کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ یعنی وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ اور جو کچھ آپ

سے پہلے نازل کیا گیا۔ یہ دلیل ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے کیونکہ اگر بعد میں نازل کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ فرمادیتے، یہی دلیل ہے کہ اب کوئی دین، کوئی کتاب، کوئی پیغمبر آنے والا نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں اور قرآن شریف آخری کتاب ہے اور اسلام آخری دین ہے بس جو کچھ آپ پر نازل ہوا اور جو کچھ آپ سے پہلے نازل ہوا ان دو پر ایمان لانا ہے۔ تیسری کوئی چیز نہیں ہے وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ بس اس کے بعد قیامت ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ باقی کتابوں کی حفاظت کیوں نہیں کی گئی؟ جواب یہ ہے کہ اس لیے نہیں کی گئی کہ ان کو فنا کرنا تھا، اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو آخری کتاب فرمایا اس لیے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا کیونکہ اب صرف دینِ اسلام مقبول ہے۔

دوسری چیز یہ عرض کرنی ہے کہ اہلِ مدارس کے لیے چار چیزوں کا خیال بہت ضروری ہے۔ اس پر عمل نہ کرنے سے بہت ہی بدنامی ہوتی ہے اور آخرت کا ضرر الگ ہے، نمبر ایک ٹخنہ سے پاجامہ اوپر رکھنا۔ حدیثِ پاک میں ہے:

﴿مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ﴾

(صحیح البخاری، ج: ۲، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الکعبین)

جو ٹخنہ چھپائے گا اتنا حصہ دوزخ میں جلے گا، دوزخ کا عذاب معمولی گناہ پر نہیں آتا گناہِ کبیرہ پر آتا ہے۔ لہٰذا سب طالبِ علم بلکہ سب لوگ غور سے سن لیں کہ شلوار یا پتلون یا پاجامہ ٹخنہ سے نیچے نہ ہونے پائے بلکہ ٹخنہ سے بچ بھی نہ ہونے پائے۔ سرحدی علاقوں میں بمباری ہو جاتی ہے، سرحد سے دور رہنا چاہیے، ٹخنہ سرحد ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

﴿اَمَّا ظَاهِرُ الْاَحَادِيْثِ فَيَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِ الْاِسْبَالِ﴾

ظاہری احادیث سب دلالت کرتی ہیں کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے، لہٰذا سب ایک دوسرے کی امداد کرتے رہیے، اس کا نام امدادِ باہمی ہے کہ جس کا ٹخنہ چھپا ہوا

دیکھو ادب سے کہہ دو کہ قاری صاحب آپ کا ٹخنہ چھپ رہا ہے، ٹخنہ چھپانا تو حرام ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ایک مشت ڈاڑھی رکھ لیجئے، ایک مشت سے ذرا سی بھی نہیں کٹائیے، اگر آپ نے ایک مشت سے کم کر دیا گویا آپ نے ایک بالغ چیز کو جان بوجھ کر نابالغ کر دیا، ڈاڑھی کو شکایت ہوگی کہ یا اللہ میں تو بالغ تھی لیکن یہ کتر کر نابالغ بنا دیتا تھا اور یہ ڈاڑھی کا بچہ ہے، اس کا بھی رکھنا واجب ہے۔ اس کا منڈانا بھی جائز نہیں ہے۔ آج سب لوگ وعدہ کیجئے کہ ایک مشت ڈاڑھی سامنے سے، داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے رکھیں گے پھر تیل لگا کر اس کو کنگھی کیجئے۔ ڈاڑھی کے تین حق ہیں تغسیل، تدہین اور تمشیط یعنی دھونا، تیل ڈالنا اور کنگھی کرنا۔ دو باتیں اور ہیں وہ فنشنگ **Finishing** کی ہیں، یہ تو اسٹرکچر **Structure** کی ہے، فنشنگ میں ذرا دیر لگتی ہے، اس کی تیاری میں دس دس سال ہو گئے، نظر بازی کی عادت پڑی ہوئی ہے، حسینوں سے نظر بچانا، حسین لڑکیاں ہوں یا بے ریش لڑکے ہوں یا ڈاڑھی ہو مگر کشش ان میں ہو، ان کو دیکھنے کو دل چاہے تو جتنا گناہ لڑکی کو دیکھنے کا ہے اتنا ہی گناہ لڑکوں کو دیکھنے کا ہے۔ حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ لڑکا تو کسی وقت حلال ہو ہی نہیں سکتا، لڑکی تو حلال ہو سکتی ہے۔ مان لو اس کا شوہر مر گیا تو فیلڈ خالی ہے، آپ نے پیغام دیا اور وہاں سے قبول ہو گیا تو کام بن گیا، عورت حلال ہو گئی جبکہ ایک زمانہ میں حرام تھی مگر لڑکا کبھی بھی حلال نہیں ہو سکتا، بچپن سے لے کر آخری عمر تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرے گا جو حلال ہو، ان کو دیکھنا ہمیشہ حرام ہے، شہوت کے خیال سے بھی یا یہ سمجھ کر کہ لیا نہ دیا صرف دیکھ لیا، یہ بھی حرام ہے، کسی کی لڑکوں کو دیکھنے کی عادت ہوتی ہے، کسی کی لڑکی کو دیکھنے کی عادت ہوتی ہے، کسی کو دونوں عادتیں ہوتی ہیں، لڑکی ملی تو اس کو دیکھ لیا اور لڑکا ملا تو اس کو دیکھ لیا، یہ سب باتیں شریعت میں حرام ہیں، اللہ کے

غضب سے ڈریئے اور عورت کو بھی جب تک ایجاب وقبول نہ ہو نہیں دیکھ سکتے، جب نکاح ہوگیا اب رات بھر دیکھئے۔

بس مشق کرو کہ ایک نظر بھی خراب نہ ہو، دوسروں کی ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی خالہ ان سب سے نظر بچاؤ، کسی کو مت دیکھو چاہے کتنی ہی حسین ہو، اللہ کے حکم سے زیادہ یہ پیارے نہیں ہیں، اللہ کا حکم نہ توڑو ورنہ اللہ تعالیٰ گردن توڑ دے گا، ایسی بلاؤں میں مبتلا کر دے گا کہ نانی یاد آجائے گی، اپنا دل توڑ دو، غلام ہو تو دل بھی غلام ہے بِجَمِیْعِ اَجْزَاءٍ ۃ وَبِجَمِیْعِ اَعْضَاءٍ ۃ تم غلام ہو تو دل بھی غلام ہے، اپنی خوشی کو توڑ دو، اللہ کی مرضی پر چلو۔ تو یہ سمجھ لیجئے کہ یہ چار حکم ہو گئے۔ آخر میں قلب کا حکم بچتا ہے کہ دل میں پرانے گناہوں کو سوچ کر مزہ لینا بھی حرام ہے اور آئندہ کے لیے اسکیم بنانا بھی حرام ہے، کسی عورت کو دیکھا تو للچا گئے کہ بہت حسین ہے، مگر اس کو پایا نہیں، اب کیا کریں تو سوچتے ہیں کہ چلو اس کا تصور کرو، تصور کر کے مزہ لو، تو یہ سب اپنے کو دھوکہ دینا ہے، اللہ سے ڈرو، پھر کہتا ہوں کہ اللہ کے لیے اللہ سے ڈرو، چاروں حکم سمجھ لو، ایک دفعہ پھر سن لو، ٹخنہ چھپانے سے ڈرو کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عین اس وقت میں جبکہ آپ کو ایک زہر میں ڈوبا ہوا چھرا مارا گیا، اس وقت بھی آپ نے فرمایا اِرْفَعْ اِزَارَکَ یَا غُلَامُ اے لڑکے تو اپنی لنگی کو اوپر کر لے، اگر یہ معمولی حکم ہوتا تو اپنے رب سے ملنے کے وقت اس حکم کا خیال ہوتا؟ اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْبِلِیْنَ اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان سنو کہ اللہ تعالیٰ ٹخنہ چھپانے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بَذْلُ الْمَجْھُوْدِ ابوداؤد کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جو لباس اوپر سے آ رہا ہے، چاہے کرتا ہو، چاہے عبا ہو، چاہے پاجامہ ہو اس سے ٹخنہ چھپانا جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ یہ

مسئلہ یاد رکھو کہ جولباس نیچے سے آ رہا ہے اس سے اگر ٹخنہ چھپ گیا تو کوئی حرج کی بات نہیں جیسے موزہ اگر گلے تک پہن لو تو کوئی حرج نہیں، بالکل جائز ہے، موزہ سے ٹخنہ چھپانا جائز ہے، کیونکہ وہ نیچے سے آ رہا ہے اور اوپر سے آنے والے لباس میں بھی ٹخنہ چھپانا دوصورتوں میں ناجائز ہے جس وقت آدمی چل رہا ہو یا کھڑا ہوا ہو، اگر بیٹھے ہوئے ہو یا لیٹے ہوئے ہو تو اگر اس حالت میں ٹخنہ چھپ جائے تو کوئی حرج نہیں، بس یہ دو حکم ہو گئے۔ (۱) ٹخنہ نہ چھپانا اور (۲) ڈاڑھی ایک مشت رکھنا۔ ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، ذرا سی بھی کم نہ ہو، تینوں طرف سے ایک مشت ہو۔

تیسرا حکم ہے نظر کی حفاظت۔ یہ بہت مشکل پرچہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر جزا بھی بہت پیاری رکھی ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو آنکھ کی بصارت کا مزہ اللہ کے حکم پر قربان کردے گا، اللہ تعالیٰ اسے حلاوتِ ایمانی سے نوازیں گے یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ پس وہ اپنے دل میں حلاوت کو پا جائے گا، محض تصور نہ ہوگا، واجد ہوگا اور حلاوتِ ایمانی اس کے قلب میں موجود ہوگی، وَجَدَ یَجِدُ وِجْدَاناً فَهُوَ وَاجِدٌ، تو یہ واجد ہوگا اور اللہ اس کے قلب میں موجود ہوگا۔ آہ! کیا لذت رکھی ہے اللہ تعالیٰ نے، واللہ کہتا ہوں کاش آپ کو میرے حال پر رحم آ جائے کہ کس درد سے کہہ رہا ہوں کہ جب حلاوتِ ایمانی کا مزہ آئے گا تو اس کے مزہ کے آگے اعضاء کے سب مزے بھول جاؤ گے۔ دل بادشاہ ہے اور دل جب مزہ پاتا ہے تو اس کا مزہ سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ اگر آنکھ بچاؤ گے تو یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ وہ شخص اپنے دل میں اس حلاوت کو موجود پائے گا اور وہ اس حلاوت کا واجد ہوگا یعنی پانے والا ہوگا۔

تو سمجھ لو کہ چار باتوں پر جو عمل کرلے گا یقیناً ولی اللہ ہو جائے گا، یہ

میرا دعویٰ ہے، اس لیے کہ یہ بڑے مشکل پرچے ہیں، جو بھینس اُٹھالے گا تو کیا وہ مرغی اور بکری نہیں اٹھالے گا؟ جو طالبِ علم مشکل پرچہ حل کر لیتا ہے آسان پرچے اس کو حل کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ دین کے تمام احکام ان چار اعمال کے مقابلہ میں بالکل آسان ہیں، بس اس کی مشق کرو، کچھ دن لگیں گے لیکن بعد میں زندگی بھر شکر یہ ادا کرو گے، ذرا سی دیر کے مزہ کے لیے انسان بے وقوفی کرتا ہے اور گناہ کر بیٹھتا ہے مثلاً ہوائی جہاز پر بیٹھا ایئر ہوسٹس کو دیکھ رہا ہے، لطف لے رہا ہے، حرام نشہ لا رہا ہے، اس کے بعد تین گھنٹے میں جب جہاز اُتر گیا تو ایئر ہوسٹس اپنا بیگ لے کر اس کو الو بناتی ہوئی چلی جائے گی، تمہاری طرف دیکھے گی بھی نہیں کہ یہ ہمارا عاشق ہے، لہٰذا اس بے وفا قوم سے ہوشیار رہو، جب اللہ حلال کی دے تو حلال کو حلال کرو مگر اس میں بھی اعتدال رکھو۔ حضرت تھانوی نے لکھا ہے کہ حلال کے معنی یہ نہیں کہ رات دن حلال کرتے رہو، حلال کے معنی یہ ہیں کہ اپنی صحت کو بھی دیکھتے رہو، اتنا زیادہ استعمال مت کرو جس سے صحت خراب ہو جائے ورنہ پھر دوسرا مقدمہ چل جائے گا کہ اپنے نفس کا خیال کیوں نہیں رکھا اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا۔

بس یہ داستان بڑی لمبی ہے، یہ داستان میں رات دن بیان کرتے کرتے مرا جا رہا ہوں، مگر مبارک ہے وہ بندہ جو اس کو مان لے۔ ان چار اعمال کی برکت سے کتنے لوگ ولی اللہ ہو گئے۔ وہ چار اعمال یہ ہیں، ٹخنہ نہیں چھپاؤ، ڈاڑھی ایک مشت رکھو، ایک مشت سے کم پر اس کو کاٹو نہیں، آنکھ کی حفاظت کرو، کسی صورت بھی آنکھ نہ اُٹھے، اللہ دیکھ رہا ہے، اللہ دیکھ رہا ہے، اللہ دیکھ رہا ہے، جب کوئی حسین صورت نظر آئے فوراً آنکھ بند کر لو، اللہ تعالیٰ نے آنکھ کے پپوٹوں میں ایسا آٹو میٹک سوئچ لگا دیا ہے کہ کسی دوسری جگہ جانا بھی نہیں پڑتا، بس بیٹھے بیٹھے آنکھ بند کر لی، کوئی بٹن نہیں دبانا پڑا، کوئی سوئچ نہیں دبانا پڑا، کس قدر اللہ

نے آسانی دی ہے، کانوں میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ خود بخود بند ہو جائیں، چونکہ اس کے مواقع کم آتے ہیں، زیادہ تر موقع آنکھ کا آتا ہے۔

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گئے

جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

یہ میرا شعر ہے، اللہ کے لیے نابینا بن جاؤ، آسمان سے اللہ دیکھ کر خوش ہو گا کہ یہ میرا بندہ اپنی اختیاری قوت کو استعمال نہیں کر رہا ہے اور میری خاطر نابینا بن رہا ہے اور جب سامنے سے وہ صورت چلی گئی تو بینا بن جاؤ، اب آنکھیں کھول لو۔

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ، ''مِنْ'' تبعیضیہ لگادیا یعنی نگاہوں کی حفاظت ضروری ہے، ہر نگاہ پر پابندی نہیں لگائی، سب چیزیں دیکھو لیکن جب سامنے کوئی حسین آجائے، نامحرم آجائے جیسے بھابھی آگئی تو بس آنکھ بند کر لو، تھوڑی دیر میں مجاہدہ ختم۔

آخر میں دعا کر لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب حاضرینِ کرام کو نسبتِ اولیاءِ صدیقین عطا فرمائے، اے میرے اللہ! آنکھوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرما اور دل کی حفاظت کی توفیق عطا فرما اور ٹخنہ کھلا رکھنے کی توفیق عطا فرما، ڈاڑھی ایک مشت رکھنے کی توفیق عطا فرما اور جتنے بچے ہمارے حافظ ہوئے ہیں ان بچوں کو پکا حافظ بنا دیجئے اور جتنی باتیں مناسب ہیں ان کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے اور تمام نامناسب باتوں کو ترک کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۱۹؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق یکم مئی ۲۰۰۲ء بروز بدھ

آج بعد فجر حضرت والا حسبِ معمول احباب کے ساتھ سیر کے لیے

فلوریڈا پارک تشریف لے گئے اور چہل قدمی کے بعد گھاس کے لان پر کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ سامنے جھیل تھی۔ کچھ فاصلے پر جھیل کے کنارے دو تین عیسائی انگریز نہایت خستہ حالت میں گھاس پر لیٹے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ نشہ میں ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ اُٹھ کر آئے اور پیسے مانگنے لگے۔ بعض احباب نے کہا کہ ان کو مت دو۔ حضرت والا کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ ان کو دے دو۔ ان کے دل میں مسلمانوں کی محبت آئے گی جس سے یہ اسلام سے قریب ہوں گے۔ ان کے اسلام لانے کی حرص میں ان کی مدد کرو۔

حسن کی تأثیر کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ حسنِ فانی کے دھوکہ میں نہ آؤ۔ یہ چلتی پھرتی لاشیں ہیں۔ شئی معنی چیز اور لاشئی معنی کوئی چیز نہیں، جب شئی نہیں ہے تو لاشئی ہے، تو لاشئی پر لاش ہونا حماقت ہے۔ سب اعضاء فنا ہونے والے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ حسینوں کو مت دیکھو، ہم نے حسن میں اثر رکھا ہے۔ حسن کا اثر ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ پیش کیا کہ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام حسین تھے۔ زُلیخا نے مصر کی عورتوں کو ایک ایک لیموں اور چاقو دیا اور کہا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنا تو لیموں کاٹ دینا۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب ان کے سامنے سے گذرے تو انہوں نے بجائے لیموں کے اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ دیکھو! حسن ایسی چیز ہے کہ اُن عورتوں کو ہوش ہی نہیں رہا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی اُن کے ہوش اڑ گئے۔ ہوش رُبا کے سامنے ہوش کیا بچتا ہے۔ حسن کو دیکھ کر خوش نہ ہو بلکہ ڈر جاؤ کہ یہ امتحان ہے۔ یہ قرآن شریف ہے، کوئی قصہ کہانی کی کتاب نہیں ہے۔ یہ واقعہ پیش کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ بس پڑھ کر

آگے گذر گئے بلکہ پڑھ کر عبرت حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ قصہ اس لیے بیان فرمایا کہ ہم لوگ حسن کے سامنے بہادری نہ دِکھائیں۔ دیکھ لو! مصر کی عورتوں کی انگلیاں کٹ گئیں۔ حسن ایسا فتنہ ہے کہ انگلیاں کیا گردنیں کٹ جاتی ہیں، قتل ہوجاتے ہیں لہٰذا ہوشیار ہو جاؤ، یہ قصہ ہوشیار کرنے کے لیے ہے، اس قصہ کو سنو اور اس سے عبرت لو، کیا بہادر بنے ہوئے ہو کہ حسن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، ہم بڑے مضبوط ہیں، ان عورتوں نے بھی بہادری دِکھائی تھی، مگر انگلیاں کاٹ لیں، حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی ہوش اُڑ گئے، بس اپنے کو ضعیف کمزور سمجھو، ناتواں سمجھو، پہلوان مت بنو کہ ہم بڑے متقی ہیں۔ یاد رکھو! سارا تقویٰ خاک میں مل جائے گا، زلیخا کا مقصد ہی یہی تھا کہ ان عورتوں کو دِکھادیں کہ غلام سے ہم ہی نہیں تم لوگ بھی مغلوب ہوگئیں۔ یہاں ایک شعر یاد آگیا جو ایک شاعر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کہا ؎

اپنے یوسف کو مرے یوسف سے مت تشبیہ دے
اے زلیخا! اِس پہ سر کٹتے ہیں، اُس پر انگلیاں

غرض کسی حسین کو مت دیکھو، چاہے زیادہ حسین ہو یا کم حسین ہو بلکہ کم حسین زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ بے وقوف آدمی سمجھتا ہے کہ کوئی بات نہیں، معمولی سا حسن ہے، اس سے کیا بچنا! اگر زیادہ حسن ہوتا تو اس سے بچتے، حالانکہ کم حسین سے زیادہ بچنا چاہیے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہلکی حرارت زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ افلاطون، بقراط، سقراط، بوعلی سینا، جالینوس سب حکیموں کا اتفاق ہے کہ ہلکی حرارت اس لیے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے کہ آدمی اس کی پرواہ نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ ہڈیوں میں اُتر جاتی ہے اور تپ دق ہوجاتا ہے اس کے برعکس تیز بخار سے آدمی گھبرا جاتا ہے اور علاج کرتا ہے۔

اس لیے زیادہ حسن سے سالک ہوشیار ہو جاتا ہے کہ اس سے بچنا چاہیے اور کم حسین سے نہیں گھبراتا اور بے فکری سے اس کو دیکھتا ہے، بات چیت کرتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کے حسن کا زہر اپنا اثر کرتا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کا چار آنہ حسن سولہ آنہ نظر آنے لگتا ہے اور اس کے عشق میں مبتلا ہو کر پیشاب پاخانہ کی گٹر لائنوں میں ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔ اس لیے کم حسین زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ ان سے بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ یہ بات آپ ایک طبیب ہی سے سنیں گے۔

اس لیے حفاظتِ نظر کی تین دلیلیں سناتا ہوں۔ پہلی دلیل قرآن شریف کی ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ اپنی بعض نگاہوں کو نیچی کرلیں، ہر نگاہ کو نہیں، ماں باپ کو دیکھو، بیوی بچوں کو دیکھو، درختوں کو دیکھو کہ اللہ کے حکم سے کیسے کھڑے ہیں، پانی کا نظارہ کرو جیسے سمندر اور دریا، دیکھنے کی بہت سی چیزیں ہیں۔ اللہ کے کلام کی ایک آیت ہی شریف آدمی کے لیے کافی ہے۔

اس کے بعد بخاری شریف کی حدیث ہے کہ زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے ہیں، آخر آپ نے ایسے ہی تو نہیں فرما دیئے۔ جب نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے تو آنکھوں کا زِنا کار ولی اللہ ہو سکتا ہے؟ پھر مشکوٰۃ کی روایت ہے لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ ناظر پر بھی اللہ کی لعنت ہو اور منظور پر بھی لعنت ہو، یہاں منظورۃ نہیں لگایا کیونکہ عورت متعین نہیں ہے، اس میں لڑکے بھی داخل ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث شریف میں ناظر اور منظور ہے، ناظرۃ اور منظورۃ نہیں ہے کیونکہ تبعاً عورتیں خود اس میں شامل ہیں۔ بس نظر کرنے والا اور نظر کرنے والی اور جو اپنے آپ کو بدنظری کے واسطے پیش

کرتا ہو یا کرتی ہو دونوں پر لعنت آئی ہے اور لعنت کے کیا معنیٰ ہیں **اَلْبُعْدُ عَنِ الرَّحْمَةِ** رحمتِ الٰہیہ سے دوری، اب دیکھو کہ نفسِ اَمّارہ کے شر سے وہی بچ سکتا ہے **اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ** جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہو، جب تک سایۂ رحمت ہوگا وہ نفسِ اَمّارہ کے شر سے بچا رہے گا اور رحمت کا سایہ ملتا ہے اللہ والوں کے پاس، ان کے پاس رحمت برستی ہے کیونکہ وہ دریائے خون عبور کیے ہوئے ہیں ؎

عارفاں زانند ہر دم آمنوں
کہ گذر کردند از دریائے خوں

عارفین ہر وقت امن میں کیوں ہیں؟ اس لیے کہ وہ دریائے خون سے گذر کر آئے ہیں، معمولی مجاہدہ تھوڑی کیا ہے، دریائے خون سے عبور کیا ہے، بس بدنظری سے بچنے کے لیے یہ تین دلائل دیئے ہیں، ایک دلیل قرآن شریف کی ہے اور دو حدیث پاک کی، اب ان سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے؟ سب سے بڑا حکم تو قرآن حکیم کا ہے، پھر بخاری شریف کا نمبر ہے، اب اس کے بعد بھی اگر کوئی بدنگاہی کرے تو اس کی بدبختی اور بدنصیبی ہے۔ اس کو غور سے سُن لو، اُلّو پنا نہ دکھاؤ، نفس وشیطان تم کو اُلّو بنانا چاہتے ہیں، مت دیکھو کسی عورت کو۔ نہ دیکھنے سے تمہارا کیا بگڑ جائے گا اور عورتوں کو دیکھنے سے کیا مل جائے گا، پیشاب اور پاخانے کے مقام سے آپ کو کیا ملنے کی توقع ہے؟ کیا عرقِ گلاب ملے گا آگے سے؟ یا پیچھے سے مشک اور زعفران ملے گا؟ اگر ایسا ہوتا تو فقیر حسینوں کے پیچھے پیالہ لیے رہتے کہ ایک لینڈ دے دیجیے، ایک لینڈ ہوگا دو تین تولے کا تو ایک مہینہ کا آٹا مل جائے گا۔ ان حسینوں کے پاس گو موت کے سوا کیا ہے؟ میرا شعر ہے ؎

آگے بڑھا تو اس نے مجھے مُوت دے دیا
پیچھے پڑا تو اس نے مجھے گُو چکھا دیا

بس یاد رکھو کہ یہ راستہ غیرت مندوں کا ہے، جس میں غیرت نہ ہو، شرافت نہ ہو وہ چھوڑ کے بھاگ جائے کہیں اور، یہ راستہ شریفوں کا ہے۔ ہمت کرو! اللہ نے مسلمان بنایا ہے، شریف بنایا ہے اس لیے ذِلت کے کام نہ کرو۔

نظریں بچانے کی توفیق علامت ہے حق تعالیٰ کے حصول کی اور اُنہیں پانے کی۔ نظریں بچانے کی توفیق، ضمانت، علامت اور بشارت ہے اللہ تعالیٰ کو پانے کی۔ جس کو بڑی خوشی ملتی ہے اسی کو توفیق ملتی ہے چھوٹی خوشی قربان کر دینے کی۔ جو خوش قسمت ہوتا ہے اسی کو توفیق ہوتی ہے عالی ہمتی اور عالی حوصلہ ہونے کی، پھر وہ اپنی خواہشات پر حملہ کرتا ہے، شیر کی طرح وہ نفس کی خواہش کا خون پی لیتا ہے، خون پینے کی علامت یہ ہے کہ خواہش گر پڑتی ہے، جس طرح جب شیر ہرن کا خون پی لیتا ہے تو ہرن گر جاتا ہے، کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہتی۔ جب بندہ ناجائز ارمانوں کا خون پی لے گا تو سب ارمان گر جائیں گے، خواہشات ضعیف ہو جائیں گی، نفس مثل مردہ کے قابو میں آ جائے گا، لیکن اس میں جان کھپانا یہ خوش نصیب لوگوں کا مقام ہے اور جو خود کو گو موت میں ملوث رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اسی میں پڑا رہنے دیتے ہیں۔ ساری عمر پاخانہ پیشاب کے مقام کو چاٹتا رہتا ہے اور اسی کو سمجھتا ہے کہ واہ واہ واہ کیا کمال ہے! کیا ہونٹ، کیا گال ہیں، لیکن یاد رکھو کہ گال کو دیکھو گے تو گالی پاؤ گے۔ یہ حرام کی واہ واہ تمہیں دائمی آہ آہ میں مبتلا کر دے گی۔

خوف اور خشیت کا فرق

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ خوف اور خشیت میں فرق یہ ہے کہ خوف میں ڈر ہوتا ہے اور عظمت نہیں ہوتی اور خشیت میں خوف ہوتا ہے عظمت کے ساتھ۔ پولیس کا خوف بھی ہوتا ہے مگر اس

میں عظمت نہیں ہوتی ، اگر پولیس نے گرفتار کرلیا تو چپکے چپکے اسے دل دل میں گالیاں دے رہے ہیں کہ بد بخت نے شبہ میں پکڑلیا، کوئی جرم بھی نہیں تھا، اسی طرح سانپ کو مار رہے ہیں مگر ڈر بھی رہے ہیں۔ پس جس خوف میں عظمت نہ ہو اسے خشیت نہیں کہتے ، خشیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے لیکن قرآن شریف میں جہاں جہاں خوف آیا ہے سب مقید ہے خشیت سے، یہ اصولِ تفسیر ہے کہ اگر ایک جگہ مقید آیا ہو اور دس جگہ آزادی ہو تو وہاں بھی قید پہنچ جاتی ہے، لہٰذا اللہ کے کلام میں جہاں بھی خوف ہے وہ خشیت ہی کے معنوں میں ہے، اس لیے اللہ کی عظمت ہوتے ہوئے آدمی گناہ کیسے کرسکتا ہے؟

پارک میں اب کافی وقت ہوگیا تھا۔ واپسی کا وقت ہورہا تھا۔ سامنے جھیل کا بہت حسین منظر تھا۔ اس کو دیکھ کر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ جغرافیہ، یہ منظر اور یہ پانی بھی اللہ کی نشانی ہے، یہ درخت بھی اللہ کی نشانی ہے اور یہ گھاس بھی جس پر بیٹھے ہیں ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

یہ گھاس وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کہتی ہے، پہلے زمین سے پودا نکلتا ہے پھر اس میں شاخیں نکلتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کے صدقہ میں اس توفیق کے صدقہ میں کہ یہاں جنگل میں آکر اپنی یاد کی توفیق دی یا اللہ! اپنی رحمت سے ہمیں بدنگاہی کرنے سے اتنی نفرت دے دے کہ ہم اسے پیشاب پاخانے سے زیادہ بدتر سمجھیں، جیسے پیشاب پینے سے اور پاخانہ کھانے سے آدمی کو نفرت ہوتی ہے اتنی ہم کو بدنگاہی سے نفرت ہوجائے اور اللہ تعالیٰ

ہمارے ایمانوں کو نسبتِ اولیائے صدیقین عطا فرمادے کہ چوبیس گھنٹوں میں ایک سیکنڈ بھی تیری نافرمانی میں نہ گذرے اور عافیتِ دارین عطا فرمادے، ہم کو بھی، ہمارے متعلقین کو بھی اور جو غیر حاضر ہیں، یہاں موجود نہیں ہیں ان کو

بھی اے اللہ آپ اپنی قدرت سے یاد رکھئے، ان کو بھولیے نہیں، ان کو فراموش نہ کیجئے، ان کو بھی شامل رکھئے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ کُلَّ خَیْرٍ لِکُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ اے اللہ! ہر خیر ہر مسلمان مرد کو، ہر مسلمان عورت کو نصیب فرما، جن لوگوں کی بیٹیوں کی شادیاں نہیں ہوئی ہیں ان کو صحیح رشتہ عطا فرما، ہم لوگوں کو توفیق نصیب فرمادے بدنگاہی سے بچنے کی اور جن گناہوں کی عادت پڑی ہوئی ہے ان سے بھی بچنے کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! حماقتوں کے قہر سے ہم کو نجات عطا فرما اور ہر گناہ سے چھوٹا ہو یا بڑا حفاظت عطا فرما۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

جب حضرت والا پارک سے روانہ ہونے لگے تو جو انگریز مچھلیاں پکڑ رہے تھے وہ پھر آئے اور آکر ہمارے ایک ساتھی سے حضرت والا کے لیے پوچھا کہ کیا یہ آپ لوگوں کے Priest ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں اور دریافت کیا کہ یہ کیوں پوچھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تین گھنٹے سے یہاں جال لگائے بیٹھے تھے، ایک مچھلی بھی نہیں آرہی تھی اور نہ درختوں پر یہاں کوئی پرندہ تھا۔ جب سے یہ (حضرت والا) آئے ہیں مچھلیاں اتنی تیز رفتاری سے آرہی ہیں کہ ہمارے جھولے بھر گئے اور درختوں پر اتنے سارے پرندے نہ جانے کہاں سے آگئے جبکہ پہلے ایک بھی پرندہ نہیں تھا۔

۲۰ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲ رمئی ۲۰۰۲ء بروز جمعرات
فلوریڈا جھیل کے کنارے (جوہانسبرگ)

اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت، ضمانت اور بشارت

ارشاد فرمایا کہ بدنصیب ہے وہ شخص جو بدنگاہی کرتا ہے،

اللہ کو چھوڑ کر غیروں میں مشغول ہونا یہ بدنصیبی ہے، لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہُ کے خلاف ہے۔ کلمہ کا پہلا جملہ لَا اِلٰـہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے، کیونکہ جو اِلٰـہ باطل نظر آرہے ہیں یہ اصل میں نہیں ہیں کیونکہ کچھ دن میں ختم ہو جاتے ہیں۔ زمین کے اوپر جتنے لوگ ہیں سو برس کے اندر زمین کے نیچے چلے جاتے ہیں۔ ہر سو برس کے بعد زمین کے اوپر کا طبقہ زمین کے نیچے چلا جاتا ہے، کہیں لاکھوں میں کوئی ایک بچتا ہے اگر کسی کی زندگی زیادہ ہوئی لیکن آخر میں وہ بھی زمین کے نیچے جاتا ہے۔ یہ ہے دنیا کی حقیقت، لہٰذا زمین کے اوپر یہ چلتی پھرتی لاشیں ہیں۔ کس سے دل لگاتے ہو؟ اللہ کے سوا کسی کو جان کا سہارا بنانا بے وقوفی ہے۔ جائز محبت مثلاً بیوی کی محبت بھی اس شرط سے جائز ہے کہ اس کی محبت پر اللہ کی محبت غالب رہے۔

عشقِ خود در جانِ ما کاریدہ اند

نافِ ما بر مہرِ خود بریدہ اند

یعنی اپنی محبت کی چوٹ لگا کر ہمیں دنیا میں بھیجا ہے اور اپنی محبت کی شرط پر ہمیں وجود بخشا ہے۔ مجھے ترس آتا ہے ان لوگوں پر جو غیر اللہ پر مرتے ہیں۔ سچ کہتا ہوں، قسم کھا کے کہتا ہوں کہ مجھ کو ان پر ترس آتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ کاش یہ شخص مجھ سے ملا ہی نہ ہوتا اور جو کوئی میرے سامنے کسی حسین کو دیکھ لیتا ہے تو بس جی چاہتا ہے کہ یہ ابھی مر جاتا۔ مجھے ایسے لوگوں سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ بس جو شیر کی طرح جھپٹ کر خواہشاتِ نفسانیہ کا خون پی لے وہ ہم کو پیارا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ اصلی بہادر، اصلی جواں مرد ہے۔ ورنہ جسم تو شیر جیسا اور حرکت لومڑیانہ! ایسے بزدل کو جینے کا کیا حق حاصل ہے؟ پس علامت اللہ تعالیٰ کی محبت کی اور ضمانت اللہ تعالیٰ کی محبت کی اور بشارت اللہ تعالیٰ کے ملنے کی کیا ہے؟ نگاہوں کی حفاظت کی توفیق! جس کو بڑی خوشی ملنی ہوتی ہے اسی کو توفیق

ہوتی ہے چھوٹی خوشی قربان کر دینے کی۔ جس کے نصیب اچھے ہوتے ہیں اسی کو یہ عالی ہمتی اور عالی حوصلگی عطا ہوتی ہے کہ وہ نگاہ نیچی کر لیتا ہے، کسی نامحرم کو نہیں دیکھتا۔ ایسی بے وقوفی کی حرکت سے اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھتے ہیں، اس کو عقلمند بنا دیتے ہیں، وہ جانتا ہے کہ ان کو دیکھنے سے کچھ نہیں ملے گا، اللہ چھوٹ جائے گا، دور ہو جائے گا، ناراض ہو جائے گا، وہ اپنی حرام خواہشات پر شیر کی طرح حملہ کرتا ہے اور ان کا خون پی لیتا ہے اور جس طرح خون پینے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ہرن گر جاتا ہے، اس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہتی۔ اسی طرح جو اپنے حرام ارمانوں کا خون پی لیتا ہے تو اس کے ارمان گر جاتے ہیں، مضمحل ہو جاتے ہیں اور وہ ان پر غالب آ جاتا ہے لیکن یہ خوش نصیب لوگوں کا مقام ہے لیکن اپنے کمینہ پن اور دناءتِ طبع سے جس کا نصیب خراب ہے وہ گو موت ہی میں پڑا رہتا ہے، پیشاب پاخانے کے مقام کو چاٹتا رہتا ہے اور اس کو سمجھتا ہے کہ واہ واہ کیا کمال ہے، کیا اس کے ہونٹ ہیں، کیسے بال ہیں، کیسے گال ہیں حالانکہ جو گال کو دیکھتا ہے گالی پاتا ہے۔

اللہ کا بہت بڑا فضل ہے اس بندہ پر جس کو اللہ حفاظتِ نظر کی توفیق دے دے اور نظر ڈال کر دل کو للچانا، کلپانا، تڑپانا بے وقوفی ہے۔ جس کے لیے آج تڑپ رہے ہیں یہی کل جب ساٹھ برس کی بڑھیا بن کر آئے گی اور لڑکا نانا ابا بن کر آئے گا تب اس کے لیے تڑپو گے؟ تب اس سے کہو گے کہ جوانی میں ہم تمہارے لیے تڑپا کرتے تھے؟ سور اور کتے سے بدتر ہے وہ شخص جو عارضی حسن پر مرتا ہے، انتہائی احمق اور کمینہ ہے، بے غیرت ہے، جوتے مارنے کے قابل ہے۔ فساق ہی مجاز کے عاشق ہوتے ہیں، آج کوئی لڑکی اگر ان کے سامنے اپنی دبر یعنی پچھلا حصہ ہلا دے تو ان کو انزال ہو جاتا ہے۔ دنیا کے کافر چاہے گو موت کھائیں مگر مسلمان کو کیا ہو گیا ہے کہ دنیائے مردار پر

مر رہا ہے۔ مولانا روم شاہِ خوارزم کا سگا نواسہ شیخ التفسیر والحدیث امام اولیاء فرماتے ہیں ؎

گر خفاشے رفت در کور و کبود

بازِ سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

اگر چمگادڑ پیشاب پاخانہ کی نالیاں چاٹ رہا ہے تو تعجب کی بات نہیں لیکن آہ! وہ بازِ شاہی جو سلطان دیدہ آنکھیں رکھتا ہے، جو بادشاہ کی کلائی پر بیٹھتا ہے اس کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسی گھٹیا حرکت کرتا ہے، جو ہر وقت اس ماحول میں رہتا ہے جہاں ہر وقت ذکر اللہ ہے، اللہ والوں کا ماحول ہے وہ گوبھرے ہوئے جسموں کی چمک دمک سے دھوکہ کھاتا ہے۔ لیکن عقلمند کہے گا کہ اس کے نیچے انگلی ڈال کر چاٹو تو ہم جانیں۔ پیچھے سے پاخانہ ہی نکلے گا، مشک وزعفران نہیں نکلے گا اور آگے سے کیوڑہ وگلاب نہیں نکلے گا، بدبودار پیشاب ہی نکلے گا۔ میرا شعر ہے ؎

آگے سے مُوت پیچھے سے گو

اے میر جلدی سے کر آخ تھو

فرینکفرٹ ایئرپورٹ جرمنی میں ایک لڑکی ایئرپورٹ کی ملازمہ دو دھاری تلوار چلاتی تھی، آگے کی تلوار اور پیچھے کی تلوار جس سے ہمارے بعض ساتھی بہت پریشان ہوئے اور مجھ سے کہا کہ یہ لڑکی تو پاگل کردے گی۔ میں نے کہا کہ اس کو بالکل نہ دیکھو، نظر بچاؤ اور پھر میرا یہ شعر پڑھو جو فرینکفرٹ ایئرپورٹ پر اسی وقت ہوا ؎

آگے سے موت پیچھے سے گو

اے میر جلدی سے کر آخ تھو

اللہ تعالیٰ کے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت

جب آتی ہے تو ایک شیطان اس کے سامنے ہوتا ہے اور جب جاتی ہے تو ایک شیطان اس کے پیچھے ہوتا ہے۔ وہ شیطان بلاتا ہے کہ آؤ مولوی صاحب، صوفی صاحب، عارف باللہ صاحب اس کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں گھس جاؤ، بہت مزہ آئے گا لیکن جس پر اللہ کا فضل ہوتا ہے وہی بچتا ہے۔ اس کے سامنے ان کا گوموت ہوتا ہے، وہ پوسٹ مارٹم کرتا ہے کہ اے بدمعاشو! کم بختو! زیادہ نہیں ایک تولہ گو نکالو اور پھر سونگھو اور منہ میں رکھو پھر کہو کہ واہ واہ کیا حلوہ ہے۔ پیشاب پاخانہ پر چاندی کا ورق لگا دیا ہے جس پر بے وقوف لوگ للچا رہے ہیں۔ (حضرت والا کے خلیفہ شیخ الحدیث مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے خیال میں آپ کے فرینکفرٹ والے شعر سے زیادہ ہمارے تزکیہ کے لیے اور اس بیماری سے بچانے کے لیے کوئی دوا مؤثر نہیں ہوسکتی۔ حسنِ فانی کے سحر سے بچانے کا یہ شعر بہترین علاج ہے ؎

آگے سے مُوت پیچھے سے گُو
اے میر جلدی سے کر آخ تھو

اس شعر سے بڑھ کر کوئی علاج نہیں۔) حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ شعر پڑھنے کا فائدہ جب ہوگا جب نظر بچا کر یہ شعر پڑھو یا سوچو۔ نظر سے نظر ملا کر اگر سوچو گے تو سوچنے کی سوچ فیل ہو جائے گی۔ نظر سے نظر ملی کہ پاگل بنا، جادو ہو گیا اس پر، اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی تھوڑی فرمایا **قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ**، اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ نظر سے نظر کو ٹچ نہ ہونے دیں، نظر سے نظر ملے گی تو جادو ہو جائے گا اور دونوں مقناطیس آپس میں لڑ جائیں گے، ایک دوسرے میں گھس جائیں گے، اللہ تعالیٰ خالق ہیں مقناطیس کے، وہ جانتے ہیں کہ ہمارے بندے پاگل اور دیوانے بن جائیں گے، وہ اپنے خاص بندوں کو پاگل کرنا نہیں چاہتے اس لیے

غضِ بصر کا حکم نازل کر دیا کہ پاگل نہ بنو، عقل بڑی نعمت ہے، عقل رہے گی تو سب کچھ ہے ورنہ پاگل کو نہیں دیکھتے ہو کہ وہ گندی نالی میں پیشاب پی لیتا ہے، پاخانہ کھاتا ہے، تو حسینوں کو دیکھنے سے عقل خراب ہو جائے گی اور پیشاب پاخانہ کی جگہ اس کو محبوب معلوم ہو گی۔ اگر نظر سے نظر مل گئی تو پاگل ہو جاؤ گے ؎

نظر نظر سے جو ٹکرا گئی تو کیا ہو گا

پھر یہ ہو گا کہ انتہائی نفرت کی جگہ، پیشاب پاخانہ کی جگہ عزیز تر ہو جائے گی، بس اس لیے بتا دیا کہ قبل اس کے کہ منہ کالا ہو، قبل اس کے کہ پیشاب پاخانہ کے مقامات میں گھسو اللہ کے لیے اپنی جانوں پر رحم کرو اور دوسروں پر بھی رحم کرو کیونکہ جو آدمی خود بچے گا وہ بچائے گا بھی، جو بچے گا نہیں وہ کیا بچائے گا۔ جو حلاوتِ ایمانی کھاتا ہے وہ اکیلے نہیں کھاتا، جماعت سے کھاتا ہے، تو اس کی تقریر میں اثر بھی ہوتا ہے۔ ایک جماعت کی جماعت اس کے ذریعہ اللہ والوں کی پیدا ہوتی ہے اور جو منہ کالا کرتا ہے وہ مردود، کمبخت، سور، کتا ہے، اس کو کیا پوچھتے ہو، وہ انسان ہے؟ مقام پلید اور لید بدمعاش آدمی کی عید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے، دیکھو جس کو نگاہ بچانے کی توفیق ہو اس کے اوپر بہت بڑا رحم ہو گیا کہ حلاوتِ ایمانی اس کے نصیب میں آ گئی ورنہ ساتھ نہ رہو کہ ہم کو دیکھ کر افسوس ہو۔ جن لوگوں کو بدنظری اور عشقِ مجازی سے بچنے کی ہمت نہ ہو وہ ساتھ نہ رہیں، ان کی حرکت سے خانقاہ بھی بدنام ہو گی، دوسرے لوگوں کو بھی بہانہ ملے گا کہ بھئی یہ تو فلاں بزرگ کے ساتھ رہتے ہیں، ان کا جب یہ حال ہے تو ہمارا کیا حال ہو گا، ہماری کیا اصلاح ہو گی، لہٰذا ایسے لوگ خانقاہ میں نہ رہیں، تاکہ اگر بدنامی ہو تو ان کا ماحول الگ ہو۔ لیکن جو حرام مزہ کی خاطر خانقاہ چھوڑے گا تو نانی یاد آ جائے گی، فسق و فجور اور اللہ کی نافرمانی میں اتنی

پریشانی ہے کہ آدمی مجبور ہو کر اللہ سے توبہ کرے گا اور معافی مانگے گا کیونکہ کچھ دن تو قرب کا مزہ چکھ چکا، لذتِ قربِ حق کا ذائقہ اس کو یاد آئے گا۔ مجاز کی تلخی چکھ کر کہے گا کہ میری توبہ بھلی جیسے کہ میں نے شعر میں کہا ہے ؎

ہے بری یہ گلی، بڑھ گئی بے کلی

اے سکھی میں چلی، میری توبہ بھلی

تو ہے گومن چلی، مت دِکھا کھلبلی

سن ری اے دل جلی، بھاگ رب کی گلی

مجاز میں تلخی ہی تلخی ہے اور اللہ کے نام میں مزہ ہی مزہ ہے، ان کے اسم میں اتنا مزہ ہے تو مسمّٰی کیسا ہوگا؟ پریشان دل کو اللہ اللہ کرنے کی برکت سے، اللہ کے نام سے سکون ملتا ہے تو جن کے نام سے سکون ملتا ہے ان کا مسمّٰی کیسا ہوگا؟ جنت میں جب دیدار ہوگا تو جنت اور جنت کی حوریں اور جنت کی کوئی نعمت یاد بھی نہیں آئے گی۔

موزمبیق کے لیے روانگی

مولانا نذیر لونت صاحب کی دعوت پر آج موزمبیق روانگی کا دن تھا۔ معذوری کے باوجود یہ حضرت والا کا افریقہ کے چوتھے ملک کا سفر تھا۔

مولانا نذیر لونت صاحب محی السُّنّہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہیں۔ جب کراچی کے مدرسہ نیوٹاؤن میں تعلیم حاصل کر رہے تھے پابندی سے خانقاہ آتے تھے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے وطن موزمبیق واپس چلے گئے۔ دس سال سے جنوبی افریقہ کے اسفار کے دوران ہر سال حضرت مرشدی دام ظلہم العالی کو موزمبیق کی دعوت دیتے تھے لیکن سفر کا اتفاق نہ ہوسکا۔ اس بار حضرت والا نے فرمایا کہ ان شاء اللہ اس

سال ضرور موزمبیق جائیں گے۔ چنانچہ ۲۰؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲؍مئی ۲۰۰۲ء بروز جمعرات دوپہر کو جوہانسبرگ ایئرپورٹ سے موزمبیق روانگی ہوئی اور تین بجے موزمبیق کے دارالحکومت موپوٹو (Mopotu) آمد ہوئی۔

بعد نمازِ مغرب میزبان مولانا نذیر لونت صاحب کے مکان پر حضرت والا نے عشق ومحبت میں ڈوبا ہوا وعظ ''اللہ تعالیٰ کا پیغامِ دوستی'' بیان فرمایا اور مولانا موصوف نے پرتگالی زبان میں ترجمہ فرمایا اور اسی سفر میں حضرت والا کے چہرۂ مبارک کی زیارت کرکے مولانا موصوف کا نوجوان عیسائی ڈرائیور حضرت مرشدی مدظلہم العالی کے دستِ مبارک پر مشرف باسلام ہوا۔ یہ وعظ بھی طبع ہوچکا ہے اس لیے یہاں صرف چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

بندوں کے خواب وخیال سے بالاتر نعمت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ﴾

(سورۃ توبۃ، آیت: ۱۱۹)

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور دوسری آیت میں ارشاد ہے:

﴿اِنۡ اَوۡلِیَآءُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ﴾

(سورۃ انفال، آیت: ۳۴)

کہ میرے اولیاء صرف اہلِ تقویٰ ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! میرے دوست بن جاؤ، تم تو خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ہم تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے، تم سے دوستی میں پہل کریں گے، تم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم تم کو اپنا ولی بنانا چاہتے ہیں۔ تمہارے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ ماں کے حیض اور باپ کی منی سے پیدا کرکے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی ذات اُس نطفۂ ناپاک کو اپنا دوست بھی بنالے! دنیاوی بادشاہ کسی

معمولی آدمی کو اپنا دوست کہتے ہوئے شرماتے ہیں کہ یہ ہمارے میل کے نہیں ہیں، ان کی ہماری میچنگ (Matching) نہیں ہے، میں ان کو کیسے اپنا دوست کہوں۔ مگر میرے اللہ کی انتہائی مہربانی، انتہائی ذرّہ نوازی، انتہائی شفقت ومحبت ہے کہ خالق ہوکر اتقوا اللہ فرما کر پیغامِ دوستی دے رہے ہیں کہ تم تو پہل نہیں کر سکتے تھے کیونکہ تمہارے خواب وخیال اور وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا لیکن ہمارا کرم اس بات کا متقاضی ہوا کہ ہم تمہیں اپنا دوست کہیں۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، گناہوں سے بچو، نافرمانی سے بچو تو ہم تم کو صرف گناہ چھوڑنے پر اپنا تاجِ ولایت عطا کردیں گے، ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ تم لمبے چوڑے وظیفے پڑھو بس صرف فرض، واجب، سنت مؤکدہ ادا کرلو باقی بس گناہ سے بچو، میری نافرمانی نہ کرو تو تم میرے دوست ہو کیونکہ میرے نافرمان میرے ولی نہیں ہوسکتے۔ اگر میرا ولی بننا ہے تو بس گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ کوئی انسان اس کو سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہم اللہ کے دوست بھی بن سکتے ہیں لیکن قرآنِ پاک میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنْ اَوْلِيَآءُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میرا کوئی ولی نہیں ہے لیکن صرف وہ بندے جو گناہ نہیں کرتے، تم ہمارے دوست بن جاؤ گے جب گناہ چھوڑ دو گے۔ یاد رکھو چاہے رات بھر عبادت کرو، چاہے کتنی ہی نفلیں پڑھو، کتنے ہی وظیفے پڑھو، مگر عبادت سے تم میرے ولی نہیں بن سکتے ہو جب تک کہ گناہ نہ چھوڑ دو۔ مجھے تعجب ہے کہ گناہ تمہیں کیوں پسند ہے جبکہ طبعی طور پر گناہ غیر شریفانہ حرکت ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو شریفانہ ہو، کوئی گناہ ایسا نہیں ہے کہ جو شرافت سے کچھ بھی تعلق رکھتا ہو۔ جتنے گناہ ہیں، اللہ کی جتنی نافرمانی ہے سب شرافت کے خلاف ہے۔ وہ شخص غیر شریفانہ طبیعت رکھتا ہے جو گناہ کرتا ہے، جو بے حیائی کا کام کرتا ہے، بے غیرتی سے منہ کالا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کو بہت آسان کردیا۔ یہ نہیں فرمایا

کہ آدھی رات کو سمندر میں جاؤ اور آدھی کمر تک پانی میں گھس کر اور ایک ٹانگ اٹھا کر عبادت کرو، پھر ہمارے ولی بنو گے، یہ کچھ نہیں کرنا ہے۔ بس فرمایا کہ صرف گناہ چھوڑ دو، ہماری وِلایت کا تاج تمہارے سر پر رکھ دیا جائے گا اور گناہ وہ چیز ہے جو چھوڑنے ہی کی ہے۔ بس جو چیز چھوڑنے کی ہے اسی کو تو ہم بھی کہتے ہیں کہ چھوڑ دو، مثلاً اگر تمہاری ماں بہن کے ساتھ، تمہاری خالہ پھوپھی کے ساتھ یا تمہاری لڑکی اور لڑکے کے ساتھ کوئی بدفعلی کرنا چاہے اور تم سے پوچھا جائے تو کیا اجازت دو گے؟ غیرت اور شرافت اجازت نہیں دے گی۔ بس یہی بات تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو تم چاہتے ہو وہی میں چاہتا ہوں، جو تم چاہتے ہو وہی ہماری بھی مرضی ہے کہ تم شرافت سے رہو، عزت سے رہو، آبرو سے رہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں بھی تمہاری عزت رہے اور آخرت میں بھی عزت رہے۔ (میزبان مولانا نذیر لونت صاحب نے بہت جوش کے ساتھ پرتگالی زبان میں ترجمہ کیا)

ترجمہ کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ معلوم ہوا کہ جوش وخروش اور بہت درد کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ میرے شیخ بھی جب یہاں تشریف لائے تھے تو ان کے ترجمہ سے بہت خوش ہوئے ہوں گے۔

سلبِ توفیقِ توبہ کا ایک عبرتناک واقعہ

مسلسل گناہ پر اصرار کرنے سے کبھی یہ نتیجہ دیکھنا پڑتا ہے، اللہ پناہ میں رکھے، پھر ہاتھ ملنے کے سوا کچھ نہیں ملتا، اللہ تعالیٰ اس سے توفیقِ توبہ چھین لیتے ہیں۔ ناظم آباد میں ایک شخص رات دن گناہ کرتا تھا۔ جب مرنے لگا تو اس کے دوست نے کہا کہ بھائی اب تو تم مرنے کے قریب ہو، توبہ کرلو اس نے کہا کہ ڈاکٹر کا لفظ نکلتا ہے، دوا کا لفظ نکلتا ہے، دوا لاؤ، بسکٹ لاؤ، چائے لاؤ،

لغت کے سارے الفاظ، سارے حروف نکلتے ہیں مگر جو لفظ تم کہتے ہو، یہ میرے منہ سے نہیں نکل رہا ہے۔ بتائیے کتنے عبرت کا مقام ہے کہ ایک شخص سارے الفاظ بول رہا ہے لیکن لفظ توبہ کیوں نہیں بول پاتا؟ یہ توبہ کے چار حروف (ت، و، ب، ہ) پر کس نے پہرہ لگا دیا؟ اور یہ کوئی پرانے زمانہ کا قصہ نہیں ہے اسی زمانہ کا میرا چشم دید واقعہ ہے۔ تو قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے اور توبہ کی توفیق اٹھ جائے، اس دن سے پناہ مانگو، معصیت پر جرأت! بے شرمی و بے حیائی کی حد ہے کوئی! کیا غیرت اور شرم کا پیالہ بالکل دھو کر پی چکے ہو۔ اسی لیے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فرمایا کہ اگر گناہوں سے بچنا چاہتے ہو تو سچوں کے ساتھ رہو اور صادقین اس لیے فرمایا کہ دیکھ لینا کہ سچا متقی ہے کہ نہیں؟ یا صرف لمبا کرتا اور گول ٹوپی ہی پہنے ہوئے ہے۔ دیکھ لینا خوب تجربہ کر لینا کہ سچا اللہ والا ہو، سچا متقی ہو، آپ دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ جس سے کسی کام کو کہو تو وہ سچا آدمی ہے کہ نہیں۔ اسی طرح جو تقویٰ میں سچا ہو اس کے ساتھ رہو۔ (مولانا نذیر لونت نے پرتگالی زبان میں ترجمہ کیا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی محبت و جاں نثاری

ارشاد فرمایا کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو اسبابِ ہجرت ختم ہو گئے، لیکن وفاداری بھی کوئی چیز ہے۔ اہلِ مدینہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب ہم کو وسوسہ آتا ہے کہ آپ کہیں پھر اپنے وطن میں نہ رہ جائیں اور مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رہ جائیں اور ہم لوگوں کو اکیلا چھوڑ دیں تو آپ ہماری جان لے لیجئے، ہماری اولاد لے لیجئے، ہمارا مال لے لیجئے، سب چیزوں پر ہم صبر کر سکتے ہیں لیکن ہم لوگ آپ پر صبر نہیں کر سکتے، آپ پر ہم انتہائی بخیل اور کنجوس ہیں۔ ہم ساری چیزیں آپ پر قربان کر سکتے ہیں، ہم

شہید ہو جائیں، ہماری بیویاں بیوہ ہو جائیں، ہمارے بچے یتیم ہو جائیں لیکن اللہ کے لیے آپ ہم سے جدا نہ ہوں، آپ پر صبر کرنا ہمارے لیے ناممکن ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ہجرت اللہ کے حکم سے کی ہے اور میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ رہے گا۔

شیطان کا مکر

جب مکہ شریف فتح ہو گیا تو حج میں کچھ نومسلموں کو تالیفِ قلب کے لیے آپ نے اونٹ اور بکریاں ذرا زیادہ دے دیں تو شیطان انسان کی شکل میں آیا اور وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ دیکھو تمہارے نبی نے مکہ والوں کو کچھ زیادہ اونٹ اور بکریاں دے دیں اور تم لوگوں کو نہیں دیا۔ یہاں نعوذ باللہ وطنیت رنگ لائی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شیطان مردود نے اتہام لگایا۔ یہ خبر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے اپنے رسول کو دے دی تو آپ نے صحابہ سے خطاب فرمایا کہ اے صحابہ! میں نے جو کچھ کیا ہے، جو اونٹ اور بکریاں مکہ کے جوانوں کو دی ہیں یہ اللہ کے حکم سے کیا ہے۔ اللہ کا حکم ہے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ کہ نومسلم کی دل جوئی کرنی چاہیے، میں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ لیکن شیطان نے تم لوگوں میں تفریق پیدا کرنے کی اور تم کو بہکانے کی کوشش کی ہے۔ تو سن لو جب حج ختم ہو جائے گا تو مکہ کے نومسلم کچھ اونٹ اور بکریاں اپنے ساتھ لے جائیں گے اور تم لوگ خدا کے رسول کو لے جاؤ گے تو بتاؤ تم زیادہ نصیبے والے ہو یا اونٹ اور بکریاں لے جانے والے؟ بتاؤ اونٹ اور بکریوں کی قیمت زیادہ ہے، یا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی؟ بس صحابہ اس تقریر پر اتنا روئے کہ آنسوان کی ڈاڑھیوں سے بہہ کر نیچے گر رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ بعض وقت شیطان چھوٹی چیز دکھا کر بڑی چیز سے محروم کر دیتا ہے مثلاً دِکھایا کہ کوئی چہرہ نمکین اور حسین ہے، اب شیطان کے کہنے

سے اللہ کا حکم توڑ کر اس حسین کو حاصل کرنے کی ناجائز اور حرام کوشش کی اور اللہ کو ناراض کر دیا۔ بتاؤ کیا یہی انصاف ہے کہ بندہ اللہ کے قانون کو توڑ دے اور اپنا دل خوش کرلے۔ مالک کی مرضی کے خلاف غلام کا اپنے دل کو خوش کر لینا بھی حرام ہے۔ اللہ حکم دیتا ہے قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ اے نبی! آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی کرلیں، کسی کی ماں، کسی کی بہو، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی خالہ، کسی کی پھوپھی کو نہ دیکھیں اور یہ آنکھیں کھول کر اُلّو کی طرح دیکھ رہا ہے اور اللہ کو ناراض کر رہا ہے۔ ایسے ہی لڑکوں کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ کسی باپ سے پوچھو کہ اس پر کیا گذرتی ہے اگر اس کو خبر مل جائے کہ اس نے میرے لڑکے کے ساتھ بدفعلی کی۔ اگر باپ کا بس چلے تو اس مردود خبیث کا خون پی لے۔ مگر انسان حریص ہے شہوت کا، شہوت کے سامنے کچھ نہیں سوچتا کہ میرے اس فعل سے کیا حرج ہوگا۔ قومِ لوط نے بھی کچھ نہیں سوچا تھا۔ تو کیا انجام ہوا کہ چھ لاکھ کی بستی کو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک بازو سے اٹھا کر لے گئے اور ان کے پانچ سو بازو ہیں، ایک بازو سے چھ لاکھ کی بستی کو آسمان تک لے گئے اور وہاں سے اُلٹ دیا، پھر اس پر پتھر بھی برسائے گئے اور ہر پتھر پر ان ظالموں کا نام بھی لکھا تھا۔ تو دیکھو شیطان نے کتنا نقصان پہنچایا، مرنے والی لاشوں کو کیا دِکھا دیا اور اللہ کے قانون کو اس قوم نے توڑ دیا۔ جس فعل کو اللہ نے منع کیا تھا اسی فعل کو کیا اور ہلاک ہو گئے۔

اَمرَد پرستی سے بچنے کا ایک عجیب اور مفید مراقبہ

ابھی ایک نیا مضمون دل میں آیا ہے جو امرد پرستی سے بچنے کا ایک مفید اور عجیب مراقبہ ہے لیکن مراقبہ اُس وقت مفید ہوگا جب پہلے نظر بچاؤ پھر مراقبہ کرو کیوں کہ دیکھنا بدنظری ہے اور بدنظری پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ سرورِ عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ اللہ لعنت کرے بدنگاہی کرنے والے پر اور جو خود کو بدنگاہی کے لیے پیش کرے۔ معلوم ہوا کہ بدنگاہی موجبِ لعنت ہے اور لعنت کے معنیٰ ہیں اللہ کی رحمت سے دوری۔ تو رحمت اور لعنت جمع نہیں ہوسکتیں، لہٰذا پہلے نظر بچاؤ پھر یہ مراقبہ کرو کہ جس لڑکے کی طرف آج میلان ہو رہا ہے اگر خدانخواستہ بدنظری کرلی تو بدنظری کی لعنت الگ ملی اور اس بدنگاہی کی نحوست سے اگر اس کے ساتھ منہ کالا کرلیا تو کل کو یہ لڑکا ابدال ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ غوث ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ قطب الاقطاب، قطب العالم اور تمام اولیاء کا سردار ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جو اللہ کا پیارا ہوتا ہے وہ بچپن ہی سے پیارا ہوتا ہے، خالی مستقبل ہی میں پیارا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ ہر ایک کے بارے میں جانتا ہے کہ اس کا حال کیا ہے، ماضی کیا ہے اور یہ مستقبل میں کیا ہوگا۔ ہر ایک کے ماضی، حال اور مستقبل کا اللہ کو علم ہے۔ جو آدمی مستقبل میں غوث، ابدال اور قطب ہونے والا ہے وہ اللہ کے علم میں پہلے ہی سے ہوتا ہے، جو جوانی میں قطب الاقطاب ہونے والا ہے اللہ کے علم میں وہ بچپن ہی سے ہوتا ہے۔ یہی لڑکے تو اللہ والے ہوجاتے ہیں۔ بتاؤ اس کا امکان ہے یا نہیں؟ اگر معلوم ہوجائے کہ یہ لڑکا غوث ہے تو کسی کی ہمت پڑے گی اس کے ساتھ بدفعلی کرنے کی؟ پس بچپن میں کسی کو مفعول بنالینا، بدفعلی کرنا، اِغلام بازی کرنا انتہائی بدمعاشی، کمینہ پن اور بدبختی ہے اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا مبغوض ہوگا۔

پس جب کسی لڑکے کی طرف میلان ہو تو سوچو کہ اگر آج اس لڑکے کو استعمال کرلیا، بدفعلی کرلی اور کل یہی لڑکا غوث، قطبُ الاقطاب اور اولیاء کا سردار ہوگیا تو جس وقت وہ سجدہ میں سارے عالم کے لیے دعا کر رہا ہوگا اور آپ کی نظر اس پر پڑگئی کہ یہ اپنے وقت کا غوث ہے تو اس وقت کتنی شرمندگی

ہوگی اور کتنا خوف ہوگا کہ اللہ کا کتنا غضب اور کتنی لعنت مجھ پر برسے گی کہ اللہ کے اتنے پیارے بندے کے ساتھ میں نے بدفعلی کی، میں کتنا بدقسمت اور محروم ہوں، کتنا خوف ہوگا کہ مجھ پر اللہ کا جو غضب نازل ہو جائے کم ہے۔

بتاؤ یہ مراقبہ کیسا ہے؟ مفید ہے یا نہیں؟ (احقر راقم الحروف اور دیگر سامعین نے عرض کیا کہ حضرت عجیب وغریب مراقبہ ہے، دل خوف سے دہل گیا۔ اس مراقبہ کا استحضار رہے تو آدمی اس خبیث فعل میں مبتلا نہیں ہوسکتا)

فرمایا کہ بس نظر بچاؤ، جسے دیکھ کر لالچ معلوم ہو تو فوراً اپنی نظر بچاؤ اور سوچو کہ یہ ہمیشہ لڑکا نہیں رہے گا۔ اگر یہ قطب، ابدالِ وقت اور صاحبِ کرامت ہوگیا اور آج لڑکا سمجھ کر اس کے ساتھ منہ کالا کرلیا تو اللہ کی کتنی لعنت برسے گی، کتنا غضب نازل ہوگا کہ ہمارے پیاروں کے ساتھ تم بدفعلی کرتے تھے۔ بتاؤ پھر کہاں جاؤ گے، اللہ کے غضب سے کیسے بچو گے، کتنا خوف ہوگا کہ میں نے اللہ کے ایسے پیارے بندے کے ساتھ بدفعلی کی ہے، اللہ کہیں مجھ سے انتقام نہ لے۔ بس اللہ کے غضب کو یاد کرو اور نظروں کی حفاظت کرو، جو نظر کی حفاظت کرے گا بدفعلی سے محفوظ رہے گا، بدنظری وہ آٹومیٹک زینہ ہے جو بدنظری کی آخری منزل یعنی بدفعلی تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو اپنے کرم سے ایسے مضامین عطا فرماتا ہے۔ سوچ لو کہ شاید ہی کوئی پیر یہ مراقبہ بتائے۔ اللہ کا شکر ادا کرو کہ اللہ نے میرے اوپر کیا کرم کیا ہے، کیا انعامات نازل فرمائے ہیں۔ یہ باتیں شاید ہی کہیں ملیں، شاید بھی دعویٰ توڑنے کے لیے کہتا ہوں ورنہ کسی عالم سے سنا ہے یہ مراقبہ؟ سوچ لو کہ اللہ تعالیٰ نے عشقِ مجازی سے بچنے کا پی ایچ ڈی کا کورس پڑھانے کے لیے مجھ کو مقرر کیا ہے، لیکن یہ سب میرے بڑوں کا فیض، ان ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

۲۱؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۳؍مئی ۲۰۰۲ء بروز جمعہ

سمندر کے متعلق عارفانہ ارشادات

فجر کی نماز پڑھ کر کچھ علماء حضرت والا کی خدمت میں حاضر تھے، ان کے ہمراہ حضرت والا صبح کی سیر کے لیے تشریف لے گئے۔ ساحلِ سمندر پر سمندر کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ بڑا عجیب جغرافیہ ہے، سمندر گول دائرہ میں معلوم ہو رہا ہے کیونکہ دنیا گول ہے تو سمندر کیسے چوڑا ہو جائے گا۔ زمین ظرف ہے، سمندر مظروف ہے، جیسا ظرف ہوتا ہے ویسا ہی مظروف نظر آتا ہے اسی لیے سمندر گول نظر آ رہا ہے۔ سمندر اللہ کی بہت بڑی نشانی ہے، سوچو کہ اتنا پانی کس نے پیدا کیا، اتنا پانی پیدا کرنا کس مخلوق کے بس کی بات ہے؟ پھر اس پانی میں پچاس فیصد نمک کس نے ڈالا؟ علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر میں پچاس فیصد نمک اس لیے ڈالا کہ سمندر کی مخلوق زندہ رہے ورنہ پانی سڑ جاتا، سمندر کی مچھلیاں مر جاتیں، دنیا کی تین چوتھائی غذا ختم ہو جاتی اور ایسی بدبو ہوتی کہ ساحلی علاقے کے لوگ بھی مر جاتے لیکن کافرانِ سب چیزوں پر غور ہی نہیں کرتے یہ تو نمک چور ہیں، بس نمک چرانا جانتے ہیں، آلات فٹ کر کے نمک نکال لیا، اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو چرا کے فخر کرتے ہیں کہ دیکھو ہم نے ریسرچ (Research) کر کے بتا دیا کہ اس پانی میں اتنا نمک ہے اور ٹنوں نمک نکال لیا لیکن نمک چورو! کیا یہ نمک تمہارے باپ نے پیدا کیا ہے؟ نمک تک پہنچ گئے لیکن نمک کے خالق تک ان کی رسائی نہیں ہوئی، نعمت تک پہنچ گئے لیکن افسوس کہ نعمت دینے والے کو نہ پہچان سکے اور یہ بات بھی جانتے ہیں کہ اگر پچاس فیصد نمک سمندر میں نہ ہوتا تو اتنی بدبو ہوتی کہ مچھلیاں بھی زندہ نہ رہتیں اور ساحلی علاقوں کی آبادی بھی زندہ نہ رہتی۔ یہ بات تو مولوی

حضرات کی سمجھ میں بھی آ جانی چاہیے اگر نہ سمجھیں تو میں پوچھتا ہوں کہ آپ حضرات قربانی کی کھالوں میں نمک کیوں لگاتے ہیں؟ تاکہ وہ سڑے نہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سمندر میں نمک ڈال دیا جس سے مچھلیاں زندہ ہیں اور تین چوتھائی (۳/۴) غذا دنیا کے انسانوں کو خدا سمندر سے دیتا ہے اور ساحلی علاقوں کی حیات کا سبب نمک ہے جس کی وجہ سے بیماریاں نہیں پھیلتی ہیں۔

عاشقانِ خدا کی عظمت

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے عاشقوں کے آہ و نالہ سے زمین و آسمان قائم ہیں مگر ان کی قدر کرنے والے کم ہیں چونکہ یہ بھی کم ہیں تو قدر کرنے والے بھی کم ہیں، مگر کم کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، لعل پہاڑوں میں کہیں کہیں ہوتا ہے، ہیرا بھی کہیں کہیں ہوتا ہے اور پتھروں سے پہاڑ بھرا ہوتا ہے تو کیا پتھر کثرت کی وجہ سے لعل اور ہیرے کی برابری کرسکتا ہے؟ تو یہ عاشقانِ خدا اللہ تعالیٰ کے ہیرے اور لعل ہیں جن کی برکت سے زمین و آسمان قائم ہیں۔اسی لیے میں نے یہ شعر کہا ہے کہ ؎

مجھ کو خلوت میں بھی یاد تیری رہے
اے خدا عاشقوں کا نظارا بھی دے

آپ کب تک یادِ خدا میں رہیں گے آخر تھک کر بیٹھ جائیں گے، تھک جانے کے بعد اللہ والوں کی صحبت ہی میں سکون ملے گا۔اس لیے دُرویشوں کی ایک جماعت ہونی چاہیے جس کا نام گروہِ عاشقاں ہے، جو عاشقِ عشق و مستی ہو اور ناواقفِ انتظامِ بستی ہو۔

محبت کا صحیح استعمال

حضرت والا کے خاص احباب میں سے ایک صاحب جن کا نام

محبوب ہے کراچی سے پہنچے تو ان کو دیکھ کر فرمایا ؎

بہارو پھول برساؤ، مرا محبوب آیا ہے

ملاوی میں مولانا ایوب سورتی لندن سے میری محبت میں آئے تھے۔ صبح کی سیر کے وقت درختوں کے پاس موٹر گذری تو زمین پر اتنے پھول گرے تھے کہ زمین نظر نہیں آرہی تھی، گل پوش تھی تو میں نے مولانا ایوب کے لیے کہا کہ ؎

بہارو پھول برساؤ، مرا محبوب آیا ہے

مولانا ایوب اور محبوب کو دیکھئے تو سمجھ لیجئے کہ یہ کیسے محبوب ہیں، جسم کے اعتبار سے نہیں روحانیت کے اعتبار سے محبوب ہیں۔ اہلِ دنیا جن اشعار کو مجازی فانی محبوبوں کے لیے استعمال کرتے ہیں وہی اشعار میں اللہ والے دوستوں کے لیے استعمال کرتا ہوں۔ محبت کے مادّہ کو غلط استعمال کرو تو محبوبانِ مجازی پر فدا ہونے لگتا ہے اور صحیح استعمال کرو تو اللہ پر اور اللہ والوں پر فدا ہوتا ہے۔

غیر اللہ عذابِ الٰہی ہے

اس کے بعد حضرت والا نے مولانا منصور الحق صاحب سے اشعار سنانے کے لیے فرمایا۔ مولانا اشعار سنانے لگے اور جب یہ شعر پڑھا ؎

عشقِ لیلیٰ سے توبہ کرو تم
عشقِ لیلیٰ عذابِ خدا ہے

تو حضرت والا دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی طرف توجہ کی تو اس کی توجہ خود مُعذَّب ہوگئی اور انسان کا حسن بدلتا رہتا ہے، جب حسینوں کا حسن بگڑ جاتا ہے، جغرافیہ بدل جاتا ہے تو اپنی حماقتوں پر تعجب کرتا ہے، اس لیے جب غیر اللہ کی طرف توجہ ہو تو سمجھئے کہ اب حماقت کی ابتدا ہوگئی اس لیے غیر اللہ کی طرف لاکھ کشش ہو بس مجاہدہ کرو۔

شب ۲۲ ؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۳ ؍مئی ۲۰۰۲ء بروز جمعہ بعد مغرب برمکان مولانا نذیر لونت

ارشاد فرمایا کہ آج کا مضمون چار باتوں پر مشتمل ہے اور دو حصوں میں تقسیم ہے۔ چار باتوں میں دو باتیں اسٹرکچر ہیں اور دو فنشنگ ہیں، اسی سے عمارت کی تکمیل ہوتی ہے اور میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جو لوگ ان چار باتوں پر عمل کرلیں گے وہ پورے پورے ولی اللہ بن جائیں گے، جو کچھ کمی ہوگی وہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کی برکت سے پوری کردیں گے۔

پہلا حکم یہ ہے کہ ٹخنہ کو چھپانا نہیں چاہیے، بخاری شریف کی حدیث ہے، بہت مضبوط روایت ہے کہ **مَا اَسۡفَلَ مِنَ الۡکَعۡبَیۡنِ مِنَ الۡاِزَ ارِ فِی النَّارِ** جتنا حصہ ٹخنوں کا ازار سے چھپے گا وہ جہنم میں جلے گا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں لکھا ہے کہ **اَمَّا ظَاھِرُ الۡاَحَادِیۡثِ یَدُلُّ عَلٰی تَحۡرِیۡمِ الۡاِسۡبَالِ** یعنی ظاہری احادیث کے مجموعہ پر غور کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے، معمولی گناہ نہیں ہے، جو لوگ اس کو معمولی سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں سمجھتے۔ ٹخنہ چھپانا حرام کیوں ہے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی چار وجوہ لکھتے ہیں۔ پہلی ہے:

﴿مِنۡ جِھَةِ التَّلَوُّثِ بِالنَّجَاسَةِ﴾

بہ سبب نجاست میں ملوث ہوجانے کے۔ بعض کتے نوّے یعنی نائنٹی ڈگری پر پائخانہ کرتے ہیں تو جس کا ازار یعنی پاجامہ لنگی وغیرہ ٹخنوں سے نیچے ہوتا ہے وہ چلنے سے نجاست میں ملوث ہوجاتا ہے۔ دوسری وجہ ہے:

﴿مِنۡ جِھَةِ التَّشَبُّهِ بِالنِّسَآءِ﴾

عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے۔ تیسری وجہ:

﴿مِنۡ جِهَةِ التَّشَبُّهِ بِوَضۡعِ الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ﴾

متکبرین کی وضع کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اور چوتھا سبب ہے:

﴿مِنۡ جِهَةِ الۡاِسۡرَافِ﴾

(فتح الباری شرح بخاری، ج:۱۰، ص:۲۶۳)

فضول خرچی کی وجہ سے کہ اتنا کپڑا ضائع ہوتا ہے۔ اب کوئی کہے کہ اتنا ذرا سا کپڑا ضائع ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہماری نظر تو اپنے تک ہے، یہ دیکھو کہ لاکھوں مسلمانوں میں کتنا کپڑا ضائع ہوگا اور ٹخنہ نہ چھپانے سے کتنا کپڑا بچے گا، جس میں لاکھوں مسلمانوں کا لباس بن جائے گا اوّل تو مسلمان کو وجہ پوچھنی ہی نہیں چاہیے۔ جب مسلمان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ عالیشان ہے تو وجہ پوچھنا بے ادبی ہے، لیکن وجہ بتانا شفقت کی دلیل ہے، مشفقین، مربیین شفقت کی وجہ سے بیان کردیتے ہیں۔ تو یہ چار سبب ہیں جن کی وجہ سے اسبالِ ازار یعنی ٹخنہ چھپانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ جب یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جاری فرمایا تو سوائے منافقین کے سب کے ٹخنے کھل گئے۔ منافقین نے اس پر عمل نہیں کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب فیروز مجوسی کافر نے زہر میں بُجھایا ہوا خنجر مارا تو اس وقت آپ سخت بے چینی اور کرب میں تھے مگر غلام کی لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکی ہوئی دیکھ کر فرمایا اِرۡفَعۡ اِزَارَکَ اے غلام! تو اپنی لنگی کو اوپر کرلے۔ بتائیے! خون نکل رہا ہے، اللہ سے ملنے والے ہیں، اگر یہ حکم زیادہ اہم نہ ہوتا یعنی معمولی ہوتا تو ایسے وقت میں آپ تنبیہ نہ فرماتے، لہٰذا سمجھ لینا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان جب معلوم ہو جائے تو مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس سے پہلو تہی کرے، اب پھر سے سن لیجیے! پہلا سبق پاجامہ یا لنگی یا کرتا، جو لباس اوپر سے آرہا ہو اس سے ٹخنے

چھپانا حرام ہے اور جو لباس نیچے سے آ رہا ہو جیسے موزہ، تو موزہ چاہے گردن تک بنوالو، اس سے کوئی گناہ نہیں ہے اور ٹخنہ کھولنے کا حکم عورتوں کے لیے نہیں ہے ان کو ٹخنہ چھپانا چاہیے۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے **بَذْلُ الْمَجْهُوْدِ شرح ابو داؤد** میں یہ بھی لکھا ہے کہ مردوں کو ٹخنے کھلے رکھنے کا حکم دو حالتوں میں ہے۔ ایک جب کھڑے ہوں اور دوسرا جب چل رہے ہوں، اگر بیٹھے ہوئے ہیں یا لیٹے ہوئے ہیں تو ٹخنے چھپانے میں کوئی حرج نہیں۔

حدیثِ پاک ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْبِلِیْنَ ﴾

(سنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب موضع الازار این هو)

اللہ تعالیٰ اسبالِ ازار یعنی ٹخنہ چھپانے والے کو پسند نہیں کرتے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث لکھی ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! میری پنڈلی سوکھ گئی ہے، اگر میں ٹخنہ کھولتا ہوں تو لوگ میرا عیب جان جائیں گے، مجھے اجازت دیجیے کہ میں ٹخنہ چھپا کے رکھوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرض تو خدا کی طرف سے ہے، مگر یہ فعل، میری نافرمانی، تمہاری طرف سے ہوگی پھر ایک جملہ تازیانۂ محبت کا ارشاد فرمایا:

﴿ اَمَا لَکَ فِیَّ اُسْوَۃٌ ﴾

(سنن النسائی، ج:۵، ص: ۴۱۴، مطبوعة دار الكتب العلمية)

کہ کیا میری زندگی تیرے لیے نمونہ نہیں ہے؟

دوسرا حکم یہ ہے کہ اپنے چہرے پر ڈاڑھی رکھو اور کتنی رکھو؟ ناف تک نہیں، بمبئی میں ایک آدمی نے ڈاڑھی رکھی تھی، جب پیشاب کرتا تھا تو ڈاڑھی کو بغل میں دبا لیتا تھا۔ ڈاڑھی کی بھی ایک حد ہے، اس کی

پلاٹنگ (Plotting) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی کہ ایک مشت رکھو اور مشت کے بعد جو بڑھ جائے تو اس کو کاٹ دو، یعنی ایک مٹھی اور مٹھی حجام کے بچے کی نہ ہو، اپنی مٹھی سے ایک مٹھی رکھو، سامنے سے بھی، دائیں طرف سے بھی، بائیں طرف سے بھی، تین طرف سے ایک مٹھی رکھو اور نیچے والے ہونٹ کے نیچے جو بال ہیں یہ ڈاڑھی کا بچہ ہے، یہ بچہ ہی رہتا ہے، بالغ ہی نہیں ہوتا، اس کو بھی کاٹنا جائز نہیں ہے۔ البتہ گردن کی طرف سے جو بال بڑھ جاتے ہیں تو جو بال ڈاڑھی سے ملے ہوئے ہیں، ڈاڑھی سے ملنے کی برکت سے ان کو رکھنا واجب ہے اور جو بال فرار اختیار کر رہے ہیں، ڈاڑھی سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ سمت مخالفت کو بھاگ رہے ہیں تو ان کو کاٹ سکتے ہیں۔ ایک مسئلہ مونچھوں کا بھی ہے، مونچھوں کا یہ کنارہ **شفة علیا** کا طرفِ آخر یعنی اوپر کے ہونٹ کے آخری کنارہ سے مونچھ ذرا سی بھی بڑھنے نہ پائے، آگے بڑھ جائے تو اس کو پیچھے کرنا آپ کا کام ہے، آگے بڑھنا اس کا کام ہے اور پیچھے قینچی سے کرلو۔ اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک میں شیخ الحدیث نے لکھا ہے کہ افضل یہی ہے کہ مونچھوں کو قینچی سے بالکل صاف کردو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مونچھوں کو اتنا باریک کرتے تھے کہ ہونٹوں کی سفیدی نظر آتی تھی، تو افضل طریقہ پر عمل کرو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی قرآن شریف میں کہاں ہے، ان کے لیے تو خاص ایک آیت ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی مٹھی میں پکڑی تھی تو مٹھی میں ڈاڑھی جب ہی آسکتی ہے جب ایک مٹھی ہو، ایک مٹھی سے اگر کم ہو تو مٹھی میں نہیں پکڑ سکتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آگیا کہ میری قوم نے میرے اللہ کی نافرمانی کیوں کی اور غیرتِ دینی سے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی مٹھی

میں پکڑ کر ان کو ہلایا۔اس سے ایک مشت ڈاڑھی کا ثبوت قرآن شریف سے مل گیا۔

اگر عورتیں چاہیں کہ ہم کو بھی ڈاڑھی کا ثواب مل جائے تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ وہ عورتیں روزانہ اپنے شوہر کے کان میں کہیں کہ بغیر ڈاڑھی کے تمہاری شکل بندر کی شکل معلوم ہوتی ہے، ڈاڑھی کیوں نہیں رکھتے ہو؟ تو جس عورت کے بار بار کہنے سے اس کا شوہر یا بھائی ڈاڑھی رکھ لے گا تو اس عورت کو ڈاڑھی رکھنے کا ثواب ملے گا۔عورتیں مطمئن رہیں کہ ثواب ملے گا، ان کے ڈاڑھی نہیں نکلے گی۔ جتنے شیر ببر ہیں سب کے ڈاڑھی ہے اور ڈاڑھی نہ ہونا شیرنی کی علامت ہے، لہٰذا جو ڈاڑھی نہیں رکھتے ان کو میرا مشورہ ہے کہ چڑیا گھر میں شیر کو دیکھنے نہ جائیں ورنہ اس کو شبہ ہوگا کہ یہ شیرنی ہے۔ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا حرام ہے، ایک مٹھی ڈاڑھی شریعت میں بالغ کہلاتی ہے، ایک چیز بالغ ہونے والی ہے تو آپ کو اسے نابالغ کرنے کا کیا حق ہے، لہٰذا اپنی مٹھی کے برابر ڈاڑھی رکھو چہرے کے تینوں طرف۔

ایک مسئلہ عورتوں کے متعلق یہ ہے کہ نماز میں عورتوں کو اتنا باریک دوپٹہ پہننا جائز نہیں ہے جس سے بالوں کی سیاہی جھلکتی ہو، لیکن ہر وقت چھپانا نہیں ہے، نماز میں چھپانا ہے اور غیر مردوں سے چھپانا ہے، جن گھروں میں غیر محرم لوگ بھی رہتے ہیں تو ان سے شرعی پردہ کرنا چاہیے اور بالوں کو بھی دوپٹہ سے چھپانا چاہیے۔

تیسرا حکم آنکھوں کی حفاظت ہے، آنکھوں کی حفاظت کا حکم قرآن شریف کا ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾

اور عورتوں کے لیے بھی یہ ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾

تو نظروں کی حفاظت کا حکم عورتوں کے لیے بھی ہے اور مردوں کے لیے بھی ہے، یہ تو قرآن شریف کا حکم ہوگیا، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دکھاؤ! قرآن میں کہاں ہے تو دیکھو بھئی! قرآن ہی میں ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ آنکھوں کا زِنا ہے نظر بازی۔

بخاری شریف کی حدیث سب سے مضبوط مانی جاتی ہے، زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ کسی کی بہو، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی خالہ، کسی کی پھوپھی کو دیکھنا یہ آنکھوں کا زِنا ہے۔ کیا آنکھوں کا زِنا کرنے والے کا ولی اللہ بننے کا خواب پورا ہوگا؟ ہم لوگ بھی تو چاہتے ہیں کہ ہماری بیوی، ہماری بہن، ہماری ماں، ہماری بیٹی کو کوئی بری نظر سے نہ دیکھے اور نامحرم کو بری نظر ہی سے دیکھتا ہے، کیا کوئی اچھی نظر سے دیکھتا ہے؟ جب دیکھے گا تو آدمی کی نظر بری تو ہو ہی جائے گی، اس لیے جو ہم اپنی بہو، بیٹی، بہن، خالہ، پھوپھی اور والدہ کے بارے میں چاہتے ہیں کہ ہماری بہن کو، ہماری بیوی کو، ہماری ماں کو کوئی نہ دیکھے وہی قانون اللہ تعالیٰ نے نازل کردیا، بالکل عین فطرت کے مطابق، اس میں کسی کو تنگی معلوم ہو تو یہ اس کا قصور ہے۔ آنکھ بچانے میں بہت سکون ہے، اللہ حلاوتِ ایمانی دیتا ہے، حلاوتِ بصارت لے کر حلاوتِ بصیرت دیتا ہے، حلاوتِ ایمانی کیا چیز ہے؟ اللہ کا قرب، اللہ کے تعلق کی مٹھاس۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے ہیں بدنظری کرنے والے پر اور جو بدنظری کرانے والی ننگی پھرتی ہیں، لعنت کے معنیٰ کیا ہیں؟ اَلْبُعْدُ عَنِ الرَّحْمَةِ اللہ کی رحمت سے دوری، بتاؤ! پھر ہماری حفاظت کیا چیز کرے گی۔ بدنظری کر کے اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ کا سایہ تو تم نے اُتار کر پھینکا ہے، اپنی آنکھوں کو حرام کاری میں مبتلا کر کے کیوں

دیکھا تم نے، جب دیکھا تو دل تڑپ گیا، اُس کے اوپر آ گیا، اب اس کے لیے بے چین ہو، بے چینی تو تم نے خود مول لی، تو تین حکم ہو گئے، قرآن شریف کا حکم، بخاری شریف کا حکم اور مشکوٰۃ شریف کا حکم، اب رہ گیا کہ بدنظری میں مزہ آتا ہے اور نظر نیچی کرنے میں دل کو تکلیف ہوتی ہے تو مومن کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں چاہے جان چلی جائے خوشی خوشی دے دے، یہ جذبہ ہونا چاہیے، مومن کی شان یہی ہے کہ جو اللہ کا حکم ہو سر آنکھوں پر رکھ لو اور اللہ کے حکم کے خلاف نہ چلو، چند دن کا امتحان ہے، یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے، کچھ دن آنکھوں کا مجاہدہ کر لو پھر یہ وقت بھی نہیں ملے گا اور نہ اس مجاہدہ کی لذت ملے گی، مجاہدہ کا حلوۂ ایمانی دنیا میں کھا لو، یہ مزہ جنت میں بھی نہیں ہے، جنت میں اگر کوئی کہے کہ ہمیں نظر بچانے کا مزہ دے دیجیے تو نہیں ملے گا، کیونکہ وہاں شریعت نہیں ہے، وہاں شریعت کا حکم ختم، وہ دار الجزاء ہوگا، اس لیے وہاں نظر بچانا فرض نہیں ہے، شریعت کے سب جائز و ناجائز کے احکام ختم، اس لیے یہ مزہ حلاوتِ ایمانی کا یہیں دنیا میں کھا لو، ورنہ وہاں ترسو گے تب بھی نہ ملے گا۔

چوتھا حکم حفاظتِ قلب ہے، بعض لوگ سر جھکائے مراقبہ میں ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ بہت صوفی آدمی ہیں لیکن میرا شعر ہے ؂

یوں تو بگلہ کی طرح تجھ کو مراقب دیکھا
جوں ہی مچھلی کو دبوچا تو ترا راز کھلا

بگلہ آنکھ بند کر کے بیٹھا رہتا ہے اور جب مچھلی کو دیکھتا ہے تو جلدی سے منہ میں رکھ لیتا ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی چالباز اور مکار ہے۔ تو یہ سمجھ لو کہ ایسا صوفی معتبر نہیں جو حسینوں کو دیکھ کر ہڑپ کر لے، بگلہ بھگت نہ ہو، اصلی صوفی وہ ہے جو حسینوں کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ تو چوتھا حکم دراصل فنشنگ (Finishing) کا ہے کہ دل میں بھی گندا خیال نہ لاؤ، اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمارا اور آپ کا دل

ایسا ہے جیسے سورج۔ جس طرح ہم پر سورج ظاہر ہے اس سے زیادہ ہمارا دل اللہ تعالیٰ پر عیاں ہے۔ خود سوچو کہ اگر آپ کا کوئی دوست آپ کے خلاف خیالات پکار رہا ہو اور آپ کے پاس کوئی ایسی مشین ہو جس سے اُس کے دل کی گندگی کا حال معلوم ہو جائے تو کیا ایسے شخص کو دوست بناؤ گے؟ یا اس کو جوتے مار کے بھگا دو گے، تو دوستو! دل میں اللہ کی نافرمانی کا خیال مت پکاؤ، سر سے پیر تک اللہ کے باوفا رہو، اس وفاداری میں جان بھی چلی جائے تو جان دینے کا جذبہ پیدا کرو، یہ زندگی دوبارہ نہیں ملے گی، ایک دفعہ زندگی ملی ہے، اسی میں وفاداری کا امتحان پاس کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ہر حکم ہماری سینکڑوں جانوں کی حفاظت کا ذمہ دار ہے، ہر حکم میں ہماری جانوں کی حفاظت کی ضمانت ہے، کوئی بھی حکم سخت نہیں ہے، بلکہ حکم کے خلاف چلنے میں سختی ہے، مثلاً نظر بچانا، تو اس میں بندہ کی آبرو کا کس قدر انتظام ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوسروں کی بیوی، دوسروں کی عورت کو دیکھنے سے بچا لیا تو ہم کو جوتے کھانے سے بچا لیا۔ دیکھو! دوسری کو دیکھ کر للچاؤ مت، اپنی بیوی کو دیکھو جو اللہ نے تمہیں دی ہے اسی پر راضی رہو۔ رضا بالقضاء اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنے کا نام ہے، اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا فرض ہے، جیسے روزہ نماز فرض ہے ویسے ہی اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا بھی فرض ہے۔

جنت میں یہی عورتیں حوروں سے زیادہ حسین کردی جائیں گی۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل کی ہے، انہوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! جنت میں حوریں زیادہ حسین ہوں گی یا مسلمان عورتیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان عورتیں حوروں سے زیادہ حسین بنادی جائیں گی، عرض کیا کہ کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نماز پڑھی ہے، روزہ رکھا ہے، حج کیا ہے، زکوٰۃ دی ہے، ہمارا حکم مانا ہے اور حوریں وہیں پیدا ہوئیں، وہیں ڈھلی

ڈھلائی مل گئیں اس لیے دین میں اپنے مجاہدات کی وجہ سے وہ حوروں سے زیادہ حسین کردی جائیں گی۔ لہٰذا دنیا میں مسلمان عورتیں اگر حسن میں کم ہیں، تو فکر نہ کرو، چند روز کا مجاہدہ ہے، اس کے بعد یہ حوروں سے زیادہ حسین بنادی جائیں گی، ان کی ملاحت زیادہ ہوجائے گی۔ حسن کی دو صفات ہیں۔ ایک ملاحت دوسری صباحت۔ بعض گورے چٹے ہوتے ہیں، یہ اہلِ صباحت ہیں اور بعضے گورے چٹے تو نہیں ہوتے مگر ان میں ملاحت جھلکتی ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ‘ نے لکھا ہے کہ دیوبند میں ایک بنگالی طالبِ علم تھا، وہ صبیح تو نہیں تھا، یعنی اس میں صباحت تو نہیں تھی، گورا چٹا تو نہیں تھا لیکن ملاحت غضب کی تھی۔

اس طالبِ علم کو جنات کے بادشاہ نے اٹھوالیا اور اس سے اپنی لڑکی کی شادی کرنی چاہی تو اس طالبِ علم نے کہا کہ ہمارے فقہ میں غیر جنس میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ جنوں کے بادشاہ نے مایوس ہو کر اس کو دیوبند واپس پہنچا دیا۔ معلوم ہوا کہ ملاحت اور چیز ہے اور صباحت اور چیز ہے۔ بعض لوگوں کا چہرہ روشن ہوتا ہے مگر نمک بالکل نہیں ہوتا اور بعضے چہرے سانولے ہیں یا کالے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے غضب کی ملاحت ان کو دی ہے۔ تو مسلمان عورتیں ملاحت میں حوروں سے زیادہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کا نور ان کے چہروں پر ڈال دے گا۔ انہوں نے جو عبادتیں کی ہیں اس کا نور زیادہ (Extra) ہوگا۔ لیکن حوریں بھی کم نہیں ہوں گی، ان کا ناک نقشہ بھی عظیم الشان ہوگا، لیکن مسلمان عورتیں حوروں سے زیادہ حسین ہوں گی۔ جنت میں مزے ہی مزے اور عیش ہی عیش ہوگا۔ بس چند روز صبر کر لیجئے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں تو بہت حسین ہوں، میری بیوی اتنی حسین نہیں ہے، ہماری (Matching) نہیں ہوئی، اس لیے خوشیوں کی چنگ بجانے کا میری زندگی میں موقع نہیں، تو صبر کرو، اللہ کی مرضی پر راضی رہو، چند دن

کے بعد مر کے جسم گل جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ دوسرا جسم عطا کریں گے۔

ان چار حکموں پر جو چستی، مستعدی، جواں مردی اور مردانگی کے ساتھ عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ کو پا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ کا ولی ہو جائے گا، ان چار اعمال کی برکت سے پورے دین پر عمل کی توفیق ہو جائے گی، اولیاء صدیقین کی آخری سرحد پر پہنچ جائے گا اور جنت پا جائے گا، اور جنت کی بھی جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں اتنا مزہ ہے کہ جس وقت جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو کوئی حور یاد نہیں آئے گی، جنت کی کوئی ڈش، کوئی نعمت یاد نہیں آئے گی، کیوں؟ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نور ازلی اور ابدی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، یہ نشہ کسی چیز میں نہیں ہے کیونکہ کوئی شے ازلی ابدی نہیں ہے، ازلی ابدی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ دنیا پہلے نہیں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی اور قیامت میں پھر فنا کر دی جائے گی۔ تو دنیا نہ ازلی ہے نہ ابدی، بالکل گھٹیا چیز ہے اس لیے اللہ والے اس کو منہ نہیں لگاتے۔ اب رہ گئی جنت تو جنت نیک لوگوں کی جگہ ہے، صالحین کی جگہ ہے، جنہوں نے دنیا میں اپنی آرزوؤں کا خون کیا ہے، لیکن جنت بھی ابدی ہے، ازلی نہیں ہے، جن کے منہ کو اللہ کی محبت کی شراب لگ گئی، جو عاشقِ ذاتِ حق ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ازلی اور ابدی اللہ کے مقابلہ میں جنت بھی کچھ نہیں ہے، لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ کوئی چیز اللہ کے برابر نہیں، اس لیے اللہ کے عاشقوں کے لیے درجۂ اوّلیں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور جنت درجۂ ثانوی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا جب دیدار ہوگا تو جنتی لوگ جنت کی نعمتوں کو یاد ہی نہیں کریں گے بلکہ کوئی نعمت یاد ہی نہ آئے گی، کوئی حور بھی یاد نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ کے دیدار کی لذت سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔ اس لیے جو لوگ یہاں اپنی آرزوؤں کا خون کرتے ہیں ان کا خوں بہا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، خونِ آرزو

کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ خود مل جاتے ہیں کہ تم نے جو اپنی آرزوؤں کا خون کیا ہے اس کے صلہ میں حلاوتِ ایمانی لے لو، تم نے حسینوں سے نگاہیں بچا کر اپنی آرزوؤں کا خون کیا ہے تو خونِ آرزو کا بدلہ میری ذات ہے، حلاوتِ ایمانی ہے، ایمان کی مٹھاس ہے، جو حوروں کو پیدا کرسکتا ہے وہ دنیا میں بھی حوروں کا مزہ دے سکتا ہے، اللہ کے احکام میں سُستی مت کرو، خدا کی عبادت میں چوڑیاں مت پہنو، اللہ کی عبادت میں شیرِ مرد رہو، نفس پر مردانہ حملہ کرو ؎

ہیں تبر بردار مردانہ بزن

خبردار! تبر اُٹھاؤ اور مردانہ حملہ کرو، نفس دشمن مردانہ حملہ ہی سے دبے گا اگر مردانہ حملہ نہیں کرو گے تو اللہ کو نہیں پاؤ گے، بغیر اللہ کے مرو گے، بے حد خسارہ میں جاؤ گے۔ اس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں ہے کہ اللہ نہ ملے اور آدمی مرجائے، بہت ہی بدبخت، بدنصیب اور محرومِ جاں ہے وہ جو اللہ کو نہ پائے اور مرجائے۔ خدا کے لیے، اللہ کے لیے اپنی جانوں پر رحم کرو، میرے دوستو! میرے عزیزو! جان دے دو مگر اللہ کو ناراض نہ ہونے دو، ان شاء اللہ دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ دل کو ایسا مست کردیں گے کہ معلوم ہوگا کہ آپ سے بڑھ کر کوئی بادشاہ نہیں ہے، چٹائی پر، بوریوں پر، خاک پر، تختِ شاہی کا مزہ ملے گا۔ لوگوں کو بکنے دو، جو کہتے ہیں کہ فلاں صورت میں یہ مٹھاس ہے، وہ مٹھاس ہے۔ صورتوں میں کیا ہے، آج جو سولہ سال کی ہے، کل جب اَسّی سال کی بڑھیا ہوگی تو اس کو چوما چاٹی کرو گے؟ شادی کی پہلی رات میں کس قدر خوشی تھی اور اب وہی خوشی باسی ہوگئی، یہ کیا ہے؟ سب فانی ہے، دنیا بِجَمِیْعِ اَعْضَاءِہٖ وَبِجَمِیْعِ اَجْزَاءِہٖ سب فانی ہے، دیکھو جوان کتنا ہی حسین ہو، ایک دن اس کو نانا بننا ہے، جب ڈاڑھی مونچھ نہ آئی ہو اُس وقت تو سخت امتحان ہوتا ہے، لیکن ایک دن نانا دادا بن جائے گا اور لڑکی ابھی کتنی ہی حسین ہو ایک دن نانی دادی بنے گی ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا، کوئی نانی ہوئی

جولڑکا تھا نانا ابا بن گیا، اب اس کی ڈیمانڈ (Demand) کرو گے؟ اور جو لڑکی تھی نانی اماں ہوگئی تو پھر اس کو چاہو گے؟ اس لیے کسی کی جوانی مت دیکھو۔ لڑکا ہے تو اس کا بڑھاپا سوچو کہ بڈھا ہوگا تو کیسا ہوگا؟ لڑکی بڈھی ہوگی تو کیسی معلوم ہوگی؟ جو انجام پر نظر رکھتا ہے وہ عقلمند کہلاتا ہے، عقل کی انٹرنیشنل یعنی بین الاقوامی تعریف یہ ہے کہ انجام پر نظر ہو اور ان حسینوں کے چاہنے والوں کی نظر انجام پر نہیں ہوتی، اگر وہ کہہ دے کہ ہم آپ کے باوفا رہیں گے، کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے تو ایک دن ایسا آئے گا کہ جب بڈھی ہوجائے گی تو خود اسے اپنے سے دور پھینک دو گے۔ اسی طرح لڑکا جب بڈھا ہوگا تو اسے بھی اپنے سے دور پھینک دو گے، تو یہ کیا چیز ہے کہ آج جن کے لیے پاگل ہو رہے ہو اور جب شکل بگڑ جائے گی تو پاگل نہیں عقلمند کے باپ بن جاؤ گے، اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دوستی کرلو، اللہ نے اسی لیے پیدا کیا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اتَّقُوا اللہَ اے ایمان والو! متقی ہوجاؤ۔ متقی کا کیا مطلب ہے؟ یعنی میرے دوست بن جاؤ، یہ دوست بننا فرض ہے، اختیاری مضمون نہیں ہے، متقی یعنی ولی بننا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جو ولی اللہ بنے بغیر مرا تو نامُراد مرا، اس لیے دیکھو کہ کس پر مر رہے ہو، ہر حسین کا بڑھاپا دیکھو۔ بس اپنی بیوی سے محبت کرو، مگر وہ بھی اللہ سے زیادہ نہ کرو، اس کو بھی سوچو کہ ایک دن مرنے والی ہے اور قبر میں اس کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرنے والا ہوں، اللہ باقی ہے اور سب فانی ہے، انجام پر نظر رکھیں۔ انجام پر نظر نہ رکھنے والا انٹرنیشنل بے وقوف ہے، انٹرنیشنل ڈونکی اینڈ منکی ہے۔ بس میرے دوستو! میرے عزیزو! میرے ساتھیو! اللہ پر جان دینا سیکھو اور کچھ کام نہیں آئے گا، جتنی چیزیں ہیں سب لات

مار کر آپ کو قبر میں پھینک دیں گی، ساری دنیا بے وفا ہے۔

دین دار بننے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے اللہ والوں کی صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میرے نیک بندوں میں رہو گے تو میرا خوف، تقویٰ اور دین تم میں آسانی سے آجائے گا۔ بیس نمازیوں میں ایک بے نمازی کو رکھ دو تو نمازی بن جائے گا۔ یاد رکھو کہ اللہ والا بنانے میں نیک صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز مؤثر نہیں۔ نیک بننے کا یہی ایک آسان راستہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ** اگر نیک بننا چاہتے ہو تو نیکوں میں رہ پڑو۔

وعظ کے بعد میزبان مولانا نذیر لونت صاحب کے عیسائی ڈرائیور نے کہا کہ حضرت مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب کے ہاتھ پر مجھے مسلمان کرادیں۔ مولانا نذیر لونت نے بتایا کہ یہ اردو بالکل نہیں سمجھتا۔ یہ تقریر سن کر ایمان نہیں لایا، حضرت والا کا چہرۂ مبارک دیکھ کر مسلمان ہوا ہے۔ حضرت والا نے اس کو کلمہ پڑھا کر اپنے سینۂ مبارک سے لگالیا۔ حضرت والا کی شفقت سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

۲۲ / صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۴ / مئی ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ بعد فجر

نومسلم کے تالیفِ قلب کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ نومسلم کی تالیفِ قلب کا حکم ہے۔ اس لیے نومسلم محمد بلال کو ہدیہ دینا چاہیے۔ حضرت والا نے اس کا نام بلال رکھا اور محبت سے اس کو فرماتے کہ یہ میرا بلال ہے اور فرمایا کہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کالے تھے۔ حضرت والا نے حافظ ضیاء الرحمٰن کو حکم دیا کہ حضرت والا کی رقم میں سے بلال کے لیے ہدیہ نکال کے رکھ لیں۔ شام کو اس کو پیش کریں گے۔ حضرت والا کے احباب نے بھی جو کراچی سے ساتھ گئے تھے حضرت والا کی

خدمت میں ہدایا پیش کیے کہ حضرت والا اپنی طرف سے بلال کو عطا فرمائیں۔ میزبان نے عرض کیا کہ ہم لوگ نومسلموں کو ہدیہ نہیں دیتے کیونکہ اس سے ان کی عادت خراب ہو جاتی ہے اور وہ لالچ کرنے لگتے ہیں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اللہ تعالیٰ نومسلموں کی تالیفِ قلب کا حکم نہ فرماتے اور آیت وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ نازل نہ ہوتی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی سے روک دیا جاتا کہ آپ ایسا نہ کیجئے اس سے نومسلموں کی عادت خراب ہو جائے گی۔ اس کے برعکس ان کی تالیفِ قلب کا حکم دیا گیا جو دلیل ہے کہ اس سے ہرگز ان کی عادت خراب نہیں ہو سکتی بلکہ ان کی ہمت افزائی ہوگی اور دین سے ان کی محبت اور پختہ ہوگی۔ پھر جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے تحفہ ملے تو عادت خراب ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ معلوم ہوا کہ اپنے مربی کے ہاتھ سے جو چیز ملے اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ اس لیے میں خود بلال کو ہدیہ پیش کروں گا۔

بعد مغرب حضرت والا نے بلال کو طلب فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے بہت سے تحفے دیئے جن میں نقدی بھی تھی اور دوسرے تحائف بھی تھے۔ آخر میں حضرت والا نے جانماز منگوائی اور بلال کو عطا فرمائی۔ بلال نے پرتگالی زبان میں مولانا نذیر لونت سے کہا کہ میں نے رات ہی خواب دیکھا کہ حضرت والا مجھ کو جانماز عطا فرما رہے ہیں اور اپنے نانا کو دیکھا جو مسلمان تھے کہ وہ بلال کے اسلام لانے پر بہت خوش ہو رہے ہیں۔ حضرت والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ خوش کیوں نہ ہوں گے کہ ان کا خون دوزخ کی آگ سے بچ گیا۔

گناہ کو منکر اور نیکی کو معروف کیوں فرمایا گیا؟

ارشاد فرمایا کہ جب انسان گانا گاتا ہے تو ایک شیطان اس کے کندھے پر بیٹھ کر اپنی دونوں ایڑیوں کو اس کے سینہ پر رگڑتا ہے جس

سے اس کو اور جوش آتا ہے۔ اسی وجہ سے گانے والا اچھلتا کودتا ہے جیسا کہ آج کل دیکھا ہوگا۔ اللہ نے ہمیں اسلام سے نوازا ورنہ کافر ہوتے تو جہنم میں جلتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اسلام وراثت میں دے دیا، جنت کا ٹکٹ مفت میں عطا فرمادیا۔ موروثی ایمان کی اس ایک ہی نعمت کا شکر ہم لوگ ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم میرے شکر گذار بندے بننا چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو، تب تم حقیقی شکر گذار بن جاؤ گے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی **وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ** اور تم نہایت ہی بے کس تھے۔ **اَذِلَّةٌ** کے معنی بے کس، بے سروسامان کے ہیں، ذلیل مراد نہیں ہے، یعنی بدر میں تم نے اپنی قلت، بے مائیگی اور بے سروسامانی کا مشاہدہ کیا پھر ہم نے تمہاری مدد کی **وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ** پس تم تقویٰ اختیار کرو تا کہ حقیقتاً شکر گذار بن جاؤ۔ معلوم ہوا کہ جو نافرمانی میں مبتلا ہے وہ شکر گذار ہو ہی نہیں سکتا اور شکر گذار کیسے بنو گے؟ **وَ اتَّقُوْ اللّٰهَ** اللہ سے ڈر کے رہو، یعنی گناہ سے بچو، **لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ** تا کہ تم شکر گذار بن جاؤ۔ معلوم ہوا کہ شکر گذار بننے کے لیے تمام گناہوں سے بچنا ضروری ہے اور گناہ منکر ہے اور منکر کے معنی ہیں اجنبی اور اجنبی سے سب گھبراتے ہیں۔ کسی مالدار آدمی کے پاس کوئی اجنبی آ کر بیٹھ جائے تو وہ ڈر جائے گا کہ جیب کترا معلوم ہوتا ہے۔ گناہ کو اسی لیے منکر فرمایا کیونکہ اس سے آدمی کی طبیعت مانوس نہیں، گناہ انسانی فطرت کے لیے اجنبی ہے۔ اسی لیے جو پہلی دفعہ گناہ کرتا ہے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے، پھر دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں دفعہ میں بے حیا ہوتا چلا جاتا ہے اگرچہ شریف گھرانے کا بچہ ہو، لیکن پہلے گناہ پر شرم سے پسینہ آ جاتا ہے ؎

نہ تم آئے نہ ہم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

اس شعر میں شاعر نے پہلے گناہ کا نقشہ کھینچا ہے۔ یہی دلیل ہے کہ یہ منکر ہے اور پہلی نیکی سے پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ وہ معروف ہے، جان پہچان کی چیز ہے، فطرت اس سے مانوس ہے۔ نافرمانی انسانی فطرت کے خلاف ہے، اس لیے پہلے گناہ پر طبیعت پریشان ہوتی ہے لیکن پھر مسلسل ارتکاب سے دل مردہ ہوجاتا ہے پھر نافرمانی اس کے لیے اس کی غذا بن جاتی ہے، وہ تلملاتا رہتا ہے، جب تک اس کو کوئی منکر نہ ملے، جب تک گناہ نہ کرلے پریشان رہتا ہے۔ عادت بری بلا ہے، اس لیے گناہوں سے بچو، بری عادت نہ ڈالو، عادت بری ہونے کے اسباب سے بھی بچنا چاہیے ورنہ اگر عادت بگڑ گئی تو کتے کی دم کی طرح ہوجائے گی کہ برسوں بانس میں رکھا لیکن جب نکالا تو ٹیڑھی تھی لیکن کتے کی دم میں اور انسان میں فرق ہے۔ انسان اگر ایک عرصہ تک گناہ نہ کرے اور نیک صحبت میں رہے اور گناہ کا خیال بھی نہ لائے تو دھیرے دھیرے ایک زمانہ آتا ہے کہ وہ نیک ہوجاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ذرا سی بھی نافرمانی ہوجائے تو تڑپ جاتا ہے جیسے قطب نما کی سوئی ہوتی ہے کہ جب سوئی کا قبلہ بدل جاتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ اس کا قبلہ بدلا ہوا ہے۔ اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی سوئی بے چین رہتی ہے، جب تک قبلہ درست نہیں کرلیتی مسلسل پریشان و بے چین رہتی ہے، ہلتی رہتی ہے اور جب قطب نما کا قبلہ درست ہوجاتا ہے تو سکون میں آجاتی ہے۔ پس جس طرح قطب نما کی سوئی کی بے سکونی سے لوگ پہچان جاتے ہیں کہ اس کا قبلہ درست نہیں اسی طرح جن کے دل اللہ کی نافرمانی سے بے چین ہیں اللہ والے پہچان جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بدنظری کرنے والے کو پہچان لیا جو بدنظری کرکے آپ کی مجلس میں آیا تھا۔ آپ نے فرمایا:

﴿مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَتَرَشَّحُ مِنْ اَعْیُنِھِمُ الزِّنَا﴾

کیا حال ہے ایسی قوم کا جس کی آنکھوں سے زِنا ٹپک رہا ہے۔ آپ نے چہرہ کی بے چینی سے سمجھ لیا۔ کیونکہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس حدیث کو سنا تھا کہ **زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ** نظر باز آنکھوں سے زِنا کرتا ہے، پس ان کے قلبِ مصفی پر آنکھوں کے زِنا کی ظلمت منکشف ہوگئی۔ صحابہ جانتے تھے کہ اللہ کا ولی وہ نہیں ہوسکتا جو آنکھوں کا زِنا کرتا ہو۔ وہ لوگ حریص تھے کہ اللہ ہم سے راضی رہے۔ ان کی روح میں طلبِ رضاءِ حق کا طوفان تھا، وہ رضاءِ حق کو تلاش کرتے تھے اور ناراضگیِ حق سے بچتے تھے۔ اُس زمانہ میں نافرمانی کا تصور بھی نہیں تھا۔

غمِ فانی اور غمِ جاوداں

ارشاد فرمایا کہ جب میں عربی پڑھتا تھا تو ایک شاعر یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

عارف غمِ جاناں کی توجہ کے تصدق
ٹھکرا دیا وہ غم جو غمِ جاوداں نہ تھا

یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کا غم جاوداں ہے، باقی کوئی غم جاوداں نہیں۔ اس لیے میں نے دنیا کے غموں کو ٹھکرا دیا کیونکہ وہ جاوداں نہ تھے۔ آپ ہی بتائیے دنیا کا کوئی غم جاوداں ہے؟ مثلاً جو لڑکا آج جوانِ سبزہ آغاز ہے جس پر دین وایمان فدا کرنے کو جی چاہتا ہے، چند دن کے بعد اس کا جو حال ہوتا ہے وہ میں نے اپنے قطعہ میں بیان کیا ہے۔

کبھی جو سبزہ آغازِ جواں تھا
تو سالارِ گروہِ دلبراں تھا
بڑھاپے میں اسے دیکھا گیا جب
کسی کا جیسے وہ نانا میاں تھا

ہر لڑکا ابا بننے والا ہے، نانا دادا بننے والا ہے، کیا یہ غمِ جاوداں ہے؟ پھر اپنی عاشقی پر شرمندگی ہوگی، جب نانا ابا بن جائے گا تو اپنی عاشقی کے دن یاد کرکے شرمندہ ہوگے اور اس سے یہ بھی نہ کہہ سکو گے ؎

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہی حال لڑکی کا ہے۔ ہر لڑکی نانی اماں بننے والی ہے یا نہیں؟ جس لڑکی کا غم حاصلِ زندگی معلوم ہوتا تھا وہی لڑکی جب نانی بن گئی، اب اس کی عاشقی کی داستان سب بے کار ہوگئی کہ نہیں؟ جو تاریخِ عشق ضائع ہونے والی، فنا ہونے والی ہے، اس پر کیا زندگی ضائع کرتے ہو۔ جب لڑکا نانا ابا اور لڑکی نانی اماں ہوگی، اس وقت تاریخِ عشق فنا ہوگی کہ نہیں۔ معشوقوں کے بڑھاپے کے بعد بتاؤ تاریخِ عشق جوان رہے گی؟ دنیا دھوکہ کی جگہ ہے، نانی اماں اور نانا ابو بننے والوں سے دل نہ لگاؤ۔ میرا ایک قطعہ ہے ؎

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر
یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کرو گے
زحل مشتری اور مریخ لے کر

مریخ کا وزن چیخ سے ہے، بس چیخنا پڑ جائے گا، رونے چلانے کے سوا دنیا داروں کو کچھ حاصل نہیں۔ دیکھئے! جن کے معشوق بڈھے ہوگئے ان سے پوچھئے کہ ان کی زندگی ضائع ہوئی کہ نہیں؟ زندگی کے جو دن ولی اللہ بنا سکتے تھے جوانی کے وہ اوقات تو عشقِ بُتاں میں گذار دیئے، پاخانے اور پیشاب کے بدبودار مقامات کے گرویدہ ہوگئے۔ اس لیے دوستو! جوانی کی قدر کرلو، زندگی کی قدر کرلو، حسنِ فانی میں کچھ نہیں رکھا، ساری دنیا بے کار ہے، دنیا سے آنکھ بند کرلو، کچھ مت دیکھو، حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

دل آرامے کہ داری دل درو بند
دِگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

دل کا آرام اسی میں ہے کہ دل میں صرف وہ محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہ ہو باقی ساری دنیا سے آنکھوں کو بند کرلو، دنیا کے نقد مال کو مت دیکھو، حسینوں کے حسن سے دھوکہ مت کھاؤ کیونکہ اس کا انجام بہت ہی برا ہونے والا ہے۔ جو لڑکی آج پندرہ سولہ سال کی نہایت حسین و جمیل ہے جس کو دیکھ کر ایمان فروخت کرنے کو جی چاہتا ہے وہی سولہ سال کی لڑکی جب اَسّی برس کی ہوگی تو پھر کیا کرو گے، جب کمر جھکی ہوئی آئے گی، لاٹھی لیے ہوئے، بارہ نمبر کا چشمہ لگا ہوا، بال سفید، تو اس کا جغرافیہ بدلنے سے کیا تمہاری تاریخ نہ بدلے گی؟ کون ہے ایسا شخص جو اس وقت بھی اس سے ایسی ہی محبت کرے جیسی سولہ برس کی عمر میں کیا کرتا تھا ؎

کمر جھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا، کوئی نانی ہوئی

یہ دنیا کے حسینوں کا حال ہے۔ بڑھاپے سے جب حسن کا پوسٹ مارٹم ہو جائے گا، پھر کہاں جاؤ گے، کس سے دل کو بہلاؤ گے؟ وہ زندگی وہ جوانی جو ولی اللہ بننے کے لیے تھی، وہ زندگی کے دن تو چلے گئے، اب منہ پٹاؤ، جوتے کھاؤ، رُسوائی الگ ہوئی، بدنامی الگ ہوئی، لہٰذا کسی کا سولہ سالہ حسن مت دیکھو، نظر بچاؤ اور پھر سوچو کہ یہ لڑکی بڈھی ہونے والی ہے، اس کی چھاتیاں ایک ایک فٹ لٹک جائیں گی، اس وقت یاد کرو گے کہ جوانی میں تو یہ مثلِ انار تھیں، سارا عشق ناک کے راستہ نکل جائے گا۔ اسی طرح جس لڑکے پر آج مر رہے ہو، بڈھا ہونے کے بعد اس کو دیکھ کر اس گدھے کی طرح بھاگو گے جو شیر کو دیکھ کر بھاگتا ہے ؎

میر کا معشوق جب بڈھا ہوا
بھاگ نکلے میر بڈھے حسن سے

اس لیے یہ شعر مجھے بہت پسند ہے ؎

عارف غمِ جاناں کی توجہ کے تصدق
ٹھکرادیا وہ غم جو غم جاوداں نہ تھا

یعنی غمِ جاناں کی توجہ کے میں قربان جاؤں، اس اللہ پر فدا ہوجاؤں جولازوال حسن رکھتا ہے، كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَأْنٍ ۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یوم کے معنی یہاں دن کے نہیں بلکہ وقت کے ہیں اَیْ فِیْ كُلِّ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ، وَفِیْ كُلِّ لَمْحَةٍ مِّنَ اللَّمْحَاتِ ،وَفِیْ كُلِّ لَحْظَةٍ مِّنَ اللَّحَظَاتِ هُوَ فِىْ شَأْنٍ ،یعنی ہر وقت، ہرلمحہ، ہرلحظہ اس کی ایک نئی شان ہے اور معشوقانِ مجازی کی شان ہرلمحہ، ہرلحظہ روبہ زوال ہے۔اس لیے عاشقانِ مجاز بالکل احمق اور بے وقوف نظر آتے ہیں۔اگر اس میں کسی کو شبہ ہو تو ہم سے کہے ہم اس کی حماقت کو ثابت کردیں گے۔کیسے؟ بڑھاپا ہر شخص پر آئے گا یا نہیں؟ تو جب معشوق بُڈّھا اور معشوقہ بُڈّھی ہوجائے گی تو اس کے ساتھ یہ جوش و خروش، یہ غزل خوانی، یہ قصیدہ سرائی رہے گی؟ بڈھا، بڈھی دونوں کی گردن ہل رہی ہے، دونوں معانقہ کرکے دِکھائیں، ایک کا اثبات ہوگا دوسرے کی نفی ہوگی۔آہ!بڈّھے اور بڈھی معانقہ بھی نہیں کرسکتے۔یہ بات میں خون کے آنسو بہا کر کہوں تو بھی حق ادا نہیں ہوسکتا۔واللہ! دنیا فانی ہے، ہرگز اس قابل نہیں کہ اس سے دل لگایا جائے،جن لوگوں نے دنیا سے دل لگایا، اپنی جوانیاں تباہ کیں، ان سے پوچھ لو کہ کیا ملا؟ وہی معشوق جن کو دیکھ کر پاگل ہوتے تھے،آج اُنہی کو دیکھ کر دل شرمندہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ ان سے کہہ بھی نہیں سکتا کہ میں تم پر کبھی عاشق تھا۔بس سب سے کنارہ کش ہوکر سمندر کے کنارے تسبیح لے کر بیٹھ جاؤ اور اللہ کا نام لو ؎

گیا حسن خوبانِ دل خواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

ہدایت کے تین ذرائع

سمندر کے کنارے سمندر کی وسعت اور آسمان کو دیکھ کر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ سارا عالم بغیر کالم کے ہے، زمین معلق ہے، کسی چیز پر سہارا نہیں ہے اور اب تو مصنوعی سیّاروں سے بھی دیکھ لیا گیا ہے کہ زمین بھی چاند سورج کی طرح فضا میں معلق ہے، اوپر یا نیچے کوئی کالم نہیں ہے۔ زمین پر کوئی عمارت بنا کر دکھایئے جس میں کالم نہ ہو۔ یہ اللہ کی شان ہے کہ ان کی جس زمین پر کالم کے ساتھ مکان بناتے ہیں وہ زمین خود بے کالم ہے۔ میرے اس مضمون کو ہمارے میر صاحب نے شعر میں بیان کردیا۔

ارض و سماء کیسے ہیں معلق
کوئی ستوں ہے اور نہ کوئی تھم
سارا عالم ہے بے کالم
واہ رے میرے ربُّ العالَم

لیکن اس عظیم الشان قدرتِ قاہرہ کا مشاہدہ بھی ہدایت کے لیے کافی نہیں، ہدایت کے لیے تین ذرائع ناگزیر ہیں، ناممکن ہے کہ اس کے بغیر انسان اللہ تک پہنچ جائے۔ یہ تین ذریعے کیا ہیں؟

﴿وَلَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ﴾

(سورۃ نور، آیت: ۲۱)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے مخاطبِ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں،

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، تمام جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مخاطب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو وَ رَحْمَتُہٗ اور اس کی رحمت نہ ہو مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا تو قیامت تک کوئی پاک نہیں ہوسکتا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ، لیکن اللہ تعالیٰ جس کا چاہتا ہے تزکیہ کردیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہدایت کے تین ذرائع ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل، رحمت اور مشیت۔ اللہ ہم سب کو جذب فرما کر اپنا بنالے اور دنیا اور آخرت کی فلاح ہم لوگوں کو نصیب فرما، بدونِ استحقاق اولیائے صدیقین کی نسبت سے مشرف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۲۳؍ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۴؍ مئی ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ، بعد نمازِ عشاء

حیاتِ انسانی کا مقصد

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُۨ o

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا o

وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ o

(سورۃ ملک، آیت: ۱ ۔ ۲)

برکت کسے کہتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بہت مبارک، بہت برکت والی ذات ہے

وہ جس کے قبضہ میں سارا جہان ہے بِیَدِہِ الْمُلْکُ مُلک سے مراد سارا جہان ہے، یَدٌ کے معنی عربی میں قبضہ یعنی قدرت کے بھی آتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مبارک ہے وہ ذات، برکت والی ہے وہ ذات اللہ کہ جس کے قبضہ میں سارا جہان ہے، اتنی بڑی برکت والی ذات ہے کہ جو ان کا نام لیتا ہے اس کے منہ میں بھی برکت آجاتی ہے۔ ایک آدمی نماز روزہ کا پابند ہے، اللہ کو یاد کرتا ہے، وہ کسی بخار کے مریض پر دم کردیتا ہے تو اس کا بخار اُتر جاتا ہے، وہ ایسے برکت والے ہیں کہ جو اُن کا نام لیتا ہے اُس کے منہ میں بھی برکت آجاتی ہے۔ وہی دوسرا جو بے عمل ہے، پڑھ کر دم کرے تو اثر نہیں ہوتا۔ وہ ایسے بابرکت ہیں کہ ان کا نام لینے والا بھی بابرکت ہوجاتا ہے۔

قدرتِ الٰہیہ اور اس کی مثال

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ، مبارک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں سارا جہان ہے، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور ہر شیٔ پر ان کو قدرت ہے، ہر کام پر قدرت ہے، زندہ کو مردہ کرتا ہے، مردہ کو زندہ کرتا ہے، فقیر کو بادشاہ بناتا ہے اور بادشاہ کو فقیر بناتا ہے۔ بعضے غریبوں کو اللہ تعالیٰ نے بے سان وگمان اچانک بادشاہت دے دی۔ ایک فقیر تھا، سات پشت کا فقیر، اس کا خاندان سات پشت سے بھیک مانگتا آرہا تھا، وہ رات کو فقیر سویا اور صبح اٹھا تو بادشاہت کے لیے منتخب ہوگیا۔ رات میں ملک کے بادشاہ کا انتقال ہوگیا تھا اور اسمبلی ہاؤس میں، پارلیمنٹ میں یہ پاس ہوا کہ جو سب سے پہلے شاہی دروازہ پر آئے گا اس کو بادشاہت دی جائے گی۔ بس جیسے ہی یہ آیا اور شاہی دروازہ پر بھیک مانگی کہ اللہ کے نام پر دو روٹی دے دو تو پولیس والوں نے اس کو پکڑلیا۔ یہ بہت گھبرایا کہ کیا ماجرا ہے۔ ان سے تو

میں نے اللہ کے نام پر دو روٹی بھی نہیں مانگی لیکن اس کو کیا خبر کہ اس کو بادشاہ بنایا جارہا ہے، نہلا دھلا کر شاہی لباس پہنا کر اس کو بادشاہت دی گئی، وہ اللہ کی قدرت کا تماشہ دیکھتا رہا کہ واہ رے میرے اللہ! بھک منگا سلایا اور بادشاہ اُٹھایا، بس یہ بادشاہ بن گیا اور شاہی دربار میں تمام فیصلے صحیح کیے اور دوپہر بارہ بجے جب دربار ختم ہوا تو اس نے وزیروں سے کہا کہ اے وزیرو! آؤ اور میری بغل میں ہاتھ ڈال کر مجھے اٹھاؤ جیسے پہلے بادشاہ کو اٹھاتے تھے اور شاہی محل تک ہم کو لے چلو۔ تو وزیرِ اعظم نے کہا کہ جہاں پناہ اگر جان کی امان پاؤں تو ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ اجازت ہے پوچھو، وزیر نے کہا کہ آپ سات پشت کے خاندانی فقیر ہیں، آپ رات کو فقیر سوئے اور صبح آپ کو بادشاہ بنا دیا گیا مگر یہ آدابِ شاہی آپ نے کہاں سے سیکھے؟ اس نے کہا کہ جو اللہ مجھ جیسے فقیر کو بادشاہ بنا سکتا ہے وہ آدابِ شاہی بھی سِکھا سکتا ہے، جو اللہ سات پشت کے فقیر کو سلطنت دے سکتا ہے وہ آدابِ سلطنت بھی سکھا سکتا ہے۔ وہ لوگ سمجھ گئے کہ واقعی بات یہی ہے، جس نے کبھی تھانیدار کو بھی نہیں دیکھا تھا وہ شاہی فیصلے صحیح کرے یہ اللہ کی قدرت ہے۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، فقیر کو بادشاہ بنا سکتا ہے، بادشاہ کو فقیر کر سکتا ہے۔

حیات پر موت کی تقدیم کی وجہ

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ جس نے موت کو پیدا کیا اور زندگی کو بھی، تو میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب نے اس آیت کو جب پڑھایا تو فرمایا کہ حکیم اختر یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ پہلے زندگی دیتا ہے، بعد میں موت دیتا ہے لیکن اس آیت میں فرما رہے ہیں کہ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ جس نے موت کو پیدا کیا اور زندگی کو۔ یہ کیا ماجرا ہے کہ موت کا ذکر پہلے ہو رہا ہے

اور حیات کا ذکر بعد میں ۔ تو فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے اس کی زندگی زندگی ہوتی ہے اور جو جانور کی طرح کھاتا ہے اور ہگتا ہے، اس کو پتہ ہی نہیں ہے کہ ہم کس لیے پیدا ہوئے ہیں، بس رات میں کھا لیا اور صبح لیٹرین میں جمع کر دیا، اس کی زندگی زندگی کہلانے کی مستحق نہیں ۔ جو موت کو یاد رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کس لیے پیدا کیا ہے، میری زندگی کا مقصد کیا ہے، وہ غور کرتا ہے، زمین و آسمان دیکھتا ہے، سورج و چاند دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ ساری چیزیں ہمارے لیے پیدا کی گئی ہیں، سورج اور چاند کا فائدہ انسان کو پہنچتا ہے، آسمان اور زمین کی گردش کا فائدہ انسان کو پہنچتا ہے، رات اور دن کے آنے جانے میں انسان کو فائدہ پہنچتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ ہمارے لیے ساری دنیا ہے اور ہم دنیا کے پیدا کرنے والے کے لیے ہیں ۔ آسمان، زمین، سورج اور چاند سب ہماری خدمت میں لگے ہیں لیکن ہم کو اللہ نے اپنے لیے پیدا کیا ہے کہ دنیا میں رہ کر ہمیں نہ بھولو کہ مر کر پھر تمہیں ہمارے پاس ہی آنا ہے ۔ موت کو یاد رکھو گے تو تمہاری زندگی زندگی ہو جائے گی ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرنے والا ہے ۔

آیت لِیَبۡلُوَکُمۡ الخ کی تین تفسیریں

تفسیر روح المعانی میں اس کی تین تفسیر بیان کی گئی ہیں ۔ پہلی تفسیر ہے لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَتَمُّ عَقۡلًا وَفَهۡمًا تاکہ اللہ آزمائے کہ تم میں سے کون ہے جو عقل کا کمال رکھتا ہے اور عقل کا کمال ہے انجام بینی ۔ عقل مند وہ لوگ ہیں جو انجام پر نظر رکھتے ہیں، عقل کی بین الاقوامی تعریف بھی یہی ہے کہ انجام پر نظر رکھنا ۔ یہ تفسیر علامہ آلوسی السید محمود بغدادی نے تفسیر روح المعانی میں کی

ہے جو عربی زبان میں زبردست تفسیر ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تفسیر روح المعانی سے بڑھ کر عربی زبان میں کوئی تفسیر نہیں ہے، اس کے اندر یہ موجود ہے۔ ہمارے ایک دوست عالم ہیں ان کو کچھ شک ہو گیا کہ یہ روح المعانی میں ہے یا نہیں، شاید بڈھا ہو گیا ہے، حافظہ غلط ہو گیا ہو تو میں نے ان کو دِکھا دیا کہ کہاں لکھا ہے تب ان کو اطمینان ہو گیا۔

انجام پر نظر رکھنے والے ہی عقلمند ہیں

پہلی تفسیر یہ ہے:

﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَتَمُّ عَقْلاً وَّ فَهْمًا﴾

اللہ تعالیٰ آزمانا چاہتے ہیں کہ کون لوگ ہیں جو عقل اور فہم رکھتے ہیں اور کون لوگ بے عقل اور بے وقوف ہیں۔ دونوں کی زندگیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ ملاوی میں ایک سڑک پر ایک بورڈ لگا ہوا تھا جس پر S لکھ کر اس کو کراس (×) کر دیا تھا۔ میں نے مولانا عبدالحمید سے پوچھا کہ S لکھ کر اس کو کیوں کراس کر دیا۔ انہوں نے مزاحاً کہا کہ اس کے معنی ہیں کہ یہاں بے وقوف ہو جائیں یعنی وقوف نہ کریں۔

حرام چیزوں سے بچنے والے اصل عبادت گذار ہیں

دوسری تفسیر ہے:

﴿اَيُّكُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللهِ تَعَالٰى شَانُهٗ﴾

تم میں سے کون لوگ ہیں جو حرام چیزوں سے بچتے ہیں یعنی جن چیزوں کو اللہ نے حرام فرمایا ان سے بچتے ہیں کہ ہمارا اللہ ناراض ہو جائے گا جیسے بدنظری سے، بدنگاہی سے اللہ کے خوف سے بچتے ہیں، نہ گوری کو دیکھتے ہیں نہ کالی کو دیکھتے ہیں۔ میرا شعر ہے۔

نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو
اُسے دیکھ جس نے اِنہیں رنگ بخشا

اِنہیں اللہ نے رنگ بخشا ہے۔ تم ریسرچ کرلو کہ ماں کے پیٹ میں کون سی سائنسی مشین داخل ہوئی تھی جس نے کسی کو کالا کردیا کسی کو گورا کردیا۔ تحقیق کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ یہ سب اللہ کی قدرت کے تماشے ہیں، جس کو چاہا کالا کردیا، جس کو چاہا گورا کردیا، تو دو تفسیر ہوگئی اَیُّکُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰہِ جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچتے ہیں، مثلاً بدنگاہی حرام ہے تو اپنی خواہش کا خون کرتے ہیں بلکہ خون پیتے ہیں اور اللہ کو راضی رکھتے ہیں۔ کیا مقام ہے ان کا! ہر وقت دل پر آرا چلتا ہے لیکن مجال نہیں کہ اپنی نگاہ کو ناپاک کرلیں، اللہ ان کے مجاہدات کو، ان کی باطنی شہادت کو دیکھتا ہے کہ میرے بندے باطن میں شہید ہوگئے، یہ زندہ شہید ہیں ؎

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم، نہیں یہ حسرت کہ سر نہیں ہے

اور مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے بسا زندہ شہیدے معتمد

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ بہت سے بندے اللہ کے ایسے عاشق ہیں کہ زندہ شہید ہوگئے باطن میں شہادت ہوگئی اور ان کی شہادت معتمد ہے، قابلِ اعتماد ہے۔ بہت سے لوگ زندہ نظر آتے ہیں مگر وہ شہید ہیں، ان کا خونِ شہادت اندر اندر بہہ گیا، اچانک نظر پڑگئی لیکن فوراً ہٹالی، بہت ہی حسین صورت تھی، اللہ نے دیکھا کہ بندہ کی آرزو تھی کہ دیکھ لوں مگر شاباش میرے بندے! تجھ کو شاباشی ہے کہ تو نے اپنا دل توڑ دیا، اپنی آرزو کا خون کرلیا مگر میرا حکم نہیں توڑا، تو اللہ کی طرف سے شاباشی ملتی ہے اور جن لوگوں نے دیکھ لیا ان کو کیا ملا، شاباشی نہیں، ان پر لعنت برستی ہے اللہ کی لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بددعا ہے کہ لعنت کرے اللہ اس پر جو دیکھنے والا ہے اور جو اپنے کو دِکھانے والی ہے یا دِکھانے والا ہے یعنی جو حرام نظر ڈالے اور حرام نظر کے لیے خود کو پیش کرے وہ سب اس لعنت میں داخل ہیں تو کیوں اللہ کے رسول کی بددعا لیتے ہو، دیکھ لینے سے کیا ملتا ہے؟ میرے علم میں بہت سے لوگ ہیں جو مجال نہیں کہ ایک نظر خراب کریں ؎

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

میرا شعر ہے یہ، ایسا شعر کون کہے گا؟

اللہ کے عاشق اللہ کی فرماں برداری میں سرگرم ہیں

تیسری تفسیر ہے:

﴿اَیُّکُمْ اَسْرَعُ اِلٰی طَاعَةِ اللہِ عَزَّوَجَلَّ﴾
(تفسیر روح المعانی، ج:۲۸)

کون ہے تم میں سے تیز رفتاری دِکھانے والا اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف، ان کے حکم کی تابعداری میں، ان کی عبادت میں کون آگے بڑھتا ہے، ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کون ہے اس معاملہ میں آگے بڑھنے والا ورنہ حلوہ کھانے کے لیے تیار، مقویات کھانے کے لیے تیار، بادام، اخروٹ، پستہ اور ساری غذائیں کھانے کے لیے تیار، سوپ (Soup) صبح بھی پی رہے ہیں اور شام کو بھی پی رہے ہیں حالانکہ ان کو سوپ پینے کی ضرورت نہیں ہے اور اللہ کا رزق کھا کر اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں لیکن جو اللہ کے خاص بندے ہیں وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کی طاقت کو اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال نہیں کرتے۔

یہ تین تفسیریں ہیں اس آیت کی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے جن کے اوپر قرآن نازل ہوا، انہوں نے بیان فرمائیں۔

صفتِ عزیز کی صفتِ غفور پر تقدیم کی وجہ

وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ اور وہ عزیز ہے اور غفور ہے۔ عزیز کو غفور پر کیوں مقدم کیا؟ اس میں کیا راز ہے؟ چونکہ مغفرت اور بخشش صاحبِ قدرت کی زیادہ قابلِ قدر ہوتی ہے۔ ایک آدمی پہلوان ہے اگر گھونسہ مارے تو ناک سے خون جاری ہو جائے وہ کہتا ہے کہ جاؤ! میں نے معاف کر دیا اور ایک کمزور ہے، سانس پھول رہی ہے، چارپائی پر لیٹا ہوا ہے، اُٹھتا ہے تو چکر آجاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ جاؤ! میں نے معاف کر دیا تو آپ اس کی معافی کی کچھ قدر نہیں کرتے۔ آپ کہیں گے کہ معاف نہ کرو گے تو ہمارا کیا کر لو گے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ قدرت کو پہلے بیان کیا وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ وہ بہت صاحبِ قدرت ہے، **عزیز** کے معنیٰ ہیں:

﴿اَلْقَادِرُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّلَا یُعْجِزُهٗ شَیْءٌ فِیْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ﴾

جو ہر چیز پر قادر ہو، آدمی کو پتھر بنا دے اور پتھر کو انسان بنا دے، اس کی قدرت کے استعمال میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکے، وہ جو چاہے سو کر دے، اس کو صاحبِ قدرت کہتے ہیں مثلاً محمد علی کلے کسی کے ایک گھونسہ مارنا چاہے لیکن موپوٹو کے دس پہلوانوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، مجبور ہو گیا، اپنا ارادہ نافذ نہ کر سکا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو ارادہ کر لے، جو فیصلہ کر لے اس کو کوئی شئ نہیں روک سکتی۔ سارے عالم کے پہلوان مل کر بھی اللہ کے فیصلہ میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتے جس کو اللہ عزت دینا چاہے کوئی اس میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا اور جس کو ذلیل کرنا چاہے، بندر بنانا چاہے، سور اور کتا بنانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا، ساری دنیا مل کر اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی، اس کے استعمالِ قدرت

میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔ یہ ہے وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ عزیز کو مقدم فرمایا کہ جانتے ہو تم کو معافی کس ذات سے مل رہی ہے؟ جو بہت بڑا صاحبِ قدرت ہے، بہت بڑے صاحبِ قدرت سے تم کو معافی مل رہی ہے جو تم کو سور اور کتا بنا سکتا ہے، جو چاہے سو کر سکتا ہے اس کے بعد غَفُوْرُ فرمایا کہ دیکھو اتنے بڑے صاحبِ قدرت کی معافی کی تم قدر کرلو اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ عزیز کو صفتِ مغفرت پر مقدم کیا۔ کیا شان ہے کلام اللہ کی! بس میری تقریر ختم۔

اے اللہ میری فریاد سن لے۔ اے اللہ میں مسافر ہوں اور بیمار بھی ہوں:

﴿دُعَاءُ الْمَرِیْضِ کَدُعَاءِ الْمَلٰئِکَۃِ﴾

(کنز العمال، ج: ۹، ص: ۴۴، دار الکتب العلمیه)

مریض کی دعا مثل فرشتوں کی دعا کے ہوتی ہے اور مسافر بھی ہوں، پردیس میں ہوں، اے اللہ میرا سفر قبول فرمالے، اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خزانہ کی خبر دی ہے، اگر اللہ تعالیٰ خزانہ نہ دینا چاہتا تو اس خزانہ سے خبردار ہی نہ کرتا، ہم لوگوں کو کیا خبر تھی مگر اللہ نے اپنے خزانہ کی خبر خود دی ہے کہ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور چاہنے کی اللہ نے کوئی شرط نہیں لگائی کہ کالا ہو یا گورا ہو، خوبصورت ہو یا بدصورت ہو اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنا بنالے، اپنی طرف کھینچ لے تو اس صفت کا ذکر قرآن میں فرمایا، اے اللہ! میں آپ کی اس صفت کو پیش کرتا ہوں کہ آپ نے کوئی شرط نہیں لگائی، بس اپنی مشیت اپنے چاہنے کی شرط لگائی کہ ہم جس کو چاہ لیں، اپنا بنالیں تو اے اللہ ہم لوگوں کو اپنا بنا لیجئے، اللہ والا بنا دیجئے، اللہ والا بنا دیجئے اور جذب فرما لیجئے، آپ جس کو جذب کرتے ہیں اس کو کوئی کھینچ نہیں سکتا، کوئی اپنا نہیں بنا سکتا ہے، اللہ جس کو کھینچ لے ساری دنیا عاجز ہو جائے گی، تمام دنیا کی گمراہ کن

ایجنسیاں کوشش میں لگ جائیں کہ اس کو بہکا دیں تو نہیں بہکا سکتے، جو اللہ کا کھینچا ہوا ہو اس کو کوئی کھینچ نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں اپنا بنالے، اللہ والا بنادے، دنیا و آخرت دونوں ہماری بنادے اور میری دعا کو قبول کرلے اور میں اور میری اولاد اور میرے متعلقین کو اپنا بنالے اور آپ سب کو اپنا بنالے اور آپ سب کے متعلقین کو بھی اپنا بنالے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

۲۳؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۵؍مئی ۲۰۰۲ء بروز اتوار بمقام موپوٹو

بعد فجر حضرت مرشدی احباب کے ہمراہ حسبِ معمول صبح کی سیر کے لیے سمندر کے کنارے تشریف لے گئے۔ چہل قدمی کے بعد حضرت والا کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور سب احباب حضرتِ والا کے سامنے گھاس پر بیٹھ گئے۔

تزکیہ کا موقوف علیہ

حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾

(سورۃ نور، آیت: ۲۱)

صحابہ سے خطاب ہو رہا ہے کہ اے صحابہ! اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک بھی قیامت تک پاک نہیں ہوتا لیکن جس کو اللہ چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تزکیہ کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل، اور رحمت اور مشیت لہٰذا اس فضل و رحمت و مشیت کو مانگتے رہنا چاہیے۔

تو عرض کر رہا تھا کہ تزکیہ اور اصلاح تین نعمتوں پر موقوف ہے بغیر ان

کے وہ مل نہیں سکتی اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے اور دنیا میں بھی نہیں ہے کہ ہم انہیں کہیں سے حاصل کرلیں بلکہ اے اللہ وہ آپ ہی کے ہاتھ میں ہے، آپ کا فضل آپ کے فضل ہی سے مل سکتا ہے، آپ کی رحمت آپ کی رحمت ہی سے مل سکتی ہے، آپ کی مشیت آپ کی مشیت ہی سے مل سکتی ہے، وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ اے صحابہ! ہمارے محبوب سیدالانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت تمہیں نصیب ہے لیکن پھر بھی تزکیۂ نفس کا اختیار میرے پاس ہے، نبی ہدایت کے معاملہ میں اسمِ ہادی کا مَظْہرِ اَتَم ّہے لیکن جب تک مُظْہِر ظاہر کرنے کا ارادہ نہ کرے مَظْہَر کچھ نہیں کرسکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی توحید بتادی کہ میرے نبی کے باوجود ہدایت کے حصول میں تم لوگ میرے فضل و رحمت و مشیت ہی کے محتاج ہو، مجھ ہی سے مانگو کہ اے اللہ! آپ نے اپنے نبی کی صحبت عطا فرمائی جو نعمتِ عظمیٰ ہے مگر اس کے ساتھ جب آپ کا فضل، آپ کی رحمت اور آپ کی مشیت ہوگی تبھی ہم پاک ہوسکتے ہیں ورنہ قیامت تک نبی کے باوجود ہمارا تزکیہ نہیں ہوسکتا لیکن تزکیہ کی نعمت ملے گی نبوت ہی کے دروازہ سے، فضل و رحمت و مشیت نبوت ہی کے دروازہ سے ملے گی، اسی لیے دروازہ کا احترام، اس کی توقیر اور اس کا اِکرام ضروری ہے، تم نبی سے مستغنی نہیں ہوسکتے کیونکہ ہم نے دروازۂ فضل، دروازۂ رحمت اور دروازۂ تزکیۂ نفس اپنے نبی کو بنایا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ مانگنا چاہیے کہ اے اللہ! ہم نے اسبابِ تزکیہ کے لیے شیخ تو پکڑ لیا ہے لیکن شیخ کا ہونا آپ کے ارشاد کے مطابق کافی نہیں، سب سے بڑے شیخ اور مربی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، جب ان کے ہوتے ہوئے صحابہ تزکیۂ نفس میں آپ کے فضل، آپ کی رحمت اور آپ کی مشیت کے محتاج تھے تو اے اللہ! شیخ ہونے کے باوجود ہم بھی اپنے تزکیہ میں آپ کے فضل، آپ کی رحمت اور آپ

کی مشیت کے محتاج ہیں، بس! آپ ہم پر اپنے فضل سے اپنا فضل، اپنی رحمت سے اپنی رحمت اور اپنی مشیت سے اپنی مشیت فرما دیجئے، تینوں نعمتیں ہمارے شاملِ حال فرما دیجئے اور ہمارے نفوس کے تزکیہ کا فیصلہ فرما لیجئے تا کہ ہم پاک ہو جائیں مگر ذریعہ اور وسیلہ نبی ہو گا اگر نبی زندہ ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہو چکی لہٰذا اب نبی کے نائبین ذریعہ ہوں گے۔

تو نصِ قطعی ہے کہ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا اگر اللہ کا فضل اور اللہ کی رحمت نہ ہو تو ناک رگڑ کر مر جاؤ، بڑے سے بڑے ولی کامل کے پاس رہو ہرگز اصلاح نہیں ہوگی وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ لیکن اللہ اسی کا تزکیہ کرتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے، اس لیے ان کے چاہنے کو مانگو کہ اے اللہ! میرے تزکیہ کا آپ ارادہ فرما لیں، بغیر آپ کے چاہے ہماری اصلاح نہیں ہوسکتی، آپ نے قرآن مجید میں خود فرما دیا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ہمیں بھی مَنْ یَّشَآءُ میں داخل کر لیجئے، مَنْ یَّشَآءُ کا مَنْ بہت بڑا ہے، اس میں کمی نہیں ہے، مَنْ یَّشَآءُ میں جذب بھی شامل ہے، بس وہ چاہ لیں تو فوراً ہی جذب کر لیں گے مگر آپ اپنی بے بسی تو دکھائیے، ان سے دعا تو مانگئے، یہ دعا چھوڑنے والی نہیں ہے، ہمیشہ مانگتے رہیے تا کہ ان کا فضل، ان کی رحمت اور ان کی مشیت ہمارے شاملِ حال رہے۔ اگر ہم لوگ یہ دعا مانگتے رہیں تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے، کوئی شخص ہم کو گمراہ نہیں کرسکتا، نہ کوئی لڑکا، نہ کوئی لڑکی، سارے عالم کی گمراہ کن ایجنسیاں مل کر کوشش کر لیں تب بھی اس شخص کو گمراہ نہیں کر سکتیں جس پر اللہ کی ان تین نعمتوں کا سایہ ہو۔ ہمارے پاس ایسے ایسے خزانے ہیں مگر افسوس! ان خزانوں سے فائدہ اٹھانا بھی قسمت والوں کا کام ہے۔ جس کے لیے ہدایت مقدر ہے اُسی کو مانگنے کی بھی توفیق عطا ہوتی ہے اور جس کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے

اُس کو مانگنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔

ہدایت کی دعا نہ مانگنے کی توفیق بہت بری علامت ہے، محرومی اور بدنصیبی کی علامت ہے لہٰذا بہت مانگنا چاہیے، کم از کم روزانہ ایک مرتبہ ضرور مانگ لو کہ اے اللہ! اپنا فضل، اپنی رحمت اور اپنی مشیت میرے شاملِ حال فرما دیجئے پھر ہم گمراہ نہیں ہوسکتے، ہم کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، ہم عالمی گمراہ کن ایجنسیوں کو چیلنج کرسکتے ہیں، یہودیوں کی ایجنسی ہو یا عیسائیوں کی یہاں تک کہ خود اس کے اختیار میں بھی نہیں ہے، اگر وہ خود بھی گمراہ ہونا چاہے گا تو بھی نہیں ہوسکتا جبکہ وہ اللہ سے فضل و رحمت و مشیت مانگ چکا ہے۔ اگر اتنا کچھ بتانے پر بھی کسی کا ذہن اس طرف متوجہ نہیں ہوتا تو یہ بہت بڑی محرومی کی علامت ہے، محرومی کی علامت بدل دو، اللہ سے ان نعمتوں کو مانگو پھر تم کو کوئی گمراہ نہیں کرسکے گا، تمہارا نفس بھی بے دست و پا ہوجائے گا، تمہارا نفسِ امّارہ بھی اگر چاہے گا کہ اس کو بہکا دوں تو نہیں بہکا سکے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ نفسِ اَمّارہ بالسوء ہے، بہت بہکانے والا ہے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ مگر جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہوگا اسے نفسِ امارہ بھی نہیں بہکا سکتا۔ بدنظری سے اللہ کی رحمت کا سایہ اُٹھ جاتا ہے، ایسے شخص پر اللہ کی لعنت برستی ہے، لعنت اور رحمت میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔ پس لعنت اُسی وقت برستی ہے جب اللہ کی رحمت کا سایہ اُٹھ جاتا ہے، اِس لیے بدنگاہی سے بچو، نہ دیکھو گے نہ رحمت کا سایہ اُٹھے گا اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ کا ساتھ مت چھوڑو ورنہ پھر خیریت نہیں، بدنظری کی لعنت سے زندگی لعنتی اور ملعون ہوجاتی ہے۔ بدنگاہی کرنے والے کے چہرہ کو دیکھ لو، اس کے چہرہ پر لعنت برستی ہے مگر نقد مال کے لیے عورتوں کو اُلّو کی طرح دیکھتا ہے، یہ نہیں سمجھتا کہ ہم رحمت کے سائے سے محروم ہورہے ہیں اور اللہ کی لعنت کے سائے میں آرہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل کا سایہ، اپنی رحمت کا سایہ اور اپنی مشیت کا سایہ بلا اِستحقاق مقدر فرما دیجئے، ہماری تقدیر بدل دیجئے، اے اللہ! ہماری تقدیر میں اپنے فضل کا سایہ، اپنی رحمت کا سایہ اور اپنی مشیت کا سایہ ہمارے تزکیہ کے لیے، ہم کو پاک کرنے کے لیے مقدر فرما دیجئے۔

یہ جو سامنے پہاڑ، سمندر اور آسمان نظر آرہے ہیں یہ اللہ کی بہت بڑی مخلوق ہیں، اللہ کی قدرت کی عظیم الشان نشانیاں ہیں بس واسطہ دو اللہ تعالیٰ کو اُن کی قدرت کا کہ اے اللہ! آپ بڑی قدرت والے ہیں، اس قدرت کے صدقہ میں اپنا فضل، اپنی رحمت اور اپنی مشیت ہمارے شاملِ حال فرما دیجئے، یہ جو آپ نے نصِ قطعی سے اِرشاد فرمایا ہے وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِنۡ اَحَدٍ اَبَدًا وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ تو اے اللہ! اس مَنۡ یَّشَآءُ میں اپنے فضل سے ہم سب کو داخل کر دے، ہم سب کو برائیوں سے پاک کر دیجئے۔ یا اللہ! آسان راستہ جو آپ نے اپنی رحمت سے مجھے سمجھایا ہے یعنی گناہ چھوڑنے کا تو اس کی توفیق ہم سب کو عطا فرما کر ہماری دنیا و آخرت دونوں بنا دیجئے، اپنی رحمت سے ہمیں ایسی نسبتِ اولیاء صدیقین عطا فرمائیے کہ ہم ایک سانس بھی آپ کو نہ بھولیں، ہر وقت آپ کو یاد رکھیں، ہمیں اللہ والا بنا دیجئے۔

وَ اٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

یَاذَا الۡجَلَالِ وَ الۡاِکۡرَامِ، یَا ذَا الۡجَلَالِ وَ الۡاِکۡرَامِ،

یَا ذَا الۡجَلَالِ وَ الۡاِکۡرَامِ

یَا ذَا الۡجَلَالِ وَ الۡاِکۡرَامِ میں اسم اعظم ہے، اس کو تین دفعہ دعا میں

پڑھ لو، دعا قبول ہو جائے گی۔ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ کے کیا معنی ہیں؟ اَیْ صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ ۔ یَا صَاحِبَ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ کا ترجمہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ آپ اپنی ذات وصفات میں مکمل مستغنی ہیں، نہ اپنی ذات میں کسی کے محتاج ہیں نہ اپنی کسی صفت میں محتاج ہیں، آپ اپنی ذات کے اعتبار سے، اپنی صفات کے اعتبار سے بالکل مستغنی ہیں۔ دنیا میں جو مستغنی ہوتا ہے وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا، کسی مصیبت زدہ کی مدد نہیں کرتا مگر اے اللہ! آپ ایسے مستغنی ہیں کہ باوجود مستغنی ہونے کے صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِ ہیں، آپ کا فیض اتنا عام ہے کہ کافر تک کو روٹی کھلا رہے ہیں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

نگاہوں کا وضو

ایک عالم صاحب نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہر وقت باوضو رہوں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ہر وقت وضو برقرار رکھنا بہت مشکل ہے، گیس روکنا کئی بیماریوں کا باعث بنتا ہے، اس سے بہتر ہے کہ نگاہوں کو باوضو رکھو۔ حفاظتِ نظر، نظر کا وضو ہے، نگاہ کے وضو میں براہِ راست قلب نورانی ہو جاتا ہے۔ اِس زمانہ میں بے پردگی بہت عام ہے، ہر وقت نگاہ بچانا گویا ہر وقت عبادت میں مشغول رہنا ہے۔ ایک آدمی رات بھر عبادت کرتا ہے اور دن بھر نظریں مارتا ہے یہ شخص فاسق ہے۔ اور ایک آدمی رات کو نہیں جاگتا، صرف فرض نمازیں ادا کرتا ہے لیکن اپنی ایک نگاہ بھی خراب نہیں کرتا، یہ شخص ولی اللہ ہے، ضروریاتِ دین کو سمجھنا چاہیے، ہم تو کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں ضعف بہت ہے، زیادہ وظیفہ نہیں پڑھ سکتے بس گناہ نہ کرو، اس میں تو وظیفہ بھی

نہیں پڑھنا پڑتا۔

۱۱ بجے کی مجلس کے بعض ارشادات بر مکان مولانا نذیر لونت صاحب

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نام کے حلوۂ ایمانی کی لالچ میں بدنگاہی چھوڑ دیجیے! حلوۂ بصیرت کی لالچ میں حلوۂ بصارت چھوڑ دیں اور قلب کی حفاظت کریں تاکہ قلب میں گندے خیالات نہ آئیں، اس لیے کہ قلب اللہ کا گھر ہے، مومن کا دل اللہ کا گھر ہے، اگر اس میں گندگی آئے گی تو گندی جگہ اللہ کیسے آئے گا؟ اور گندے خیالات سے کچھ ملتا بھی نہیں ہے، سارا دل ناپاک ہوجاتا ہے، دل کی ناپاکی گندے خیالات سے ہے۔ آہ! اللہ کے نام کا مزہ لوگوں کو معلوم نہیں ہے ورنہ لوگ اس کے نام پر جان دے کر بھی اس مزہ کو حاصل کریں لیکن حدیث پاک میں اللہ کے نام کی لذت کو حاصل کرنے کا طریقہ موجود ہے:

﴿اِنَّ النَّظْرَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ
مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ اَبْدَلْتُهٗ اِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ﴾

(كنز العمال، ج:۵، ص: ۱۳۰، دار الكتب العليمة)

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو میرے خوف سے اپنی نگاہ بچائے، حسین شکلوں کو نہیں دیکھے، لڑکا ہو یا لڑکی، کسی کے حسن سے نگاہیں نہیں سینکے تو میں اس کو ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی لذت وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا، ایمان کی حلاوت کو اس کا قلب پالے گا، یہ واجد ہوگا، حلاوتِ ایمانی اس کے قلب میں موجود ہوگی، اس کا ایمان حالی، ذوقی، وجدانی ہوجائے گا لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَعَ اِيْمَانِهِمْ اُن کا ایمانِ موروثی، عقلی، استدلالی تبدیل ہوجاتا ہے ایمانِ ذوقی، وجدانی اور حالی سے۔ یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے، بیان القرآن میں لکھا ہے۔ بس اپنے ایمان کو ترقی دو کیونکہ ایک دن

موت تو آنی ہے، اگر موت آ گئی اور ایمان ناتمام، نامکمل لے کر گئے تو پھر کیا ہوگا؟ بس! ایمان مکمل لے جاؤ تاکہ اللہ خوش ہو جائے اور ایمان اس وقت مکمل ہوگا جب ایمانِ استدلالی، موروثی اور عقلی تبدیل ہو کر ایمانِ ذوقی، حالی اور وجدانی ہو جائے۔ ایمان میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اولیاء اللہ کا ایمان اسی لیے مؤثر ہوتا ہے۔ ایک ولی ہزاروں ولی ساز تیار کر کے جاتا ہے۔ ہزاروں اولیاء اللہ اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس کا ایمان ذوقی، حالی اور وجدانی ہوتا ہے۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْ اے ایمان والو! ایمان لاؤ یعنی تمہارا ایمان جو عقلی، استدلالی اور موروثی ہے اس کو ترقی دے کر بدل دو، ایمانِ ذوقی، وجدانی اور حالی سے، تو پھر تمہارا ایمان اس قابل ہو جائے گا کہ دوسروں کو دعوت دے گا بغیر زبان کے۔ زبان سے کچھ نہ کہو گے مگر تمہارا جسم دلالت کرے گا کہ اللہ کا یہ بندہ ایمانِ ذوقی، وجدانی، حالی لیے جا رہا ہے۔

مولوی تو بہت ہیں مگر جو مولوی کوشش کر کے، مجاہدہ کر کے، تقویٰ اختیار کر کے ایمانِ ذوقی، حالی اور وجدانی پیدا کر لیتا ہے اُنہی مولویوں سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے، ان کا ایمان دوسروں کے ایمان کا سبب بن جاتا ہے اور جو مردار خور ہیں کرگس صفت، مردہ پرست وہ نہ تو خود ایمانِ کامل لے گئے نہ دوسروں کو دے گئے۔ ایسے ہی مر گئے، نہ لے گئے، نہ دے گئے، دنیا سے ناکام گئے۔ یہ ناکام لوگ ہیں، نامراد لوگ ہیں۔ مر گئے مگر اللہ نہ ملا۔ کمال یہ ہے کہ اسی زندگی میں اللہ مل جائے، دل میں محسوس ہو جائے کہ اللہ میرے دل میں آ گیا ہے۔

باز آمد آبِ من در جوئے من
باز آمد شاہِ من در کوئے من

اور وہ اسی سے ہے کہ قلب و نظر کی حفاظت کرو۔ قلب و نظر کی حفاظت بہت

ضروری ہے، اس کے بغیر ایمان نامکمل رہتا ہے کیونکہ معشوق ایک ہو تو اسے دل دے دو، یہاں تو روزانہ ہزاروں شکلیں سامنے آتی رہتی ہیں اور ایک دل ہزاروں کو دینے میں سخت مشکل ہو جائے گی۔ ہماری پچھتر سال کی عمر ہے۔ اس عمر کے تجربہ کا نچوڑ یہی ہے کہ آج کا سلوک حفاظتِ نظر، حفاظتِ قلب پر منحصر ہے، باقی سب چیزیں بھی ضروری ہیں مگر ان سے ایمان میں تازگی نہیں آتی۔ حفاظتِ قلب اور حفاظتِ نظر سے ایمان بارونق ہو جاتا ہے اور یہی دو پرچے سب سے مشکل بھی ہیں۔

لوگ ازار کو ٹخنہ سے اوپر بھی کرلیں گے، ڈاڑھی بھی رکھ لیں گے مگر انہیں بھی حفاظتِ نظر اور حفاظتِ قلب کا پرچہ بہت مشکل لگتا ہے، اگر پرچہ مشکل ہے تو انعام بھی تو بہت بڑا ہے۔ بتائیے! دل بادشاہ ہے کہ نہیں تو حفاظتِ نظر میں دل کو تکلیف ہوتی ہے اور دل بادشاہ ہے، بادشاہ جب مزدور بنتا ہے تو اس کی مزدوری کتنی ہونی چاہیے؟ بس دل کو اللہ کا مزدور بنا دو، اس پر اللہ تعالیٰ نوازش فرمائیں گے۔ آنکھ آٹومیٹک سوئچ ہے، جب کوئی حسین شکل سامنے آئی اس کو بند کرلیا اور جب حسین لڑکے، لڑکیاں چلی گئیں تو اس کو کھول لیا۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

آج شام کو حضرت والا کی جوہانسبرگ واپسی تھی۔ مولانا نذیر لونت صاحب، ان کے احباب اور ان کا نومسلم ڈرائیور حضرت والا کی واپسی سے مغموم تھے۔ شام ۴ بجے موزمبیق ائیر پورٹ سے ہوائی جہاز روانہ ہوا اور ۵ بجے جوہانسبرگ ائیر پورٹ اُترا۔ یہاں سے حضرت والا اپنے میزبانِ دیرینہ

مفتی حسین بھیات صاحب کے ہمراہ ان کے مکان واقع لنیشیا روانہ ہوئے اور تقریباً ۴۰ منٹ میں لینیشیا پہنچ گئے۔

۲۴ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۶ رمئی ۲۰۰۲ء بروز دوشنبہ مجلس برمکان مفتی حسین بھیات صاحب بمقام لنیشیا

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جولوگ تم میں سے مُرتد ہوگئے ہیں تو ان کی پرواہ نہ کرو، ایمان عطا کرنا ہمارے اختیار میں ہے اور یہ لوگ اِرتداد کے وبال میں کیوں مبتلا ہوئے؟ اس لیے کہ نصاریٰ اور یہودیوں سے دوستی کرتے تھے، یہودیوں اور نصرانیوں سے دوستی کا الزام اپنے سر لے لیا اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ﴾

(سورۃ مائدۃ، آیت: ۵۱)

اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست مت بناؤ۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی دوستی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ اگر تم نے ان کو دوست بنایا تو یہ اِرتداد کا سبب ہوگا، یہود و نصاریٰ کی دوستی اِرتداد کا سبب بنے گی اور آخر میں فرمایا:

﴿مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ﴾

(سورۃ مائدۃ، آیت: ۵۴)

اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے دین سے پھر گیا تو اس کی پرواہ نہ کرو، میں مستغنی ہوں، میری صفت اَلصَّمَدُ ہے۔ اَلصَّمَدُ کی تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی ہے جس کو علامہ آلوسی نے نقل کیا ہے کہ اَلصَّمَدُ کے معنیٰ ہیں:

﴿اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ وَ الْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ﴾

صمد اسے کہتے ہیں جو سارے عالم سے مستغنی ہو اور سارا عالم اس کا محتاج ہو، تو جو لوگ مرتد ہو گئے ہیں ان کی فکر نہ کرو پھر مسلمانوں کی تسلی کے لیے فرمایا کہ **فَسَوْفَ یَاْتِی اللہُ بِقَوْمٍ** میں عنقریب ایک ایسی قوم پیدا کروں گا **یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ** جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر بالفاظِ دیگر یہ ہے:

﴿قَدَّمَ اللہُ تَعَالٰی مَحَبَّتَہٗ عَلٰی مَحَبَّۃِ عِبَادِہٖ
لِیَعْلَمُوْا اَنَّ مَحَبَّتَھُمْ بِفَیْضَانِ مَحَبَّۃِ رَبِّھِمْ﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو مقدم فرمایا ہے بندوں کی محبت پر تاکہ بندے جان لیں کہ اُن کو اللہ سے جو محبت ہے وہ اللہ ہی کی محبت کے فیضان کا عکس ہے۔ **یُحِبُّھُمْ** کی ضمیر اللہ کی طرف جارہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو قوم پیدا کریں گے اُس سے محبت کریں گے اور وہ لوگ بھی اللہ سے محبت کریں گے اور یہ سب ایک قوم ہوگی، ورنہ اللہ تعالیٰ اقوام نازل فرماتے، اللہ کے عاشقوں کی ایک قوم ہے، چاہے افریقی ہو، چاہے ہندوستانی ہو، چاہے پاکستانی ہو، چاہے بنگلہ دیشی ہو کہیں کا بھی ہو، یہ مت کہو کہ وہ فلاں قومیت کا ہے، اللہ کے عاشقوں کی قومیت ایک ہی ہے، الگ الگ نہیں ہے، وہ ایک ہی قوم کہلاتے ہیں۔

ابھی موزمبیق میں ایک شخص نیا مسلمان ہوا، میں نے اس کو سینے سے لگا لیا، اس کے نزدیک یہ بہت بڑی بات تھی، اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، میں نے اس کو ہدیے بھی خوب دیئے۔ ایک صاحب نے کہا کہ ہم لوگ یہاں

نومسلموں کو ہدیے نہیں دیتے، اس سے ان کی عادت خراب ہوجاتی ہے، اخلاص نہیں رہتا، اسلام لانے کے بعد لوگوں پر نظر رہتی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ اپنی فہم سے زیادہ نبوت کی فہم پر اعتماد کریں، آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ پر کیوں عمل کیا اور عرفات کے میدان میں نومسلموں کو بھیڑ بکریاں زیادہ کیوں دیں؟ معلوم ہوا کہ قوم کا رئیس، قوم کا سردار اگر ہدیہ دے تو عادت خراب نہیں ہوگی، ہاں صحابہ کرام اور عام لوگ دیتے تو اندیشہ بھی تھا، قوم کا سردار تو ایک ہی ہوتا ہے، اس کی عظمت کی وجہ سے اُس سے لالچ نہیں کیا جاتا۔ تو میں نے اس کو ایک بہت قیمتی نئی گھڑی دی، تقریباً آٹھ سو چالیس رین دیئے، کچھ لوگوں نے کپڑے دیئے اور اس کو لمبا کرتا اور گول ٹوپی پہنا کر صوفی بنا دیا۔ اگر نومسلموں کو ہدایا سے محروم رکھا جائے تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا اور استدلال کتنا عمدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے نومسلموں کو ہدیے ملے تھے، اگر یہ خطرناک بات ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی روک دیا جاتا کہ اے ہمارے رسول ایسا نہ کیجئے۔

يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ اللہ ان سے محبت کرتے ہیں اور یہ اللہ سے محبت کرتے ہیں، کیوں؟ اس لیے تاکہ صحابہ کو اس کا علم ہو جائے کہ اَنَّ مَحَبَّتَهُمْ بِفَيْضَانِ مَحَبَّةِ اللهِ صحابہ کو اللہ سے جو محبت ہے وہ اللہ کی محبت ہی کا فیضان ہے۔ یہاں ایک بات اور قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ قوم نازل فرمایا، اقوام نازل نہیں فرمایا ورنہ لازم آتا کہ اللہ کے عاشق ایرانی، افغانی، ہندوستانی وغیرہ ہر ملک کے لحاظ سے الگ الگ ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ سارے عالم کے مسلمان ایک قوم ہیں، اقوام نہیں ہیں۔ اس کے بعد فرمایا:

﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾

(سورۃ مائدۃ، آیت: ۵۴)

اصولاً تو یہاں لام آنا چاہیے تھا کیونکہ ذَلَّ یَذُلُّ کا صلہ لام آتا ہے، ذَلَّ زَیْدٌ لِفُلَانٍ، ذَلَّ زَیْدٌ نَفْسَهٗ سلِفُلَانٍ لیکن اللہ تعالیٰ نے علٰی کیوں نازل فرمایا؟ تاکہ معلوم ہو جائے کہ صحابہ جو مومنین کے سامنے تواضع اختیار کرتے ہیں تو ان کی یہ تواضع، یہ ذلت خصلتِ ذاتیہ نہیں ہے بلکہ فی نفسہٖ یہ بڑی عزت والے لوگ ہیں، یہ فطرتاً ذلیل نہیں ہیں، یہ گدا گر تواضع کند خوئے اوست نہیں ہیں اس لیے عَلٰی نازل فرمایا کہ یہ ہیں تو بڑے معزز لوگ مگر اللہ کے لیے اپنے نفس کو مٹائے ہوئے ہیں، اللہ کے لیے اپنے نفس کو ذلیل کیے ہوئے ہیں لیکن ان کی یہ تواضع صرف ایمان والوں کے ساتھ ہے، کافروں کے مقابلہ میں وہ سیر کے سوا سیر ہیں، کافروں کے ساتھ تواضع حرام ہے، کیا کافروں سے کوئی یہ کہے گا کہ ناچیز حقیر فقیر عبدالقدیر آپ سے لڑنے آیا ہے؟ کافروں سے ایسی تواضع حرام ہے، ان سے تو یہی کہو کہ اگر تم سیر ہو تو ہم سوا سیر ہیں۔ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ میں عَلٰی اسی لیے آیا ہے کہ صحابہ اپنی فطرت کے اعتبار سے ذلیل نہیں ہیں بلکہ بہت معزز لوگ ہیں مگر اللہ کے لیے اپنے کو مٹا دیا ہے اور اَعِزَّةٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ کافروں کے سامنے شدید ہیں، یہ عَلٰی بتاتا ہے کہ اگر وہ ذلیل ہوتے تو کافروں کے مقابلے میں بھی ذلیل ہوتے مگر صحابۂ کرام کافروں کے سامنے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ ہیں۔

آگے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ﴾

(سورۃ مائدۃ، آیت: ۵۴)

یہ اللہ کے راستہ میں مشقت اٹھاتے ہیں، یہ نہیں کہ مالِ غنیمت تو خوب شوق سے لے لیں اور جب کوئی مصیبت اور مشقت آئے تو بھاگ نکلیں، مصیبت کے وقت میں ہتھیار ڈال دیں، یہ وہ لوگ نہیں ہیں۔

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من
آں منم کاندر میانِ خاک وخوں بینی سرے

میں وہ نہیں ہوں کہ جنگ کے دن تم لوگ میری پشت دیکھو، میں تو وہ ہوں کہ میدانِ جنگ میں خاک اور خون کے درمیان میرا سر دیکھو گے۔ تو صحابہ نے خود اپنی شان نہیں بیان کی، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی شان بیان کی۔ معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہیں، جو نظر بچانے میں ہیجڑہ ہیں، سمجھ لو کہ انہوں نے چوڑیاں پہن رکھی ہیں، وہ میدانِ جہاد سے بھاگے ہوئے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی صریح نافرمانی کرتے ہیں وہ اپنے ایمان کا اندازہ کرلیں۔

تو یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ کے کیا معنیٰ ہوئے:

﴿یُجَاھِدُوْنَ فِیْ ابْتِغَآءِ مَرْضَاتِ اللہِ﴾

اللہ کی رضامندی کی تلاش میں دن رات ہر مشقت اُٹھانے کے لیے تیار رہتے ہیں، یہ نہیں کہ بدنظری کا موقع آیا تو اُلّو کی طرح سے دیکھ رہے ہیں، وہ ہر وقت سرگرمِ اطاعت رہتے ہیں۔ تو یُجَاھِدُوْنَ کی دوسری تفسیر ہے:

﴿یُجَاھِدُوْنَ فِیْ نُصْرَۃِ دِیْنِنَا﴾

نصرتِ دین میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور تیسری تفسیر ہے:

﴿فِیْ امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا﴾

اللہ کے امتثالِ حکم میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور چوتھی تفسیر ہے:

﴿فِی الْاِنْتِھَآءِ عَنْ مَّنَاھِیْنَا﴾

(تفسیر مظھری، ج:۷، ص:۲۱۶)

اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے اُمور سے بچنے میں شیر کی طرح ڈٹے رہتے ہیں۔

چنانچہ صحابہ کی بہادری کی مثال تاریخ میں ہے، جب وہ ملکِ شام گئے

تو وہاں کے عیسائیوں نے اپنی لڑکیوں کو خوب بنا سجا کے دورویہ کھڑا کردیا، آج کل کے لوگ ہوں تو منہ کالا کرلیں لیکن مسلمانوں کے سپہ سالار نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ آیت تلاوت کی قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایسا لگا جیسے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے، ہم لوگوں نے اپنی نگاہوں کو جھکالیا اور سر جھکائے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ ان لڑکیوں نے اپنے کافر ماں باپ سے کہا کہ وہ لوگ تو فرشتہ ہیں، انسان نہیں ہیں، انسان ہوتے تو ہم کو ضرور دیکھتے، لیکن جو اللہ کی حرام کردہ شکلوں کو دیکھ لیتا ہے وہ انسان تو کیا ہوتا شیطان ہوجاتا ہے، شیطان ہی اس طریقہ سے نافرمانی کرتا ہے، جو لوگ نافرمانی میں مبتلا ہیں وہ خوب اچھی طرح سن لیں کہ یہ شیطانی حرکت ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جن سے میں محبت رکھتا ہوں اور جو لوگ مجھ سے محبت رکھتے ہیں اُن کی ایک علامت اور ہے:

﴿وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾

(سورۃ مائدۃ، آیت: ۵۴)

وہ کسی کی ملامت کا خوف نہیں کرتے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لَوْمَةَ اسمِ جنس ہے اور معنیٰ میں واحد کے ہے لیکن اس کا مفہوم ہے لَا یَخَافُوْنَ مِنْ لَّوْمَاتِ اللَّائِمِیْنَ یعنی سارے عالم کی ملامتوں سے نہیں ڈرتے تو پھر یہ سوال کیا کہ جب لومات مراد ہے تو لومۃ کیوں نازل کیا؟ تاکہ ہمارے بندوں کی بہادری معلوم ہو کہ تمام دنیا کی ملامتیں ان کے نزدیک مثل لَوْمَةَ وَاحِدَةَ کے ہیں، محض ایک ملامت کے برابر ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ مرغابی کے لیے دنیا بھر کے طوفان ایک گھونٹ کے برابر ہیں۔

بمبئی میں، میں نے دیکھا کہ سمندر میں بیس فٹ کی لہر آئی تو مرغابی جو پانی پر بیٹھی تھی لہر کے ساتھ بیس فٹ اوپر چلی گئی اور جب لہر نیچے آئی تو جس

زاویئے سے وہ اوپر گئی تھی اُسی زاویئے سے نیچے اُتر گئی، ایک انچ، ایک اعشاریہ کا بھی فرق نہیں تھا۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

دعویٔ مرغابی کردہ ست جاں
کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں

اے دنیا والو! میری جان نے مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، بلاؤں کے طوفان سے ہم لوگ نہیں ڈرتے، قومِ صوفیاء اور اللہ کے عاشقوں کی قوم اللہ کی راہ کے مجاہدات سے جان نہیں چُراتی، اُن کی راہ کی مشقتیں برداشت کرتی ہے، لیکن اللہ کی راہ میں مجاہدات برداشت کرنے کی ہمت بھی اللہ ہی کی عطاء کردہ توفیق سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو ہماری عطاء سے یہ نعمتیں حاصل ہوجائیں تو وہ اپنے اوپر ناز نہ کرے، ذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل کے شکر گذار ہوجاؤ کیونکہ شکر جھکاتا ہے اور تکبر اکڑاتا ہے، تکبر بُعد کا سبب ہے اور تشکر قُرب کا سبب ہے، قرب کا سبب اور بُعد کا سبب دونوں جمع نہیں ہوسکتے، اجتماعِ ضدین محال ہے۔

جنوبی افریقہ کے ایک صاحب جو بہت بڑے عالم ہیں اور میرے خلیفہ بھی ہیں انہوں نے فون پر مجھ سے کہا کہ مجھے تکبر کا اندیشہ ہے کیونکہ بڑے بڑے لوگ مجھ سے مرید ہو رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ جب کبھی کوئی نعمت ملے تو اللہ کا شکر ادا کیا کرو، اللہ کا شکر ادا کرنے سے تکبر قریب نہیں آسکتا کیونکہ تکبر سببِ بُعد ہے اور تشکر سببِ قرب ہے اور سببِ بُعد اور سببِ قرب میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے، یہ میرا ٹیلی فونک خطاب ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ چیزیں فضل سے ملتی ہیں جب تک اللہ کا فضل نہ ہو اعمالِ صالحہ کی اور تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، کتنا ہی بڑا بہادر پہلوان ہو خدا کی توفیق کے بغیر چوڑیاں پہننے والے ہیجڑہ سے بدتر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

فضل، اللہ تعالیٰ کی رحمت، اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تین چیزیں ہدایت کے لیے ضروری ہیں۔ نبی سے بڑھ کر کون مربی اور پیر ہوسکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ صحابہ کرام سے فرماتے ہیں کہ اے اصحابِ محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَازَکٰی مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل، اللہ تعالیٰ کی رحمت، اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہو تم میں سے کوئی بھی پاک نہیں ہوسکتا، اس لیے رسول کو خدا نہ بناؤ، ذریعۂ ہدایت سمجھو کہ وہ ہدایت کا سبب ہیں مگر رسول بھی محتاج ہوتا ہے مسبب کا، اختیار سب کا سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اللہ نے جس کو چاہا اس کو ہدایت مل گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے چاہا ان کو ہدایت مل گئی، ابو طالب کے لیے نہیں چاہا تو نہیں ملی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کان میں کہا کہ چچا! اگر سب کے سامنے ایمان لانے میں آپ کو شرم معلوم ہوتی ہے تو میرے کان میں کلمہ پڑھ دیجیے، میں قیامت کے دن آپ کے ایمان کی گواہی دوں گا تو ابو طالب نے کہا اِخْتَرْتُ النَّارَ عَلَی الْعَارِ میں جہنم کو ترجیح دیتا ہوں اس بدنامی پر کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے بھتیجے پر ایمان لایا حالانکہ ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت بہت تھی لیکن معلوم ہوا کہ محبت بھی کافی نہیں ہے، محبت بھی جب مفید ہے جب اللہ کے لیے ہو، ابو طالب کو محبت نسب کی وجہ سے تھی اللہ کے لیے نہ تھی اس لیے بعض اوقات محبت بھی حجاب بن جاتی ہے، محبت کرنے والا دھوکہ میں آجاتا ہے کہ مثلاً ہم تو اللہ والوں سے بڑی محبت کرتے ہیں، ان کی بڑی خدمت کرتے ہیں۔ بعض لوگ جو گناہ کے عادی ہوتے ہیں تو جس دن انہوں نے شیخ کے پیر دبائے تو شیطان نے سمجھایا کہ بس آج تو فضل ہی فضل ہے، تم نے شیخ کی خدمت کی ہے، اپنے نفس کی باگ ڈھیلی کردی اور اسی دن منہ کالا کرلیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے توحید کا جھنڈا

بلند کردیا کہ سب کچھ ہمارے اختیار میں ہے، نبی کا دروازہ پکڑو، ہدایت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازہ ہی سے ملے گی مگر میرے حکم کے بغیر نہیں ملے گی، دروازۂ نبوت کا ادب کرو، توقیر کرو، مگر ادب وغیرہ بھی سب ہماری رحمت، ہمارے فضل اور ہماری مشیت پر موقوف ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ کیا مطلب؟ پاک وہی ہوگا، تزکیۂ نفس اُسی کا ہوگا جس کے متعلق میں چاہوں گا، پس مجھ ہی سے مانگو، عطاء کرنے والی ذات میری ہی ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ کسی چیز پر نہ اکڑو نہ ناز کرو، ہمیشہ مٹے رہو۔

نہد شاخِ پُر میوہ بر سرِ زمیں

جس شاخ میں میوہ اور پھل آجاتا ہے وہ زمین پر بچھ جاتی ہے، تواضع کی یہ علامت بتاتی ہے کہ اللہ کے ہاں سے کچھ پا گیا ہے، اللہ کے ہاں سے دولتِ قُرب اس کو حاصل ہوگئی ہے، اس کے اندر کچھ ہے جبھی جھکا جھکا چل رہا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اللہ کا فضل وسیع تر ہے، تھوڑا سا فضل نہیں ہے۔ پس اے میرے بندو! مایوس نہ ہونا کہ تھوڑا سا فضل ہے، ختم ہوجائے گا تو ہم کو کیا ملے گا، نہیں! میرا فضل بہت وسیع ہے، میری کوئی صفت محدود نہیں تو قلیل کیسے ہوسکتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ ہمارے فضل سے مایوس نہ ہو وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اس کی تفسیر علامہ آلوسی نے کی ہے:

﴿اَیْ عَلِیْمٌ بِاَهْلِهٖ وَ مَحَلِّهٖ﴾

یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کون ہمارے فضل کے قابل ہے، ظاہری قابلیت اور چیز ہے اور اللہ کے دربار میں مقبولیت اور چیز ہے، قابل ہونا اور چیز ہے اور مقبول ہونا اور چیز ہے، بعضے بندے بہت قابل ہیں مگر مقبول نہیں ہیں، بعضے بندے بہت مقبول ہیں مگر قابل نہیں ہیں اور بعضوں کو اللہ دونوں نعمتیں دے دیتے ہیں، وہ قابل بھی ہیں اور مقبول بھی ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ فالج کی اس بیماری میں بھی میرا حافظہ ماشاء اللہ بالکل درست ہے ورنہ میں نے کانپور میں ایک حکیم صاحب کو دیکھا جن کی عیادت کے لیے میں اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گیا تھا، ان کو فالج ہو گیا تھا، وہ حافظِ قرآن تھے مگر قُلْ ھُوَ اللّٰہُ بھی یاد نہ رہی تھی، یہ بڑا خطرناک مرض ہے، حافظہ پر بہت برا اثر پڑتا ہے اسی لیے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ تشکر میں اللہ تعالیٰ بندے کے سامنے ہوتے ہیں اور تکبر میں نظر اللہ سے ہٹ جاتی ہے، اپنی صفت پر ہوتی ہے، تشکر میں اللہ سامنے ہوتا ہے کہ اے اللہ! یہ آپ کا احسان، آپ کا کرم، آپ کا فضل ہے اور تکبر میں اللہ یاد ہی نہیں رہتا، متکبر کہتا ہے کہ بس میرے سوا کوئی نہیں ہے، ہم ہی ہم ہیں تو یہ ہے وجہ تشکر کے ساتھ تکبر کے جمع نہ ہونے کی کہ تشکر میں غفلت سے حفاظت رہتی ہے، تشکر والا کبھی اللہ سے غافل نہیں ہو سکتا، ہر وقت اللہ کو سامنے رکھتا ہے کہ سب آپ ہی کا کرم ہے، ہم کچھ بھی نہیں ہیں اور تکبر والا کہتا ہے کہ ہم ہی سب کچھ ہیں، اس لیے تشکر اور تکبر جمع نہیں ہو سکتے، دونوں میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدین محال ہے۔ تکبر سے بچنے کے لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ تکبر سے محفوظ رہے وہ روزانہ دو جملے اللہ تعالیٰ سے عرض کر دے کہ یا اللہ میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور تمام جانوروں سے اور کافروں سے کمتر ہوں فی المآل یعنی معلوم نہیں میرا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے یا نہیں، بس یہ دو جملے یاد رکھیے۔ تکبر سے نجات کا دادا پیر نے نسخہ بتا دیا ہے، اس سے ان شاء اللہ تکبر پاس نہیں آئے گا۔ کیونکہ جب بندہ یہ کہے گا کہ یا اللہ میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال یعنی موجودہ حالت میں کمتر ہوں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اگر ہمارے اندر کوئی خوبی ہے تو دوسرے بندہ میں دوسری خوبی

ہوسکتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ ہم سے زیادہ اللہ کے نزدیک ہو اور کافر اور جانور مجھ سے بہتر ہیں فی المآل یعنی اپنے انجام کے اعتبار سے، معلوم نہیں ہمارا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں ہوگا، بعضے بندے ایسے ہیں کہ زندگی بھر نیکیاں کرتے رہے لیکن آخر میں کوئی ایسا گناہ کر گئے کہ خاتمہ خراب ہوگیا۔ صحابہ کرام کے زمانہ میں بھی ایسا ایک واقعہ پیش آیا تھا۔ ایک آدمی بڑی بہادری سے جنگ لڑ رہا تھا، کافروں کو خوب قتل کر رہا تھا، لوگوں نے کہا کہ بھئی! یہ تو بڑا بہادر ہے لیکن اسے ایک زخم لگا جس کی تاب نہ لاسکا اور مارے تکلیف کے آخر وقت میں خودکشی کر لی۔

۲۵ رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۶ رمئی ۲۰۰۲ء

مجلس بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب بمقام لینیشیا بعد نمازِ مغرب

منکر اور معروف کے معانی

ارشاد فرمایا کہ منکر کے معنیٰ ہیں اجنبی یعنی جس سے جان پہچان نہ ہو اور اجنبی آدمی پر اعتماد نہیں ہوتا۔ گناہ کو منکر اسی لیے کہا گیا ہے کہ ہر گناہ طبیعت کے لیے اجنبی ہے، فطرت اس سے مانوس نہیں، اس لیے منکر سے تو طبعی طور پر نفرت ہونی چاہیے اور طبعی طور پر نفرت ہوتی بھی ہے لیکن ہم نے بار بار گناہ کر کے طبیعت کو اس کا عادی بنا دیا ہے جیسے تمباکو کھانے سے قے اور چکر آتے ہیں لیکن عادت ڈالنے کے بعد پھر طبیعت اس کی عادی ہو جاتی ہے۔

اس کے برعکس معروف کے معنیٰ ہیں جس سے جان پہچان ہو اس لیے نیک کاموں کو معروف کہا گیا ہے کیونکہ طبیعت کو ان سے پرانی جان پہچان ہے، اس لیے نیک کام کر کے کسی کو پریشانی اور گھبراہٹ نہیں ہوتی کیونکہ وہ طبیعت کے لیے معروف ہے اور منکر سے جان پہچان نہیں اس لیے جب کوئی پہلی بار گناہ کرتا ہے تو پسینہ آجاتا ہے۔

نہ ہم آئے، نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

لیکن منکر کرتے کرتے وہ طبیعت کو مانوس ہو جاتا ہے۔ جب عادت بگڑ جاتی ہے تو بغیر تمبا کو کھائے چین نہیں ملتا اور جو تمبا کو نہیں کھاتے وہ اگر کھالیں تو پسینہ آجائے، بے ہوش ہو جائیں، لیکن اگر تمبا کو کی تھوڑی عادت پڑ جائے تو چار چھ مہینے کے بعد اگر تمبا کو نہ ملے تو اس کو تلاش کرتا ہے، سید صاحب، شیخ صاحب، خان صاحب غرض بہت ہی معزز لوگ بھی بھنگی سے حقہ مانگ لیتے ہیں کہ بھئی اپنے چلم سے ذرا ایک کش ہمیں کھینچ لینے دو، جس حقہ میں وہ بھنگی پی رہا ہے اسی حقہ میں سے حصہ مانگ لیتے ہیں کیونکہ یہ حقہ کے عادی ہیں۔ اسی طرح نفس بھی بدمعاش ہے، جب یہ گناہ کا عادی ہو جاتا ہے پھر اگر اس کو گناہ نہ ملے تو تلاش کرتا ہے، یہی حسینوں سے پٹواتا ہے، معشوقوں سے گالی کھلواتا ہے، ساری شرافت ختم ہو جاتی ہے جب معشوق انہیں گالیاں دیتا ہے اور بعض خبیث الطبع لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی گالیاں کھا کر کہتے ہیں کہ آپ کی گالی تو مٹھائی ہے لیکن یہی معشوق جب بڈھا ہو جاتا ہے تو اس سے کتراتے ہیں، اس کی ملاقات سے گھبراتے ہیں پھر خود کو ہزار گالیاں دیتا ہے کہ تو نے شیطانی کی مگر جب بدمعاشی کر رہا تھا اس وقت اس شیطان کو اپنی شیطانیت کا بھی احساس نہیں تھا، اصلی بے وقوف وہ ہے جو اپنے کو بے وقوف نہ سمجھتا ہو حالانکہ وہ ہوتا بے وقوف ہے لیکن خود کو عقلمند سمجھتا ہے، اسی طرح اصلی شیطان وہ ہے جس کو اپنی شیطانیت پر ندامت نہ ہو۔

امر بالمعروف آسان ہے، نہی عن المنکر مشکل کام ہے، لیکن مولانا رومی فرماتے ہیں۔

دعوی مرغابی کردہ ست جاں
کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں

میری جان نے مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، میں اللہ کے دریائے معرفت میں مرغابی کی طرح ہوں، میں طوفان اور بلاؤں سے آہ وفغاں نہیں کرتا۔ بعض لوگ تعجب کرتے ہیں کہ بھئی یہ کیسے ہیں کہ بدنگاہی نہیں کرتے، ہر طرف عورتیں ہیں، ائیر ہوسٹسیں ہیں لیکن ان کی جان نے مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ طوفانِ بلا سے نہیں ڈرتے۔ انہوں نے ایک مدت مجاہدہ کیا ہے تب احکامِ شریعت ان کا مزاجِ ثانی بن گئے ہیں، وہ اللہ کے قرب کے دریا میں رہتے ہیں۔ نہی عن المنکر یعنی گناہ چھوڑنے کا مزہ الگ ہے اور امر بالمعروف یعنی نیک کام کرنے کا مزہ الگ ہے تو ایک مزہ لینے سے کام نہیں چلتا، خالی معروف پر عمل کرنے سے خدا نہیں ملتا جب تک نہی عن المنکر بھی نہ کرے، یہ کیا کہ نفل پر نفل پڑھے جارہے ہو اور بدنگاہی سے نہیں بچتے ہو، اللہ کے غضب سے نہیں بچتے ہو اور عبادت پر عبادت کیے جارہے ہو، نفل چاہے کم کردو مگر اس کی جگہ گناہوں سے بچنے میں محنت کرو، دل پر غم برداشت کرو، جب عورتیں سامنے آجائیں تو وہی وقت ہے ایمان کے امتحان کا، پرچہ اسی وقت حل ہوتا ہے، جب عورت سامنے آجائے تو نظر نیچی کرلو، جیسے کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

ایک نگاہ بچا کر دیکھو، اگر زندگی میں ہزار زندگی نہ معلوم ہو تو کہو کہ اختر کیا کہہ رہا تھا، نگاہ بچاؤ گے تو حلاوتِ ایمان پا جاؤ گے۔ حدیثِ پاک میں وعدہ ہے یَجِدُ فِیْ قَلْبِہٖ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بصارت کی مٹھاس کو اللہ پر قربان کردو، تم بصیرت کی مٹھاس پا جاؤ گے اور بدنگاہی میں مصیبت ہی مصیبت ہے، بدنگاہی میں جوتے بھی پڑتے ہیں جس کو دیکھتے ہو وہ بھی کہتی ہے کہ میری طرف کیوں دیکھتے ہو، نظر باز کہتا ہے کہ

ہم تمہاری طرف نہیں دیکھ رہے ہیں اور پھر بھی دیکھتا ہے تو وہ سینڈل برسا دیتی ہے، ایسے ہی لڑکوں سے گالیاں کھاتے ہیں لوگ، گو کے مقام میں گھسنے کے لیے بے چین ہیں۔ آہ! سید صاحب، شیخ صاحب جیسے عالی مقام ذلیل وخوار ہوجاتے ہیں۔

میں بدفعلی سے بچنے کے لیے ایک مراقبہ بتاتا ہوں کہ تصور کرو کہ بچہ کی پیدائش کے بعد گندا خون نکل رہا ہے، اس کو نرسیں بالٹی بھر بھر کے پھینک رہی ہیں اور ایک انچ کا قطر ایک فٹ کے برابر ہوگیا، جب بچہ نکلتا ہے تو کیسے نکلتا ہے؟ اس وقت میں اگر اس عورت کے ساتھ صحبت کرنا چاہو تو کیا ہوگا؟ کنویں میں چڑیا گر جائے گی، کر ہی نہیں سکتے، مفت کیا اگر ایک لاکھ روپیہ بھی کوئی دے کہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرلو تو نہیں کر سکتے، ایسی گندی چیز کے لیے اپنے اللہ کو ناراض کرنا کیا حماقت ہے۔ اسی طرح پائخانہ کے مقام میں گھسنا اور بھی ذلیل اور خبیث کام ہے۔ عورت نکاح کے بعد حلال ہوسکتی ہے لیکن مرد تو کسی وقت حلال نہیں ہوسکتا، وہ معشوق بھی گالیاں دیتا ہے، چاہے اس وقت نہ دے، لیکن جب عمر زیادہ ہوجائے گی تو بدفعلی کرنے والے کے ساتھ کبھی نہیں ملتا اور اگر اس کو دیکھتا بھی ہے تو ماں کی گالی دیتا ہے کہ اس کمبخت نے مجھ کو ذلیل کیا، اس پر ہزار لعنت بھیجتا ہے، کیا بتاؤں، گناہ میں نقصان کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں ہے، کوئی ایک فائدہ بھی ثابت نہیں کرسکتا مگر افسوس ہے اُن لوگوں پر جو انجام بینی سے محروم ہیں۔ جب شہوت کا بھوت سوار ہوتا ہے تو وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ لڑکے ہمیشہ لڑکے تھوڑی رہتے ہیں، وہ شیخ الحدیث بھی بنتے ہیں، ڈاکٹر بھی بنتے ہیں، تھانہ دار بھی بنتے ہیں۔

اس کے متعلق ایک فیچر سنئے، بہت ہی دلچسپ ہے، ایک آدمی پیٹا گیا تو رَپَٹ لکھوانے تھانہ میں گیا۔ اس نے جو تھانہ دار صاحب کو دیکھا تو اس کے

پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی کیونکہ تھانہ دار صاحب بچپن میں اس کے مفعول رہ چکے تھے۔ اسے دیکھتے ہی تھانہ دار صاحب نے پولیس والوں سے کہا کہ پکڑ و اس نالائق کو، اس نے بچپن میں ہم کو ذلیل کیا تھا تو پولیس نے پکڑ کر خوب پٹائی کی۔ وہاں سے مار کھا کے بھاگے اور زکوٰۃ کمیٹی کے چیئر مین کے پاس گئے تو وہ بھی ان کا مفعول نکلا۔ اس نے دیکھتے ہی مجسٹریٹ کو فون کیا کہ ایک بدمعاش آیا ہے، مجسٹریٹ نے پکڑوا کر جیل بھجوادیا۔ وہاں سے چھوٹے تو سوچا چلو ایس پی سے فریاد رسی کریں تو ایس پی بھی ان کا مفعول نکلا۔ اس نے لات اور گھونسوں سے خوب تواضع کی، غرض ان کو وطن چھوڑ کے بھاگنا پڑا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اگر ذلت سے بچنا چاہتے ہو تو خانقاہوں میں کچھ وقت لگا کر اللہ کا نام لینا سیکھ لو، اللہ کے نام کے صدقہ اپنی حرام آرزوؤں کا خون کرنا سیکھ لو، نفس کی اصلاح کرالو تو پھر کیا ملے گا؟ اسی کو شاعر کہتا ہے ؎

میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلی دلِ تباہ میں ہے

دل کی آرزو کا خون کردو، دل تباہ ہو جائے بس اللہ مل جائے گا، جو حسین صورتیں ہیں اگر ہم ان سے نظر بچالیں تو یہی ہم کو واصل باِللہ کرتی ہیں، یہ حسین ایسے ہی تھوڑی پیدا کیے ہیں، یہ ہماری تکمیل کے لیے ہیں، ان سے نظر بچاؤ، حلوۂ ایمانی کھاؤ، اس لیے ان حسینوں کا وجود ضروری ہے، مگر ان کی طرف التفات نہ کرو، یہ مولوی کو مولانا بنانے والی ہیں، مولائے روم بنانے والی ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ ان سے نظر بچاؤ، چاہے جان نکل جائے، مگر جان نہیں نکلے گی بلکہ سینکڑوں جانیں عطا ہوں گی ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
اُنچہ در وہمت نیاید آں دہد

آدھی جان لے کر وہ سو جان دے دیتے ہیں، جو رحمت اللہ دیتا ہے وہ وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی، نظر کی حفاظت سے دل میں رحمت کی بارش کرتا ہے، اسی کا نام حلوۂ ایمانی ہے، یَجِدُ فِیْ قَلْبِہٖ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ نظر بچانے والا اپنے دل میں پا جائے گا یعنی وہ واجد ہوگا اور اللہ اس کے دل میں موجود ہوگا، یہ تصورات نہیں ہیں وحی الٰہی ہے جو غلط نہیں ہوسکتی۔ نظر بچانے والا دل میں حلاوتِ ایمانی کا واجد ہوتا ہے اور حلاوتِ ایمانی اس کے دل میں موجود ہوتی ہے یعنی یہ اللہ کا واجد ہوتا ہے اور اللہ اس کے دل میں موجود ہوتا ہے۔

اور جو شخص اللہ کا نام لیتا ہے اور نگاہوں کی حفاظت بھی کرتا ہے لیکن کبھی کبھی پھسل جاتا ہے اور نگاہ خراب کر لیتا ہے تو گناہوں کے ساتھ اللہ کے نام کا مزہ ایسا ہے جیسے خاک آلود پانی۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

جب گناہوں کے ظلمات کی ملاوٹ کے ساتھ اللہ کے ذکر کے گھونٹ میں مزہ آتا ہے تو جس دن بغیر ملاوٹ والا صاف ستھرا گھونٹ پیو گے تو تمہارا کیا حال ہوگا، میں نہیں کہہ سکتا کہ صاف پانی پینے کے بعد تمہاری کیا حالت ہوگی یعنی جس دن گناہوں سے مکمل اجتناب کی توفیق ہوگی تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کے نام میں پھر کتنا مزہ آئے گا۔ جن لوگوں کے پلہ کچھ نہیں پڑا وہ چُھپ چُھپ کے گناہ کرتے ہیں، بدنگاہی کرتے ہیں، ان کو خاک آمیز جرعہ بھی نصیب نہیں ہے۔

بس جتنی آپ کی قربانی اتنی اللہ تعالیٰ کی مہربانی، اگر آپ نے دل پر غم جھیل لیا، غم سے دل پارہ پارہ ہوگیا، حسینوں سے نظر بچانے سے دل غمگین ہوگیا مگر آپ نے اس غم کو برداشت کر لیا تو پھر مہربانی بھی بقدرِ قربانی ہوگی ان شاء اللہ۔ دیکھیے! سلطان ابراہیم ابنِ ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی قربانی دی،

اللہ کے عشق و محبت میں سلطنت چھوڑ دی مگر پھر ان کو کیا ملا؟ وہ چیز ملی جو ہم اور آپ جانتے نہیں۔

جن افعال پر لعنت آئی ہے ان میں سے ایک مردوں کی مردوں کے ساتھ بدفعلی بھی ہے، لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ اللہ لعنت فرمائے جو قومِ لوط کا عمل کرے تو جس فعل پر لعنت آئی ہے اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ اللہ ہماری جانوں کو، ہمارے قلب کو، اپنی رحمت سے، اپنے فضل سے اور اپنی مشیت سے جذب کرلے جذب کے لیے آپ کی رحمت، آپ کا فضل، آپ کی مشیت ضروری ہے اور جس کو آپ جذب کرلیں پھر اس کو کوئی جذب نہیں کرسکتا، بس اپنی رحمت سے، اپنے فضل سے اور اپنی مشیت سے ہم لوگوں کو جذب کرلیجئے، ہماری دنیا وآخرت دونوں بنا دیجئے، حسنِ خاتمہ بھی نصیب فرما دیجئے، سوء قضاء کو حسنِ قضا سے تبدیل فرما دیجئے، خاتمہ ایمان پر مقدر فرما دیجئے، دنیا وآخرت کی رسوائیوں سے محفوظ فرمایئے اور دنیا میں فلاح وصلاح اور عزت نصیب فرمایئے، آمین۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

۲۵ ؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۷؍ مئی ۲۰۰۲ء بروز منگل

برمکان مفتی حسین بھیات صاحب بمقام لینیشیا

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؁

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؁

تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ؁

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً وَھُوَالْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ o

ہدایت کے اسباب میں سب سے قوی تر قرآن ہے، اللہ کا کلام ہے، وہ ہدایت ہی کے لیے نازل کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تَبَارَکَ الَّذِیْ بہت برکت والی ہے وہ ذات بِیَدِہِ الْمُلْکُ جس کے ہاتھ میں، جس کے تحت القدرت سارا جہاں ہے، ملک سے مراد سارا جہاں ہے، ہر ماسویٰ اللہ اللہ کا ملک ہے، ان کی برکت کا یہ حال ہے کہ جو اُن کا نام لے لے، اس کے منہ میں بھی برکت ڈال دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ جب مریض پر دم کرتا ہے تو وہ شفا پا جاتا ہے، تو اسی کے قبضہ میں سارا جہان ہے بِیَدِہِ الْمُلْکُ ید کے معنی قدرت کے ہیں، اس کی قدرت میں سارا جہاں ہے، جس کو چاہے فقیر بنا دیں، جس کو چاہیں بادشاہ بنا دیں۔ رات کو بادشاہ سویا دن کو بھیک مانگنے لگا اور رات کو بھک منگا سویا دن کو اُٹھا تو بادشاہ بن گیا۔

حضرت نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی رات کو فقیر سویا، اس کی سات پشت بھک منگی تھی۔ جب وہاں کا بادشاہ مرگیا تو وہاں کی اسمبلی نے تجویز کیا کہ جو سب سے پہلے شاہی محل کے دروازہ پر آئے گا، اسی کو بادشاہ بنالیں گے۔ اللہ کی شان کہ وہی بھک منگا آیا اور اس نے کہا کہ اللہ کے نام پر دو روٹی دے دو۔ بس پولیس والوں نے پکڑ لیا، وہ سمجھا کوئی بلا آ رہی ہے، کسی جرم میں پکڑا گیا ہوں، لیکن جب اس کو نہلا دھلا کے شاہی لباس پہنا کے بادشاہ بنا دیا گیا تو اس کے بعد جب اس نے شاہی فیصلے کیے تو بالکل ٹھیک فیصلے کیے، جیسے کہ پرانا بادشاہ ہو، اس کی سات پشتیں سلطنت کرتی آ رہی ہوں۔ وزیروں نے پوچھا کہ سرکار! اگر جاں بخش دی جائے تو میں ایک سوال کرلوں؟ کہنے لگا ہاں ہاں سوال کرو۔ اس نے کہا کہ سات پشتیں آپ کی بِھک منگی تھیں، آپ

نے کبھی بادشاہوں کو بھی نہیں دیکھا مگر آپ نے سارے شاہی فیصلے بالکل درست کیے ہیں، آپ کو یہ سب کس نے سِکھا دیا؟ اس نے جواب دیا کہ جس نے ایک بھِک منگے کو بادشاہت دی ہے، وہ آدابِ سلطنت سِکھانے پر بھی قادر ہے، جس نے ایک بھِک منگے کو سلطنت دی وہ آدابِ سلطنت نہیں سکھا سکتا؟

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَئِیٍ قَدِیُرٌ وہ اتنا بڑا قادرِ مطلق ہے کہ اپنے ملک کی حکومت چلانے کے لیے انسان کو باپ کی منی اور ماں کے حیض سے پیدا کر کے اور پھر بالغ کر کے آدابِ سلطنت سکھا کر بادشاہ بنا دیتا ہے وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَئِیٍ قَدِیُرٌ کی تفسیر ہے کہ اللہ اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ ناپاک منی اور حیض سے نو مہینے میں انسان کو پیدا کرتا ہے اور اگر علمِ الٰہی کے مطابق اُس کو بادشاہت ملنے والی ہے تو بادشاہوں کی غذا اس کے ماں باپ کے ذریعہ اُس تک پہنچاتا ہے، پھر بادشاہت کرنے کا سلیقہ بھی عطا فرماتا ہے وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَئِیٍ قَدِیُرٌ اَلَّذِیُ خَلَقَ الْمُوْتَ وَالْحَیٰوۃَ وہ ذات جو موت کو پیدا کرتی ہے اور زندگی کو بھی، آپ لوگ یہ بتلائیے کہ پہلے موت آتی ہے یا اللہ پہلے زندگی دیتا ہے؟ تو پھر اللہ تعالیٰ نے موت کو کیوں مقدم کیا خَلَقَ الْمُوْتَ وَالْحَیٰوۃَ حیات کو بعد میں بیان فرمایا، موت کو پہلے فرمایا، کیوں؟ اس میں یہ راز ہے کہ جو زندگی اپنی موت کو یاد رکھے گی وہ زندگی حقیقتاً زندگی ہوگی اور جو موت کو بھول جائے گی اور زندگی ہی پر نظر ہوگی وہ ہر قسم کی خبیث حرکت کرنے کے لیے تیار ہوگا، کیونکہ اس کا مقصد محض زندگی کا لطف اُڑانا ہے اور جو زندگی اپنی موت کو یاد رکھے گی وہ سمجھے گی کہ ہم کو اللہ کو حساب دینا ہے، اس لیے وہ ہر فعل کو سوچ سمجھ کر کرے گی، جانور کی طرح زندگی نہیں گذارے گی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ جو موت کو ہر وقت یاد رکھے گا وہ کبھی بے اصولی نہیں کرے گا، جو ظالم موت کو بھول جاتا ہے اُسی ظالم سے ظالمانہ افعال صادر

ہوتے ہیں، موت کو یاد کر کے کوئی شخص گناہ کیسے کر سکتا ہے؟ اِسی لیے فرمایا ہے کہ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ موت سے پہلے ڈرایا، اگر چہ موت بعد میں آتی ہے، زندگی پہلے ملتی ہے، مگر موت کا پہلے تذکرہ کیا۔ اگر تم لوگ اپنی زندگی چاہتے ہو تو موت کو ہر وقت یاد رکھو، تب تم کو صحیح معنوں میں زندگی مل جائے گی خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ اور انسان کو پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے؟ کیوں پیدا کیا تم کو؟ تاکہ تم لطف اڑاؤ، عیش کرو، جو جی میں آئے جو خواہش پیدا ہو اس پر عمل کرو؟ نہیں، تمہیں پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً اللہ نے تم کو اس لیے پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم آزمائش پر پورے اُترتے ہو یا نہیں، آزمائش کے قابل ہو یا نہیں۔

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تین تفسیر کی ہے اور وہ تفسیر بھی بحوالہ حدیث پیش کی ہے لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً تاکہ آزمائے تم کو کہ اَیُّکُمْ اَتَمُّ عَقْلاً وَّ فَهْمًا یہ پہلی تفسیر ہے کہ تم میں سے کون گدھا ہے اور کون عقلمند ہے، کون گدھے کی طرح، سانڈ کی طرح زندگی گذارتا ہے جیسے سانڈ اور گدھا ہوتا ہے کہ اُس کو جوتے پڑیں چاہے لات پڑے، مگر اُس کو عقل نہیں آتی ہے، وہی حال اس انسان کا ہے جو اپنی من مانی زندگی گذارتا ہے اور خوش نصیب لوگ اللہ کے حکم کو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس بات سے راضی ہے اَیُّکُمْ اَتَمُّ عَقْلاً وَّ فَهْمًا تم میں سے کون عقلمند ہیں، کیونکہ نافرمانی خود بے وقوفی اور بے عقلی ہے، اتنی بڑی طاقت والی ذات سے ٹکر لینا اور نہ ڈرنا علامت ہے کہ انتہائی احمق ہے، انتہائی گدھا، کمینہ، بے ہودہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سامنے رکھتے ہوئے گناہ کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تو پہلی تفسیر کیا ہے اَیُّکُمْ اَتَمُّ عَقْلاً وَّ فَهْمًا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عقلِ کامل رکھتا ہے، فہمِ کامل رکھتا ہے کیونکہ عقل کی بین الاقوامی تعریف

ہے، جو انجام پر نظر رکھے، جس کی نظر انجام پر ہو، یہ کیا کہ بدمعاشی کر کے حرام مزہ اُڑایا اور سزا میں سر پر جوتے پڑ رہے ہیں تو کیا جوتا کھانے والا عقلمند ہے؟ دوسری تفسیر سنیے! اَیُّکُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰہِ کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے کون زیادہ بچتا ہے۔ اب جس شخص میں حرام وحلال کی تمیز نہ ہو تو وہ گدھا ہے، انسان کہلانے کے قابل نہیں ہے، یعنی تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون ہے جو حرام سے زیادہ احتیاط کرتا ہے اور تیسری تفسیر ہے اَیُّکُمْ اَسْرَعُ اِلٰی طَاعَةِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ تم میں سے کون ہے جو تیز رفتاری کے ساتھ بڑھے اور اللہ کے ہر حکم کے سامنے لبیک کہہ دے، اے اللہ میں حاضر ہوں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ، اَیُّکُمْ اَسْرَعُ اِلٰی طَاعَةِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ تم میں سے کون تیز ہے جو میرے احکام کے سامنے لبیک کہے اور سرِ تسلیم خم کر دے۔

وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ عزیز قدرت کو ظاہر کرتا ہے، عزیز کہتے ہیں اس قدرت کو کہ جب انتقام لے تو لَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ فِیْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ اس کے استعمالِ قدرت میں کوئی چیز رکاوٹ نہ ڈالے، پورے عالم میں جو چاہے سو کرے، اتنی بڑی قدرت ہے کہ وَلَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ فِیْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ، عزیز کی تعریف مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ جیسے محمد علی کلے نے کسی کو مکا مارنے کی کوشش کی، اب سب لوگ ڈر گئے کہ یہ محمد علی کلے ہے، اس سے کون لڑے، مگر دس پہلوانوں نے ہمت کی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ مجبور ہو گیا، مگر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ پکڑنے کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا، وہ جو چاہے سزا دے، اسی لیے عزیز کو مقدم فرمایا کہ اے میرے بندو! تم سمجھ لو کہ تم کو معافی کس ذات سے مل رہی ہے، بہت بڑی قدرت والی ذات ہے اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَ لَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ فِیْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ وہ ہر چیز پر قادر ہے، تم کو سور اور کتا بنا سکتا ہے اور

کوئی چیز اس کے انتقام میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتی، ایسی بڑی طاقت والی ذات کا مقابلہ کرنا، نافرمانی پر قدم اُٹھانا، حماقت اور گدھا پن نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا بیوقوفوں کا کام ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ میں عزیز کو اسی لیے مقدم کیا کہ اے میرے بندو! تم قدر کرلو کہ تم کو مغفرت کس طاقت والی ذات سے مل رہی ہے، ایک آدمی ہے جو اُٹھ نہیں سکتا، سانس کی بیماری ہے، اُٹھتا ہے تو گر پڑتا ہے، وہ اگر دشمن سے کہے کہ جاؤ! تم کو معاف کردیا تو دشمن کہتا ہے کہ معاف نہ کروگے تو کیا کرلوگے؟ تم تو کمزور ہو، سانس پھول رہی ہے، اٹھوگے تو گروگے تو کمزور کی معافی کی قدر نہیں ہوتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ میں عزیز کو مقدم فرمایا کہ تم سمجھ لو کہ تمہیں بہت بڑی طاقت والی ذات سے معافی مل رہی ہے، عزیز کے معنیٰ ہیں اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ جو قدرت رکھتی ہے ہر شے کی وَ لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ فِيْ اِسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ اس کو قدرت کے استعمال میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں ڈال سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے ایک حکم اور بھی دیا ہے، ویسے تو بہت سے احکام ہیں مگر ایک وقت میں ایک ماحول میں جب کسی جگہ کسی مرض کی زیادتی ہوتی ہے تو سب سے پہلے اسی کا علاج کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ مومنین سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رابطہ کیوں بنایا؟ نگاہوں کی حفاظت کا حکم براہِ راست کیوں نہیں دیا جبکہ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ نماز اور زکوٰۃ کے احکامات براہِ راست دیئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بندوں کو معلوم ہوجائے کہ نظر بازی اتنا خبیث عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو براہِ راست حکم دیتے ہوئے حیا آئی اور اپنے نبی کو واسطہ بنانا پڑا کہ اے ہمارے نبی! آپ مومنین سے فرمادیجیے کہ اس خبیث عمل سے بچیں

اور اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ میں من تبعیضیہ ہے، ہر نگاہ بچانا مراد نہیں ہے، آسمان وزمین دیکھو، اپنے ماں باپ کو دیکھو، بیوی کو عشاء سے لے کر فجر تک دیکھو، مگر یہ دیکھنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ رات بھر جاگنے سے تو صحت خراب ہو جائے گی، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حیاء اگر نہ آئے تو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حیا کرو، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجسم تمہارے آنکھوں کے سامنے ہیں اور ان سے محبت طبعی بات ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت طبعی بات ہے تو اے ہمارے نبی! آپ مومنین سے فرما دیجئے کہ اپنی آنکھوں کو بچائیں اور یَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں وَیَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ اور عورتوں کے لیے بھی یہ حکم ہے کہ اپنی آنکھوں کی حفاظت کریں اور وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، معلوم ہوا کہ جو آدمی نظر کی حفاظت نہیں کرتا اس کی شرم گاہ خطرہ میں رہتی ہے، جب شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو آدمی ذرا نہیں ڈرتا کہ ہم کیسے حرام اور خبیث فعل میں مبتلا ہو رہے ہیں، ایسی کم بختی، بدبختی اور حرام مستی سوار ہوتی ہے کہ اس وقت تمیز ہی نہیں رہتی کہ میں کیا کر رہا ہوں، اس لیے نظر کو بچانا چاہیے، کیونکہ نظر عقل اُڑا دیتی ہے، عورتیں خود آدھی عقل کی ہیں، مگر پوری عقل والوں کی عقل اُڑا دیتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیکھنے سے منع کیا، غیر محرم عورتوں کو مت دیکھو ورنہ کہیں شہوت غالب نہ ہو جائے، اِدھر بھی غالب ہو جائے اور اُدھر بھی غالب ہو جائے، دونوں میں کشش ہے، دو میگنٹ میں ڈبل کشش ہوتی ہے، اگر دو میگنٹ آمنے سامنے ہوں تو ایک دوسرے سے چمٹ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت کا حکم دے کر ہم پر رحم فرمایا ہے، یہ حکم دے کر ہماری آبرو کو تحفظ بخشا ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے زِنَا الْعَیْنِ النَّظْرُ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بخاری شریف میں فرمایا کہ نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے تو آنکھوں کا زِنا کرنے والا ولی اللہ ہوسکتا ہے؟ بتاؤ! ولایت کا خواب دیکھنے والے، ولایت کی امید رکھنے والے، اللہ کا ولی بننے کی تمنا اور حوصلہ رکھنے والے، آنکھوں کا زِنا کیوں کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ نظر بازی آنکھوں کا زِنا ہے تو آپ لوگ فیصلہ کرلیجئے کہ جو لوگ عورتوں کو بری نظر سے دیکھتے ہیں تو وہ ولی اللہ ہوسکتے ہیں؟

اب بخاری شریف کے بعد مشکوٰۃ شریف کی روایت پیش کرتا ہوں لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بددعا دے رہے ہیں کہ اللہ لعنت کرے ناظر پر بھی اور منظور پر بھی، یہاں ضمیر متعین نہیں کی تا کہ اس میں سب داخل ہوجائیں، لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی تو اتنے دلائل اور روایتیں جمع کردیں آپ کے سامنے، قرآن کی آیت تلاوت کردی، بخاری شریف کی حدیث بیان کردی، مشکوٰۃ شریف کی حدیث بیان کردی۔ اللہ کی لعنت کے باوجود کوئی ولی کیسے ہوسکتا ہے، جس کی زندگی لعنتی ہو وہ رحمتی زندگی پاسکتا ہے؟ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ نفس بہت شریر ہے، ہر برے کام کی طرف توجہ دلاتا ہے، اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ یہاں مَا ظرفیہ، زمانیہ، مصدریہ ہے، کیا مطلب؟ اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَۃِ رَبِّیْ جس وقت تمہارے اوپر رحمتِ رب کا سایہ ہوگا ''فِیْ'' کیا ہے؟ ظرفیت، اور وقت کیا ہے؟ زمانیہ اور رحم ماضی تھا، رحمت مصدر ہے، اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَۃِ رَبِّیْ جب تک تمہارے رب کی رحمت رہے گی تم نفس کے شر سے محفوظ رہوگے، اب بتاؤ! جس پر بدنظری کے وقت اللہ کی لعنت برس رہی ہو، اس نے لعنتی چادر اوڑھ لی ہو، اللہ کی لعنت اختیار کرلی ہو، اللہ کی رحمت کا سایہ اس پر سے اُٹھ گیا ہو تو اب وہ نفسِ امارہ کی گود میں ہوگا۔

قرآن قصہ کہانی کی کتاب نہیں ہے، ہدایت کی کتاب ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے اپنے محل میں بلا کر سارے دروازوں پر تالے لگا دیئے اور برائی کی دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو یہ ہدایت نہیں فرمائی کہ زلیخا کے پاس کھڑے رہ کر دعا کرو، فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ وہاں سے بھاگو، حضرت یوسف علیہ السلام وہاں سے بھاگے، جائے فرار پر جائے قرار نہیں ہے، وہاں دعا بھی قبول نہیں ہے، جہاں سے بھاگنے کا حکم ہے وہاں بیٹھ کر دعا مانگی تو آپ نافرمان ہوں گے کہ فرار کے بجائے وہاں قرار کیا، لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے پاس سے فوراً بھاگے اور بھاگتے ہوئے جس دروازہ کے پاس جاتے اس کا تالا ٹوٹ کر گر جاتا۔ جب سب تالے کھل گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی کہ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ اے میرے رب! مجھے آپ کے راستہ کا قید خانہ اَحَب ہے اس چیز سے جس طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں تو جو اللہ اتنا پیارا ہو کہ جس کی راہ کا قید خانہ اَحَب ہوتا ہے تو اس کی راہ کے گلستان کیسے ہوں گے؟ جب میں نے یہ بات علماء لکھنؤ کے سامنے بیان کی تو وہ عش عش کر اٹھے کہ اللہ تعالیٰ اتنے پیارے ہیں کہ ان کے راستہ کے قید خانے، جانِ یوسف علیہ السلام کو زیادہ محبوب ہیں۔

بنگلہ دیش میں بھی جب میں نے یہ بات پیش کی تو ایک عالم نے مجھ سے پوچھا کہ اس آیت میں یدعون تو جمع ہے حالانکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف بلانے والی صرف زلیخا تھی تو یَدْعُوْنَ جمع کیوں نازل ہوا؟ میں نے کہا کہ یہ جمع ایسا ہے کہ یہ جمع مذکر بھی ہے اور جمع مؤنث بھی ہے، اس کی گردان ہے یَدْعُوْا، یَدْعُوَانِ، یَدْعُوْنَ ، تَدْعُوْا، تَدْعُوَانِ ،یَدْعُوْنَ، یہ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی استعمال ہوتا ہے تو انہوں نے کہا کہ

بلانے والی تو ایک تھی پھر اللہ تعالیٰ نے جمع کیوں نازل کیا؟ میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ مصر کی عورتوں نے سفارش کی تھی، گناہ پر سفارش کرنا اتنا ہی بڑا جرم ہے جتنا اصل مجرم ہے، اس لیے اللہ نے جمع میں مصر کی عورتوں کو بھی شامل کرلیا، بتاؤ! کتنا بڑا امتحان تھا میرا۔ لوگ کہتے کہ یہ پیر ایسا ہی ہے اور قواعد وغیرہ کچھ نہیں جانتا۔ بنگلہ دیش میں جب میں نے جواب دیا تو سب عش عش کر اُٹھے کہ بھئی یہ پیر تو ایسا ہے کہ قواعد وغیرہ سے بھی واقف ہے، اللہ تعالیٰ نے میری آبرو رکھ لی۔

اب قلب کی صفائی کا مرحلہ ہے، آنکھ کو تو کوئی دیکھ سکتا ہے کہ فلاں بدنگاہی کر رہا ہے، مگر دل میں گندے خیالات کوئی پکائے تو کسی کو خبر نہیں ہے کہ یہ صوفی ہے یا کوفی ہے، اس لیے:

﴿یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَ مَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ﴾

(سورة غافر، آیت: ۱۹)

اللہ تعالیٰ آنکھوں کی چوریوں سے باخبر ہے اور جو کچھ تمہارے سینے چھپاتے ہیں اس سے بھی واقف ہے، صدور سے مراد قلوب ہیں تَسۡمِیَةُ الۡمَحَلِّ بِاسۡمِ الۡحَالِ یہ مجاز مرسل ہے، مجاز مرسل کیوں استعمال کیا؟ یہ کلام اللہ کی بلاغت ہے۔

تو نظر کی حفاظت کے بعد دوسرا عمل یہ ہے کہ گندے خیالوں سے دل کو بھی محفوظ رکھیے، تیسرا اہتمام یہ ہے کہ ٹخنہ کھولیے، کبھی نہ چھپایئے، ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿اَمَّا ظَاهِرُ الۡاَحَادِیۡثِ یَدُلُّ عَلٰی تَحۡرِیۡمِ الۡاِسۡبَالِ﴾

احادیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹخنہ چھپانا حرام ہے، یہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بھی اسی میں ہے، فتح الباری میں ہے کہ اِنَّ اللهَ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡبِلِیۡنَ اللہ تعالیٰ ٹخنہ

چھپانے والے کو محبوب نہیں رکھتے، اللہ کی محبت سے محرومی معمولی بات ہے؟

ایک صحابی نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری پنڈلیاں سوکھ گئی ہیں، ٹخنہ چھپانے سے عیب چھپ جائے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرض تو اللہ کی طرف سے ہے، مگر نافرمانی تیری طرف سے ہو جائے گی، ان کو ٹخنہ چھپانے کی اجازت نہیں دی تو بہرحال ٹخنہ چھپانا حرام ہے اور لباس ٹخنہ سے آدھا انچ اونچا ہی ہو کیونکہ سرحدی علاقوں پر بمباری ہو جاتی ہے، سرحد کے قریب بھی نہ رہو، خصوصاً جو لوگ امام ہیں ان کو تو اور بھی احتیاط کرنی چاہیے، تو تین باتیں ہوگئیں۔ اب چوتھی بات کہ ڈاڑھی ایک مشت رکھو، بعض لوگ ایک مشت سے کم رکھتے ہیں، یاد رکھو! دائیں، بائیں اور سامنے تینوں طرف سے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، ڈاڑھی کو تیل لگا کر کنگھی کر کے رکھو، یوں نہ رکھو کہ ڈاڑھی جھاڑی کی طرح لگے اور یہ ڈاڑھی کا بچہ جو ہے اس کا بھی رکھنا واجب ہے، ڈاڑھی میں گردن کے بال اگر ڈاڑھی سے فرار اختیار کر رہے ہیں اور نیچے کی طرف جا رہے ہیں تو ان کا بھی قتل جائز ہے کیونکہ یہ فرار کی سزا ہے۔ یہ تو ہو گیا ڈاڑھی کا مسئلہ اور مونچھوں کا مسئلہ یہ ہے کہ مونچھوں کو باریک کر لو۔ شیخ الحدیث اوجز المسالک شرح موطا امام مالک میں جو ۱۴ جلدوں میں ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مونچھوں کے بالوں کو اتنا باریک کرتے تھے کہ دور سے کھال کی سفیدی نظر آتی تھی، اس لیے مونچھوں کو بھی باریک کرنا چاہیے، البتہ اگر اوپر والے ہونٹ کا کنارہ کھلا ہو تو تھوڑی مونچھیں رکھنا بھی جائز ہے، مگر افضل یہی ہے کہ باریک کر لو۔ اب بیان ختم ہوا، اس وقت یہ چار مضمون بیان کرنے ضروری تھے۔

آخر میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، قرآن کا حکم ہے، قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، اس لیے اللہ کے واسطہ اپنی آنکھوں کی حفاظت کیجئے، نامحرم عورتوں کو مت دیکھیے، اللہ دیکھنے والا ہے، اللہ حساب لینے والا ہے، اپنے قلب کی حفاظت کیجئے، ہمارا دل اللہ کے سامنے آفتاب کی طرح کھلا ہوا ہے، وہ دل کے ہر بھید کو جانتے ہیں۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینے کے راز
جانتا ہے سب کو تو اے بے نیاز

بس جس کو اللہ کو حساب دینا ہے، اس کو سب ہاتھ پیر شریعت کے مطابق رکھنے ہوں گے، قرآن شریف، بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف سب سے ثابت ہے، لہٰذا اپنی آنکھوں کو غلط جگہ مت ڈالیے، کتنی ہی حسین عورت ہو کہہ دو کہ میں اللہ کا حکم نہیں توڑوں گا، اپنا دل توڑ دوں گا، اپنا دل توڑ دیجئے، اللہ کا حکم نہ توڑیئے ورنہ اگر اللہ انتقام لینے پر آجائے تو آپ کو کہیں کا نہیں چھوڑے گا، بس اپنی خواہشوں کا خون کرلیجئے، چند دن کی محنت ہے، پھر جنت میں آپ کی بیویاں یعنی مسلمان عورتیں، حوروں سے زیادہ خوبصورت کردی جائیں گی، چاہے یہاں لنگڑی لولی، چپٹی ناک والی اور کالی کلوٹی ہی کیوں نہ ہو۔

۲۶؍صفر المظفر ۱۴۲۳؁ھ مطابق ۸؍مئی ۲۰۰۲؁ء

آج بروز بدھ کراچی واپسی کا دن تھا۔ جنوبی افریقہ کے مختلف شہروں سے علماء اور دیگر احباب کئی روز پہلے سے آگئے تھے اور بہت سے اب بھی آرہے تھے۔ حضرت والا کا قیام ہمیشہ کی طرح مفتی حسین بھیات صاحب کے یہاں تھا کیونکہ جنوبی افریقہ کا سفر مفتی صاحب ہی کی وجہ سے ہوا یعنی اُنہی کی درخواست پر ۱۹۹۰؁ء میں جنوبی افریقہ کا پہلا سفر ہوا تھا، اُس کے بعد جتنے

اسفار ہوئے سب مفتی صاحب ہی کی وجہ سے ہوئے اگرچہ بہت سے احباب نے بارہا حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت والا کے سفر کے تمام انتظامات ہم کریں گے مگر حضرت والا نے ہمیشہ یہی فرمایا کہ مفتی حسین بھیات کو راضی کرلیں اگر وہ مان جائیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن مفتی صاحب نے کسی کو اجازت نہیں دی اور خود تمام اسفار کا انتظام فرمایا، صرف موجودہ سفر مولانا عبدالحمید صاحب کی دعوت پر ہوا لیکن اس کے لیے بھی حضرت والا نے فرمایا کہ پہلے مفتی حسین بھیات صاحب کو اس کی اطلاع کردیں۔ اپنے خدام کے ساتھ حضرت والا کی دلجوئی اور شفقت بھی بے مثال ہے۔

آج صبح حسبِ معمول گیارہ بجے کی مجلس ہوئی اور حضرت والا نے احباب سے ملاقات کی۔ اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر دوپہر کا کھانا تناول فرمایا اور تھوڑی دیر قیلولہ فرمایا اور تقریباً ساڑھے چار بجے جوہانسبرگ ایئرپورٹ روانہ ہوئے۔ حضرت والا کو الوداع کہنے کے لیے ایئرپورٹ پر لوگوں کا ہجوم ہوگیا اگرچہ ایئرپورٹ آنے کے لیے منع کردیا گیا تھا لیکن جن کو معلوم نہ تھا وہ پہنچ گئے۔ سب لوگ حضرت والا کی جدائی کے غم سے افسردہ تھے۔ جب تک ٹکٹ وغیرہ کا انتظام ہوا حضرت والا احباب کے ساتھ تشریف فرما رہے اور آخر میں رخصت ہوکر سلام فرمایا اور لاؤنج میں داخل ہوگئے۔ مغرب کا وقت ہوچکا تھا، لاؤنج ہی میں نماز باجماعت ادا کی گئی اور بعد مغرب جہاز نے دبئی کے لیے پرواز کی جہاں سے کراچی کے لیے پی آئی اے سے سیٹیں پہلے ہی بک کرالی گئی تھیں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ